بدن سے جدا کر کے وہی قبض کرتے ہیں جب روح حلقوم میں آجاتی ہے تو
ساتھ کچھ فرشتے مددگار بھی ہوتے ہیں ۔ نہ تاخیر کرتے ہیں
ملک الموت قبض کرتا ہے اور وہ فرشتے تقصیر نہیں کرتے یعنی وقت سے نہ جلدی کرتے ہیں
شک موت کا وقت آجاتا ہے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں اور ابن کثیر نے یہ مراد لی ہے کہ وہ روح
کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے اور وہ اپنا ٹھکانا لے جاتے ہیں جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے ۔ نیکوں کی روح کو علیین
اور فجار کی روح کو سجین میں ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے سعید بن یسار رضی اللہ عنہ سے اور انہوں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر اگر وہ نیک آدمی ہو
تو کہتے ہیں کہ باہر آجا اے نفس مطمئنہ تو پاک بدن میں تھا باہر نکل تو مستحق تعریف ہے اور بشارت سن جنت کی
اور باغوں کی اور رب ناراض نہیں پھر اس سے یہی کہتے رہیں گے جب تک جان نکلے پھر اسکو آسمان پر لیجاتے
ہیں اور اسکے لیے دروازہ کھلواتے ہیں تو کھولا جاتا ہے پھر کہا جاتا ہے مبارک ہو نفس طیبہ کو کہ جسد طیب میں تھا
اب مستحق تعریف بنکر بشارت پا باغوں اور پھولوں کی اور اللہ غضبناک نہیں اور اگر وہ برا شخص ہو تو اس سے
کہتے ہیں کہ باہر نکل اے نفس خبیث تھا تو جسم خبیث میں نکل مبغوض بنکر اور خوشخبری سن کھولتے ہوئے پانی کی
اور پیپ کی اور اسی طرح کے اور عذابوں کی جب تک اسکی جان نکلے یہی کہتے رہتے ہیں پھر اسکے لیے دروازہ
نہیں کھلتا اور وہی کلمات کہے جاتے ہیں اسکے بعد روح (نیک ہو یا بد) آسمان سے قبر کی طرف بھیجی جاتی ہے
اور فرشتے کو بٹھایا جاتا ہے اگر نیک ہے تو وہی کہا جاتا ہے جو اول کہا گیا اور اگر بد ہے تو اس سے بھی وہی
کہا جاتا ہے جو اس سے اول کہا گیا ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط پھر لوٹائے
جائیں گے اللہ کی طرف جو اسکا سچا مالک ہے ف یعنی جب فرشتے اُن کی روح قبضہ کرلیں گے تو
اللہ کی طرف جو اسکا سچا مالک ہے یعنی فرشتے اُن روحوں کو اللہ کی طرف لیجاویں گے ۔ اللہ کی
طرف لوٹائے جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے مقام میں پہنچیں گے کہ وہاں حاکم اللہ کے سوا کوئی
اور نہ ہوگا اور دنیا کے باطل حاکموں کی حکومت بالکل اٹھ جائیگی اور سچے حاکم کی حکومت باقی رہ جائے گی اس

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح بدن سے بالکل جدا چیز ہے جسکو اللہ کے پاس پہنچاویں گے - اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ روح بدن کے پیدا ہونے سے پہلے موجود تھی اس لئے کہ لوٹانا ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے وہاں
موجود تھی پھر بدن میں آئی اب بدن سے جدا ہو کر پھر وہیں کو لوٹائی گئی **أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ**
أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝ آگاہ ہو کہ اوسی کے لئے حکم ہے اور وہ جلدی کرنے والا ہے حساب
کرنے والوں میں **ف** یعنی اوس دن اللہ کے سوا اور کسی کا حکم نہ ہوگا اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے
اس لئے ایک شخص کا حساب اوسکو دوسرے شخص کے حساب کا مانع نہیں ہوتا بلکہ سب کا حساب ایک آن میں
کر لیتا ہے پس کافروں کو یہ موقع بھی نہیں ملیگا کہ کچھ دن حساب اعمال کے جھگڑے میں گذریں جیسے ظاہری
حکام کے سامنے مدتوں تک مقدمہ کی پیشی رہتی ہے اور اوتنے دنوں تک مجرم سزا سے بچے رہتے ہیں -
قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا
وَخُفْيَةً ج تو کہدے کہ کون بچاتا ہے تم کو بر و بحر کی تاریکیوں سے پکارتے ہو تم اوس کو گڑگڑا کر
اور چپکے چپکے **ف** یعنی اے پیغمبر مشرکین کو تم کہدو کہ جب تم پر جنگل یا دریا میں مصیبتیں
آتی ہیں تو اون مصیبتوں سے تمہارا بچانے والا کون ہے جسکو تم گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارتے ہو - بعض مفسرین نے
لکھا ہے کہ اس آیت میں ظلمات سے سختیاں مراد ہیں **لَئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ**
مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ اگر وہ ہمیں بچاوے اس آفت سے تو البتہ ہو جاویں گے ہم شکر کرنے والوں
ف یعنی وہ کون ہے جسکو تم گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ اگر تو ہمیں اس آفت
سے بچاوے تو آئندہ کو ہم تیری ناشکری نہ کریں گے اور شکر گذار بن جاویں گے **قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم**
مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝
تو کہدے کہ اللہ بچاتا ہے تمہیں اوس سے اور ہر سختی سے پھر تم شرک کرتے ہو **ف** یعنی اوس سوال کا
جواب اے پیغمبر تو خود ہی اس طرح دیدے کہ اوس آفت سے اور ہر سختی سے نجات دینے والا تمہارا اللہ ہے

مصیبت کے وقت تم اوسی کو پکارتے ہو اور اوس حالت میں یہ وعدہ بھی کر لیتے ہو کہ اے اللہ اگر اس آفت سے تو ہمکو بچا دے تو ہم آئندہ تیرے شکر گذار بن جاوینگے مگر جب اوس مشکل سے نجات مل جاتی ہے تو تم اوس وعدہ کے خلاف کرتے ہو۔ اور شکر گذاری کے عوض ایسی ناشکری میں مبتلا ہوتے ہو کہ بتوں کو اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے ہو۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ تو کہدے وہ قدرت رکھتا ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا متفرق کر دے تمکو فرقوں میں اور چکھادے تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی ف یعنی اے پیغمبر تو مشرکین کو کہدے کہ جس اللہ کی عبادت میں تم بتوں کو شریک کرتے ہو وہ اس امر پر بھی تو قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے تم پر عذاب نازل کر دے جیسے اصحاب فیل پر ... یا تمہارے نیچے سے عذاب پیدا کر دے جیسے قارون زمین میں دہنس گیا۔ یا تم میں باہم ایسی پھوٹ ڈالدے کہ تمہارا اتفاق ٹوٹ جاوے اور تم مختلف فرقے بنکر آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے لگو۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کی لڑائی کا صدمہ پاوے۔ اور تم خود ہی آپس میں لڑکر تمام ہو جاؤ۔ غیر لوگ تمہارے شر سے محفوظ رہیں۔ پس جب اللہ تم پر سب طرح کے عذاب بھیج سکتا ہے۔ پھر تم بتوں کو اوسکا شریک کیوں سمجھتے ہو اور تمکو یہ خوف نہیں کہ کہیں اللہ یکایک تم پر عذاب نازل نہ کر دے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیت قل ہو القادر الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھے۔ اور وضو کیا۔ پھر یوں دعا مانگی کہ اے اللہ میری امت پر اوپر سے عذاب مت بھیج اور نیچے سے بھی عذاب مت نکال اور نہ انکے متفرق فرقے بنا جو ایک دوسرے سے لڑیں پھر جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے تیری امت کو اوپر اور نیچے کے عذاب سے پناہ دی اس روایت سے معلوم ہوا کہ تفریق جماعت اور باہمی نفاق اور قتال کی بلا اس امت کے لیے باقی رہی۔ اسکے سوا ابن کثیر نے بہت سی روایتیں مختلف طریق سے نقل کی ہیں جن میں صاف مذکور ہے کہ اللہ نے پہلی دو دعائیں قبول کریں

اور تیسری دعا سے منع کر دیا۔ اور نسائی وغیرہ بہت سے محدثین نے اس مضمون کی روایتیں ہی نقل کی ہیں یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے اوپر اور نیچے کے عذاب سے بچنے کی دعا مانگی اور اون کی باہمی تفریق کی نسبت یہ فرمایا کہ وہ آسان ہے بہرحال آپس میں لڑنے جھگڑنے کی بلا اس امت میں باقی ہی اور اوسی کا ظہور اس وقت تک ہو رہا ہے کہ نہایت آسان باتوں میں جدا جدا گروہ بنا لیتے ہیں۔ اور آپس میں لڑتے ہیں۔ علما سوء اپنی اپنی جماعت کے سردار بنتے ہیں اور فساد کو بڑھاتے ہیں اصلاح کی طرف توجہ کم کرتے ہیں اللہ سب مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دے **انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝** دیکھ کس طرح بدل بدل کر بیان کرتے ہیں ہم دلیلوں کو تاکہ وہ سمجھیں **ف** یعنی توحید اور اثبات حق کے دلائل کیسے مختلف وجوہ سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ کر حق کو مانیں **وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ط** اور جھٹلایا اوسے تیری قوم نے اور وہ حق ہے **ف** یعنی قرآن کو جھٹلایا حالانکہ قرآن حق ہے **قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ط** تو کہدے کہ نہیں ہوں میں تم پر محافظ۔ یعنی اے پیغمبر تو مشرکوں سے کہدے کہ میں تمہارا محافظ نہیں ہوں۔ اور میرا یہ کام نہیں کہ میں تمکو شرک اور تکذیب قرآن وغیرہ سے روک دوں اور اوسکی سزا دوں بلکہ میں اللہ کا حکم بیان کر دینے والا ہوں۔ **لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ** ہر خبر کے لئے ایک ٹھکانا مقرر ہے اور قریب جان لوگے تم **ف** خبر سے مراد وعید ہے یعنی اللہ نے جو تمکو اس کے لئے عذاب کی خبر دی ہے اوس کا ایک وقت مقرر ہے۔ اوسی وقت عذاب ہوگا۔ اور اس کا حال تمکو جلد معلوم ہو جائیگا **وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ط** اور جب دیکھے تو انہیں جو بحث کرتے ہیں ہماری آیتوں میں تو بچ اون سے یہانتک کہ وہ بحث کریں کسی دوسری بات میں قرآن کے سوا **ف** بحث کرنے سے مراد یہ ہے کہ استہزا اور تکذیب اور طعن کرتے ہیں۔ تو فوراً اوس

مجلس سے جدا ہوجا اور اوسوقت تک جدا رہ جب تک وہ اسکے سوا اور باتین شروع کرین ۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ خوض کے معنی لغت مین یہ ہین کہ کسی چیز کے ساتھ بطور لہو ولعب کے بحث کرین ۔ این مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ہماری آیتون سے بطور لہو ولعب کے بحث کرین اونکی مجلس سے پرہیز کر ۔ بعض کے نزدیک یہ خطاب رسول سے ہے ۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب ہر شخص سے ہے ۔ تفسیر کبیر مین یہ بھی لکھا ہے کہ ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ مشرکین قرآن کو اور رسول کو اور مسلمانون کو برا کہا کرتے تھے ۔ اس سبب سے اللہ نے مسلمانون کو حکم کیا کہ جب وہ ایسی باتین کیا کرین اوسوقت تک اون کی مجالس مین مت بیٹھا کرو

وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اگر تجھے شیطان بہلا دے تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالم گروہ کے ساتھ ۔ **ف** یعنی تجھے جو یہ حکم دیا ہے کہ جب کافر دین کی توہین کرتے ہون اوسوقت اون کے پاس مت بیٹھ ۔ اگر شیطان تیرے دل مین وسوسہ ڈالے جسکی وجہ سے تو اس حکم کو بھول جاوے اور ہو اون کی مجلس مین بیٹھ جاوے تو جب یہ حکم یاد آجاوے فوراً اون کی مجلس سے اوٹھ جا ۔ یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھ ۔ اس موقع پر ایک شبہہ یہ بھی وارد ہوتا ہے کہ شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر دخل نہین ہو سکتا ۔ پھر شیطان اون کو کیونکر بہلا سکتا تھا ۔ جواب اسکا یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ خطاب ہر ایک امتی سے ہے نہ رسول سے اور اگر رسول کو خطاب مانا جاوے تو بھی امت اس حکم مین شامل ہے ۔ تفسیر احمدی مین لکھا ہے کہ قوم ظالمین مین مبتدع اور کافر اور فاسق سب شامل ہین ۔ اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر فاسق کی مجلس مین بیٹھنا منع ہے ۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول سے جو گناہ ہو وہ معاف ہے ۔ لیکن یاد آنے کے بعد فوراً اوس گناہ سے جدا ہو جانا واجب ہے ۔ اگر غور کیا جاوے تو ہماری مجلسین غیبت سے بہت کم خالی ہوتی ہین ۔ حالانکہ غیبت کی مجلس سے بھی فوراً جدا ہو جانا واجب ہے

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور نہین اوپر

بچ جاتے ہیں اون کے حساب سے کچھ بھی مگر نصیحت کرنا ہے تاکہ پرہیزگار بنیں ف یعنی جو لوگ مجلس فسق سے بچ جاتے ہیں ان بچ جانے والون پر ان گناہونکا مواخذہ نہین جن مین وہ اہل مجلس مبتلا ہین البتہ اون بچنے والون پر یہ لازم ہے کہ ایسی مجلس والون کو نصیحت کرین تاکہ اونہین تو بہ نصیب ہو۔ ابن کثیر نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے اور یہ سند ابن ابی حاتم ابو مالک اور سعید بن جبیر سے بھی نقل کیا ہے۔ دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہو سکتے ہین کہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہین وہ اگر مجلس فسق مین شریک ہو جائین تو کچھ گناہ نہین۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نصیحت اور وعظ کے لئے شریک ہون۔ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ؁ اور چھوڑ دے اون کو جنہون نے بنا لیا ہے اپنا دین لہب اور لہو اور دھوکے مین ڈالا ہے انکو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر قرآن کے ساتھ کہ ہلاکی مین نہ پڑے جان اون گناہون کے سبب جو اوس سے ہوئے ف یعنی اون سے میل جول اور صحبت چھوڑ دے جنہون نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ دین اسلام تھا اون کے واسطے اللہ نے فرض کیا ہے اوسکا وہ کہنا نہین مانتے ہین اور استہزا کرتے ہین۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ کسی دین کے پابند نہین بلکہ لہو و لعب وغیرہ نفسانی خواہشون کو اونہون نے اپنا دین بنا لیا ہے۔ قرآن کے ساتھ نصیحت کر تاکہ اپنے گناہون کی وجہ سے بندون کی جان ہلاکت یعنی عذاب الٰہی مین نہ پڑے اور نجات کا راستہ ان کو معلوم ہو جاوے۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اللہ نے جو چھوڑ دینے کا حکم دیا اس سے مراد یہ ہے کہ اون سے ربط ضبط اور دوستی چھوڑ دے یہ مراد نہین کہ انکو ڈرانا اور اللہ کا حکم سنانا بھی چھوڑ دے۔ اور دوسرا قول اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ جو لوگ دین کا لہو و لعب کرتے ہین یعنی ٹھٹھا اور تمسخر کرتے ہین اونکو چھوڑ دے یعنی ہمارے لئے چھوڑ دے ہم اونکو بہت جلد عذاب دینگے تو انکی باتون کی پروا مت کر اور اون کی وجہ سے وعظ و پند مین کمی مت کر قرآن سے لوگون کو نصیحت کر تاکہ

جو پھنس گئے ہیں وہ ہلاکت سے بچ جاویں - جلالین میں لکھا ہے کہ تبسل سے ان لا تبسل مراد ہے اسی وجہ سے ہمنے
ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہلاکت میں نہ پڑے - ابن کثیر وغیرہ نے بھی اسکا ترجمہ اسی طرح کیا ہے اور حاصل تمام مفسرین
کے قول کا یہی ہے - لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ نہ
ہوگا اوس کے لیے کوئی غیر اللہ کا مددگار اور نہ سفارشی ف یعنی جب اپنے اعمال کی وجہ سے جان ہلاکت
میں پڑے گی تو اوس وقت نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ سفارش کرکے عذاب سے بچا سکے گا اس لیے کہ سفارش
اللہ کے اذن سے ہو سکتی ہے اور جسکے لئے اللہ اذن نہ دے اور اوسکو عذاب کرنا چاہے اوس کے لیے
سفارش کون کرسکتا ہے وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا
اور اگر بدلے میں دے تو بدلے کی ہر چیز تو نہ لیا جاوے گا اوس بدلے میں سے کچھ ف یعنی جتنی چیزیں
بدلا ہو سکتی ہیں اون میں سے اگر ہر چیز تو اوس عذاب کے بدلے میں دیکر اوس عذاب سے بچنا چاہے تو ممکن
نہیں اور کوئی چیز اوس عذاب کے بدلے میں نہ لیجاوے گی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا
بِمَا كَسَبُوْا ۚ یہی ہیں وہ لوگ جو ہلاک ہوئے اون اعمال کی وجہ سے جو اونہوں نے کئے -
لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ ط اون کے لئے پینے کیلئے کہولتا پانی اور عذاب ہے درد ناک اسلئے کہ وہ کفر کرتے
تھے قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا
تو کہدے کیا پکاریں ہم اللہ کے سوا اوسکو جو نہ کچھ فائدہ پہونچا سکے ہمکو اور نہ نقصان پہونچاوے ہمکو
ف یعنی اے پیغمبر تو مشرکوں سے کہدے کہ کیا ہم ایمان کے بعد مشرک ہو جاویں اور جو چیزیں
اللہ کے سوا ہیں اونکو پکاریں جو ہمکو نہ فائدہ پہونچا سکیں نہ نقصان پہونچا سکیں وَنُرَدُّ عَلٰٓى
اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اور پلٹ جاویں ہم اپنی ایڑیوں پر بعد اسکے
کہ ہدایت کی ہے ہمکو اللہ نے ف ایڑیوں پر پلٹ جانے سے اوسلئے پاؤں پیچھے کو ہٹنا مراد ہے

ع

یعنی کفر کو چھوڑ کر ہدایت پر آگئے اب اللہ کی ہدایت کے بعد پھر پیچھے کو بلیٹیں یعنی دوبارہ کفر میں چلے آدین
یہان پر شبہہ ہوتا ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ہے اور وہ ہمیشہ سے ہدایت پر تھے
پھر پیچھے پلٹنا اونپر کیسے صادق آسکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس قول مین صحابہ بھی شامل ہین اون کی نسبت
یہ قول صحیح ہے كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ
حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
اوس شخص کیطرح جسکو بہکا یا ہوا وسکو شیطانون نے زمین مین حیران ہو اوسکے ساتھی ہون کہ بلاتے ہون اوسکے
ہدایت کیطرف کہ ہمارے پاس آؤ ف اسلام سے بعد پھر مشرک بن جانے کی جو حالت ہوتی ہے
وہ اس مثال مین بیان کی گئی ہے — یعنی ہدایت پا کر پھر کفر مین جانا ایسا ہے جیسے کہ شیاطین نے کسی کو
راستہ سے بہکا دیا ہو اور وہ حیران ہو کہ کہان کو جاوے اوس کے ساتھی اوسکو پکار رہے ہین کہ ہمارے
پاس آؤ ہم ٹھیک راستہ پر ہین مگر وہ ایسا بد حواس ہے کہ کچھ نہین سمجھتا — ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سدی کا
قول ہے کہ مشرکون نے مسلمانون سے کہا تھا کہ ہمارے دین مین آجاؤ اور محمد کا دین چھوڑ دو تو اللہ نے
یہ آیت نازل کی اس مین اللہ کہتا ہے کہ ایمان کے بعد کافر ہو جانے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے
ساتھیون کے کسی راستہ پر چلا پھر راستہ بہک گیا اور شیاطین نے اوسکو حیران کر دیا اور زمین مین بھٹکا یا اوس کے
ساتھی راستہ پر ہین اور اوسکو اپنی طرف پکار رہے ہین اور کہتے ہین ہمارے پاس آ جا ہم راستے پر ہین وہ اونکے
پاس آنے سے انکار کرتا ہے یہی مثال ہے اوسکی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے بعد کافرون مین
شریک ہوا — راستے سے مراد اسلام ہے — اور راستے کیطرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین —
قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى ط تو کہدے کہ اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے
ف یعنی اے پیغمبر تو کہدے کہ ہدایت کا راستہ وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے یعنی اسلام اور اوسکے
سوا جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور حکم کیا گیا ہے ہم کو کہ ہم فرمانبردار بنیں رب العالمین کے وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ ؕ اور یہ کہ قائم رکھو نماز اور اللہ سے ڈرو اور وَھُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وہی ہے ایسا کہ اوسکی طرف اوٹھائے جاوگے ف یعنی یہی حکم کیا گیا ہے کہ نماز پڑہو اور اللہ سے ڈرتے رہو وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اوس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ ف حکمت کے ساتھ یعنی ہر چیز کو مقتضائے حکمت جیسا چاہیئے تھا ویسا بنایا ابن کثیر نے حق کا ترجمہ عدل کیا اوس سے بھی یہی مراد ہے وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ جسدن کہیگا ہو جا تو ہو جاویگی ف یعنی جسدن اللہ معدوم چیزوں کو موجود ہو جانے کا حکم کریگا تو وہ چیزیں فوراً موجود ہو جاوینگی۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ اوس کا قول سچا ہے ف اوس نے جو قیامت کی خبر دی ہے وہ وقت آنے والا ہے وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ اور اوسی کی بادشاہی ہوگی جسدن پھونک ماری جاویگی صور میں ف یعنی جب اسرافیل صور پھونکینگے اور قیامت قایم ہوگی اوسدن اللہ کے سوا کسی اور کی بادشاہی نہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ صور اسرافیل کی خبر یقینی طور پر ثابت ہوئی ہے کہ وہ صور مونہہ سے لگائے ہوئے اللہ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں اوسکی پہلی آواز دنیا کے فنا کرنے کے لیئے ہوگی اور دوسری آواز پھر زندہ کرنے کے لیئے اس آیت میں دوسری آواز مراد ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ جاننے والا ہے چھپی چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا ف یعنی جو چیزیں مخلوق کے علم سے غائب ہیں اور جو چیزیں مخلوق کے علم میں ہیں سب کو جانتا ہے وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اور وہ حکمت والا ہے خبردار ہے ف ان سب آیتوں کا حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے دن اوس کے سوا کسی اور کی حکومت نہوگی اوسکو ہر چیز کی خبر ہے وہ خوب

جانتا ہے کہ کون عذاب کے لائق ہے اور کون ثواب کا مستحق ہے وہ حکیم بھی ہے اوسکا عذاب اور ثواب دینا
مقتضاے حکمت ہوگا - وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ
أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
اور جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہ کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم
کو علانیہ گمراہی میں ف خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ مورخین انساب کا اتفاق ہے
کسی کا بھی خلاف نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اور قرآن میں جو آزر مذکور ہوا ہے
یہ اسکا لقب ہے یا باپ سے مراد باپ نہیں بلکہ چچا یا دادا ہے اور چچا یا دادا کو بھی مجازاً باپ کہتے ہیں اور بعض
کا قول ہے کہ آزر نام یا لقب نہیں بلکہ اوس کے معنی بوڑھے مخفف کے یا ٹیڑھے کے ہیں خطا کار کے ہیں
اس موقع پر مفسرین میں بڑا اختلاف ہے کہ لفظ آب سے حقیقی باپ حضرت ابراہیم کا مراد ہے یا مجازاً
چچا مراد ہے -- اور متاخرین جو آبا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کے قائل ہیں وہ اسی کو ترجیح دیتے
ہیں کہ چچا مراد ہے - زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ ارجح یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا چچا تھا اور متعدد سندوں سے ابن عباس اور مجاہد اور ابن جریج اور سدی سے یہی ثابت
ہوا ہے اور تاریخ ابن منذر میں بھی یہ قول منقول ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا - زرقانی نے یہ بھی لکھا
کہ ابن سعد نے بطریق کلبی روایت کی ہے کہ حضرت نوح کے بعد سب آدمی بابل میں رہتے تھے اور
مذہب اون کا اسلام تھا - جب اون کا بادشاہ نمرود ہوا اوس نے سب کو بت پرستی سکھائی - آزر
اور ابراہیم بھی اوسی کے زمانے میں تھے - چونکہ آزر اور اوسکی سب قوم چاند سورج اور بتوں کو پوجتی تھی
حضرت ابراہیم پر شرک کی برائی اللہ نے کھولدی تو اونھوں نے آزر سے کہا کہ نہایت تعجب سے
کہ تو بتوں کی پرستش کرتا ہے - میں تجھے اور تیری قوم کو جو بت پرستی میں تیرے ساتھ شریک ہے صریح ظاہر
گمراہی میں دیکھتا ہوں وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ

والارض ولیکون من الموقنین ۝ اور ہم دکہلانے لگے ابراہیم
کو بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور یہ اسلیئے کہ ہو جاوے وہ یقین کرنے والوں میں ف
یعنی جسطرح ابراہیم پر شرک کی برائی ہمنے کہولدی تہی اسی طرح زمین اور آسمان کی بادشاہت بہی ہمنے
اوسے دکہادی تہی یعنی یہ بات بہی ظاہر کردی تہی کہ زمین اور آسمان میں اللہ کے سوا کسی اور کی بادشاہت
اور حکومت نہیں - ہر چیز اوسی کی مخلوق ہے - اور اوسی کے قبضہ اور تصرف میں ہے اور وہی ہوتا ہے
جو اللہ چاہتا ہے - اور یہ تمام باتیں ابراہیم پر اس لئے ظاہر کی گئیں کہ ابراہیم یقین کرنے والوں میں
سے ہو جاوے اور توحید خالص پر ایمان لاوے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر وغیرہ نے
مجاہد اور عطا اور سعید بن جبیر اور سدی وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ابراہیم کے لئے آسمان کہل گئے
تہے اور عرش تک جو کچہہ ہے سب اونہیں نظر آتا تہا اور ساتوں زمینیں اون پر کہل گئیں تہیں اور جو کچہہ
اون میں ہے وہ سب دیکہتے تہے - اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ اللہ نے ابراہیم پر سب باتیں خفی اور جلی کہولدی تہیں - یہانتک کہ لوگوں کے اعمال بہی
اون پر پوشیدہ نہیں رہتے تہے - آخر اونہوں نے گنہگاروں پر لعنت کرنا شروع کی - تب اللہ نے کہا
کہ تجہسے اسکا تحمل نہیں ہوسکیگا - اور پہر وہ ایسے ہی ہوگئے جیسے پہلے تہے - فلما جن
علیہ الیل را کوکبا ج قال ہذا ربی ج فلما افل
قال لا احب الافلین ۝ پہر جب تاریکی ڈالدی اوس پر رات نے تو اوس نے
دیکہا ایک تارا کہا یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہوگیا اور کہا میں محبت نہیں رکہتا غائب ہوجانے والوں سے ف
ف پہلے ابراہیم نے اپنے باپ کے سامنے بت پرستی کی برائی بیان کی - اوس کے
بعد کواکب پرستی کی قباحت سمجہائی - یعنی رات کو جب کوئی تارا دیکہا تو کہا کہ میرا رب یہی ہے - اور جب
وہ غائب ہوگیا تو کہا کہ میں غائب ہوجانے والوں سے محبت نہیں رکہتا - اسمیں مفسرین کا اختلاف ہے

کہ یہ قول حضرت ابراہیم نے قبل بلوغ کہا یا بعد بلوغ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ہذا ربی سے اون کی مراد کیا تھی
ایک قول یہ ہے کہ فی الواقع حضرت ابراہیم کو یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ سب سے زیادہ جو روشن ستارہ ہے
یہی رب ہے - اور جب وہ غائب ہوگیا تو اوس خیال کی غلطی سمجھ گئے - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر
نے اسی قول کو اختیار کیا ہے - اور بطریق علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے اسی کو نقل کیا ہے - اور اس قول
کی بموجب یہ قصہ قبل بلوغ کا سمجھا جاوے گا - اسلئے کہ انبیا قبل نبوت بھی سن تمیز کے زمانے میں
ایسی فطرت سلیم رکھتے ہیں کہ شرک سے پاک ہوتے ہیں - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحق نے بیان کیا ہے
کہ اوس زمانے کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا - اوس کو یہ خبر دی گئی تھی کہ ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے
تیرا ملک اوسی کے ہاتھوں سے نکلے گا - اس لیے نمرود نے یہ حکم دیا تھا کہ اس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں
سب قتل کیے جاویں - جب حضرت ابراہیم کی ماں کو حمل رہا اور ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ شہر سے
باہر ایک غار میں چلی گئیں - وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے - اور وہیں وہ انکو پالا - محمد بن اسحق کا قول
ہے کہ جب حضرت ابراہیم پرورش پاکر اوس غار سے نکلے اوس وقت اونہوں نے یہ کہا ہوگا اور ظاہر ہے
کہ یہ زمانہ قبل بلوغ کا ہوگا - لیکن جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ شبہ نہیں ہوا تھا
اور اونہوں نے تارے کے رب ہونے کا یقین ہرگز نہیں کیا تھا بلکہ اون کی قوم جو ستاروں کو پوجتی
تھی اون کو الزام دینے کے واسطے اسطرح تقریر کی تھی - اور اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ قول بعد
بلوغ ہوا ہو - ہذا ربی کے معنی میں ہمزۂ استفہام اول سے محذوف ہوگا - یعنی کیا یہ میرا رب ہے -
یا مراد یہ ہوگی کہ تمہارے گمان میں یہ میرا رب ہے - بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ستارہ زہرہ
تھا مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات کیونکر معلوم ہوئی - بہرحال اگر زہرہ ہوگا تو وہ موسم ہوگا جب طلوع اوسکا
شام کے وقت ہوتا ہے - ستارے کے غائب ہوجانے سے حضرت ابراہیم نے یہ ثابت کیا کہ ستارہ
کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے - اسکی حالت بدلتی رہتی ہے - اور اوس میں حرکت بھی ہے -

ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہوتا ہے۔ اور تغیر اور انتقال شان ربوبیت کے خلاف ہے۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ پھر جب دیکھا چاند کو روشن کہا یہ میرا رب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝ پھر جب چاند غائب ہوگیا تو ابراہیم نے کہا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرے تو ہو جاؤں میں قوم گمراہ ف یعنی جب چاند غائب ہوگیا اور یہ ظاہر ہوا کہ وہ بھی رب ہونے کے لائق نہیں تو حضرت ابراہیم نے یہ کہا کہ اگر اللہ مجھکو ہدایت نہ کرتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہوتا یعنی یا اللہ نے مجھکو ایسی عقل سلیم دی تھی کہ میں نے پہلے سے ہی رب کو پہچان لیا تھا اگر اللہ نے مجھے حق نہ کہہ دیا تو میں بھی اور ستارہ پرستوں کی طرح ستاروں کو رب سمجھتا جو ایک حالت پر باقی نہیں رہتے۔ اور ہر وقت گردش میں رہتے ہیں۔ اس قول میں اونھوں نے اپنی قوم کو یہ بھی سمجھا دیا کہ مجھکو اللہ نے ہدایت کی ہے اس لئے میں گمراہی سے بچ گیا تم اللہ کی ہدایت سے محروم ہو اسلئے گمراہی میں مبتلا ہو۔ اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم اپنی قوم کو الزام دینے کے لئے بحث کر رہے تھے۔ خود اون کا ایمان کامل ابتدا سے حاصل تھا اور یہ شبہ نہیں پیدا ہوا تھا کہ زہرہ اور چاند رب ہیں اسلئے کہ جب چاند کے بعد اونھوں نے کہدیا کہ اللہ نے مجھکو ہدایت کر دی ہے تو اسکے بعد وہ سورج کو رب کیسے سمجھتے پھر جو اونھوں نے سورج کو رب بتایا تو معلوم ہوا کہ فرضی طور سے قوم کے الزام دینے کے لئے گفتگو کرتے تھے اور یہی جمہور کا قول ہے فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ پھر جب دیکھا سورج کو روشن کہا یہ میرا رب ہے یہ بڑا ہے ف چونکہ سورج سے بڑا اور کوئی ستارہ نہیں ہے اس لئے حضرت ابراہیم نے سورج پر اپنی حجت کا تمام کر دیا۔ اور سب سے آخر میں اوس کو رب فرض کیا فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

پھر جب (سورج) چھپ گیا تو (ابراہیم) کہا کہ اے قوم میں بیزار ہوں اوس سے کہ شریک کرتے ہو تم
ف یعنی جن تاروں کو اور بتوں کو تم پوجتے ہو میں اون سے بیزار ہوں وہ معبود ہونے کے
لائق نہیں اس لئے کہ اون کی کوئی حالت باقی نہیں رہتی - اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں -
اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ میں نے متوجہ کیا اپنا رخ
اوسکی طرف جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اس طرح کہ میں حق کی طرف ہوں اور نہیں ہوں میں
مشرکین سے ف یعنی جب حضرت ابراہیم نے اپنی قوم پر حجت تمام کر دی اور سمجھا دیا کہ ستارے اور چاند
معبود بنانے کے لائق نہیں تو کہا کہ میں تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں اور میں نے اوسکی عبادت
کا قصد کیا ہے جو زمین آسمان کا خالق ہے اور دین اس میں حق پر ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں -
وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ اور جھگڑا کیا اوس سے اوس کی قوم نے ف یعنی قوم ابراہیم
کے لوگ جو کہ اکثر بت پرست تھے انہوں نے توحید کے مسئلہ میں حضرت ابراہیم سے جھگڑا
کیا اور یوں کہا کہ جو ہمارے معبود ہیں وہ تم سے ناراض ہو کر تمہیں صدمہ پہونچاویں گے قَالَ
اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ کہا (ابراہیم) نے کیا جھگڑتے ہو تم
مجھ سے اللہ میں اور بیشک اوس نے مجھے ہدایت کر دی ف یعنی کیا اللہ کی توحید میں تم مجھ سے بحث کرتے ہو
ہرگز تمہارا قول نہ مانونگا - اللہ نے مجھکو ہدایت کر دی ہے اور حق مجھ پر کھول دیا ہے وَلَآ اَخَافُ
مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ اور نہیں ڈرتا ہوں
میں اون سے جنکو تم اللہ کا شریک کرتے ہو - مگر جب کرنا چاہے میرا رب کسی چیز کو ف
یعنی تمہارے معبودوں سے میں نہیں ڈرتا اس لئے کہ اون سے کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی اور مجھکو مضرت
پہونچے گی تو خدا [illegible] سے پہونچ سکتی ہے - واصل یہ ہے کہ نفع نقصان پہونچانے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو

کسی کو نہیں جب وہی کسی کو مضرت پہونچاتا ہے تو مضرت پہونچتی ہے اوس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہونچا سکتا۔ پس بالفرض اگر کوئی مضرت تمہارے وسیلے پہونچے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوگی۔ مثلاً کوئی تارہ کسی پر ٹوٹ پڑے تو اوس میں اون تاروں کے اختیار کو کچھ دخل نہیں بلکہ یہ امر بھی اللہ کے حکم سے ہوگا

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ گھیر لیا ہے میرے رب نے ہر چیز کو علم سے کیا تم سمجھتے نہیں

ف یعنی اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کی مصلحت بھی جانتا ہے نفع نقصان بھی اوس کے علم میں مقرر ہو چکا ہے جہاں ہیں جس کسی کو نفع یا نقصان پہونچتا ہے اللہ کے علم کے مطابق پہونچتا ہے۔ اور اوس کی حکمت اور مصلحت کو بھی وہی خوب جانتا ہے۔ اوس کو یہ بھی خبر ہے کہ تم اوس کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہو۔ اور توحید کے مقابلہ میں مجھ سے بحث کرتے ہو مگر تمہارے معبودوں کو مطلق خبر نہیں کہ تم اون کو پوجتے ہو اور نہیں اون سے بیزار ہوں پھر وہ مجھے کیا نقصان پہونچائینگے اور بالفرض نقصان پہونچے تو مضرت پہونچانے کی اون کو کیا قدرت ہے۔ کیا یہ بات تم سمجھتے نہیں اور یہ خیال اور فائدہ تم کو دل میں نہیں معلوم ہوتا۔

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا اور کیسے ڈروں میں اون سے جنہیں تم شریک کرتے ہو حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کے ساتھ اوسے کہ نہیں اوتاری اللہ نے اوسکی تم پر کوئی دلیل۔

ف یعنی میں تمہارے اون معبودوں سے کیوں ڈروں انہیں کچھ بھی قدرت نہیں اور مجھے وہ کچھ مضرت نہیں پہونچا سکتے پھر مجھے خوف کا کیا محل ہے حالانکہ تم اللہ کے ساتھ مخلوق کو عبادت میں شریک کرتے ہو اور اس شرک سے نہیں ڈرتے اور اس شرک پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اوتاری یعنی اللہ نے یہ حکم نہیں کیا کہ تم اوس کے ساتھ کسی کو شریک کرو پھر بغیر اللہ کے حکم جو تم مخلوق کو اللہ کا شریک بناتے ہو تمکو اس گناہ پر بہت خوف کرنے کا موقع ہے اس لئے کہ اللہ کو سزا دینے کی بہت کچھ

اللہ کی طرف سے یہ ہو گیا کہ اس آیت میں ظلم سے ہرگز مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے اور ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آدمیوں پر بہت شاق ہوا اور
کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم میں سے وہ کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مراد نہیں جو تم سمجھتے ہو کیا تم نے سنا نہیں کہ نیک بندے نے (یعنی لقمان نے)
کیا کہا تھا کہ (یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم) اسی طرح یہاں ظلم سے شرک مراد ہے ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم
بظلم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ تو بھی انہیں میں سے ہے
اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ ایک سوار ہماری طرف کو آتا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید وہ تمہارے پاس آتا ہے ۔ جب وہ سوار ہم تک پہونچا تو اوس نے سلام کیا
ہم نے اوسکا جواب دیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے اوس نے
کہا کہ میں اپنے اہل و عیال سے آیا ہوں آپ نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے اوس نے کہا کہ میرا ارادہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا ہے آپ نے فرمایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گیا اوس نے
کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ تو اقرار کر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کا پابند ہو اور زکوٰۃ ادا کر ۔ اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ
کا حج کر اوس نے کہا کہ میں نے ان سب کا اقرار کیا اتنے میں اوس کے اونٹ کا پاؤں ایک چوہے کے
سوراخ میں جا پڑا ۔ اونٹ کے جھکنے سے وہ شخص سر کے بل نیچے گرا ۔ اور مر گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اوسکو سنبھالو عمار بن یاسر اور حذیفہ بن الیمان جھپٹ کر اوس کے پاس گئے اور اوسکو
بٹھایا اور کہا کہ یا رسول اللہ اوسکی جان نکل چکی ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ

دو فرشتے اوس کے موںہہ میں جنت کے پہل داخل کر رہے ہیں تو میں نے جانا کہ یہ بہوکا مرا ہے پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اون لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم الخ اور امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے حق میں یہی فرمایا کہ یہ اون لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عمل تہوڑا کیا اور اجر بہت پایا۔ پہر ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے تھے۔ حسب اتفاق ایک اعرابی اون کے سامنے آیا اور اوس نے کہا کہ یا رسول اللہ قسم ہے اوس کی جس نے تمکو حق کے ساتھ بہیجا ہے میں اپنا وطن اور اولاد اور مال چہوڑ کر اسلیے آیا ہوں کہ آپ کی ہدایت قبول کروں اور آپکا قول مانوں مگر میں آپ کے پاس اوسوقت پہونچا کہ زمین کی گہاس کے سوا میرے پاس کچہہ کہانے کو نہیں مجہے ایمان سکہائیے آپ نے اوسے ایمان سکہایا اوس نے قبول کیا۔ ہم سب لوگ اوس کے گرد جمع ہو گئے۔ اتنے میں اوسکی اونٹنی کا پانو ایک چوہے کے سوراخ میں جا پڑا اور وہ اعرابی نیچے گرا۔ اور اوسکی گردن ٹوٹ گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا تہا قسم ہے اوسکی جس نے مجہکو حق کے ساتھ بہیجا ہے اپنی وطن سے اور اولاد سے اور مال سے اس لیے نکلا تہا کہ میری ہدایت قبول کرے اور میرا قول مانے اور میرے پاس اوسوقت پہونچا کہ جب اوس کے پاس زمین کی گہاس کے سوا کچہہ کہانے کو نہیں رہا تہا تم نے سنا ہے کہ کوئی عمل تہوڑا کرے اور اجر بہت پاوے یہ اونہیں میں سے ہے کیا تم نے سنا ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم الخ – یہ اونہیں میں سے ہے

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ آتَيْنَاهَآ إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ط اور یہ ہماری حجت تہی کہ ہم نے عطا کی تہی ابراہیم کو اوسکی قوم پر۔ ف یعنی حضرت ابراہیم نے جو اپنی قوم کو الزام دیا اور اون پر امر حق کی حجت ثابت کر دی جسکا یہاں ذکر ہے یہ حجت ابراہیم کو اوس کی قوم کے مقابلہ میں ہم نے سکہائی تہی **نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَآءُ** ط بلند کرتے ہیں ہم درجات میں

جسکو چاہتے ہیں **ف** یعنی ابراہیم کا مرتبہ بلند کیا تھا اور ہم جسکو چاہتے ہین اوس کا مرتبہ بلند کرتے ہیں
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ؕ تحقیق رب تیرا (اے محمد) حکمت والا ہے
جاننے والا ہی **ف** یعنی اللہ بمقتضائے حکمت اپنے بندون کے مرتبے بلند کرتا ہے اور ہر ایک کی
استعداد اور فطرت کو جانتا ہے **وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ** ؕ
اور عطا کیے ہم نے اوسے اسحٰق اور یعقوب **ف** یعنی ابراہیم نے جو اپنی قوم پر حجت حق پوری
کی تو ہم نے اوسکا مرتبہ بلند کیا اور اوسکی اولاد مین بہت سے انبیا پیدا کیے چنانچہ ہم نے اوسے
اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اسحٰق حضرت ابراہیم کے بیٹے تھے اور یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے تھے
پوتا۔ یہ ہوا کہ ابراہیم کو اسحٰق سا بیٹا اور یعقوب سا پوتا عنایت کیا **كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا**
هَدَيْنَا مِن قَبْلُ اور ہر ایک کو ہدایت کی ہم نے اور نوح کو ہدایت کی تھی ہم نے
پہلے سے **ف** یعنی ابراہیم کے بیٹے اسحٰق اور پوتے یعقوب کو بھی ہم نے ہدایت کی تھی اور ابراہیم
سے پہلے نوح کو بھی ہدایت کی تھی۔ چنانچہ یہ سب نبی تھے ۔ حضرت ابراہیم و حضرت نوح پیغمبر کی اولاد مین
سے انہیں یہ بھی بزرگی دی کہ خود بھی پیغمبر تھے ۔ اور یہ بھی بزرگی دی کہ انکی اولاد مین پیغمبر پیدا کیے ۔
وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ
وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ؕ اور
اونکی اولاد سے (ہدایت کی ہم نے) داود کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسے اور ہارون
کو اور اسی طرح بدلا دیتے ہیں ہم نیکوں کو **ف** ذریت کے معنی اولاد کے ہیں ۔ مفسرین میں اسکا اختلاف
ہے کہ ذریتہ کی ضمیر کسطرف پھرتی ہے ابراہیم کیطرف یا نوح کیطرف ۔ اگر یہ ضمیر ابراہیم کیطرف
پھرے گی تو معنی یہ ہونگے کہ ابراہیم کی اولاد مین ہم نے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسے
اور ہارون کو پیدا کیا ۔ یہ معنی اس وجہ سے مناسب ہیں کہ یہان مقصود حضرت ابراہیم کا ذکر ہے ۔ اور

اونکی ذریت مین اتنے پیغمبرون کا پیدا ہونا اونکے واسطے بڑی بزرگی ہے - ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے مگر اس مین یہ شبہہ ہے کہ آیندہ اسی ذیل مین حضرت یونس اور حضرت لوط کا بھی ذکر ہے اور لوط حضرت ابراہیم کی اولاد مین نتھے یونس مین اختلاف ہے - اور اگر حضرت نوح کیطرف ضمیر پھیرین تو اسوجہ مناسب ہے کہ قریب او نہین کا نام ہے - اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے - مگر یہ شبہہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا ذکر چھوٹتا ہے حالانکہ یہان مقصود وہی ہے - پھر اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو حجت توحید بیان کرنے کا یہ بدلا دیا کہ اوس کا مرتبہ بلند کیا اور اوسکی اولاد مین بہت سے نبی پیدا کئے اسی طرح ہم نیکی کرنے والون کو بدلا دیتے ہین کسی کا عمل ضایع نہین کرتے - حضرت نوح کا نام سریانی زبان کا ہے اتقان مین لکھا ہے کہ وہ حضرت آدم کی وفات سے ایکسو چھبیس برس کے بعد پیدا ہوئے اونکا نسب نامہ حضرت آدم تک اسطرح ہے کہ نوح بن لمک ابن متوشلخ ابن اخنوخ ابن یرد ابن مہلائیل ابن انوش بن قینان ابن شیث ابن آدم علیہ السلام حضرت نوح کے بعد جتنے آدمی ہین سب انہین کی اولاد مین ہین - حضرت ابراہیم کا نام بھی سریانی زبان کا لفظ ہے - اونکا نسب نامہ اتقان مین یون لکھا ہے - ابراہیم بن تارخ ابن ناحور ابن ساروغ ابن راعو ابن فالخ ابن عابر ابن شالخ ابن ارفخشد بن سام بن نوح واقدی کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت آدم کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس کے بعد پیدا ہوئے - اور مستدرک مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایکسو بیس برس کی عمر مین اپنی ختنہ کی تھی اور اون کی عمر دوسو برس کی ہوئی - اور نووی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایکسو پچہتر برس کی ہوئی - حضرت اسحق علیہ السلام حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے ہین اونکی عمر ایکسو اسی برس کی ہوئی - یعقوب علیہ السلام حضرت اسحق کے بیٹے ہین اونکا نام اسرائیل تھا اونکی عمر ایکسو چوالیس برس کی ہوئی - حضرت داود علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے داود بن ایشا ابن عوبد ابن باعر ابن سلمون بن نحشون بن عمی بن یارب ابن رام بن حصرون ابن فارص ابن یہود بن یعقوب ترمذی مین ہے کہ وہ سب مین زیادہ عبادت کرنے والے تھے - اون کی خوش آوازی مشہور ہے زبور اون پر

نازل ہوئی تہی نبوت اور سلطنت دونون اونکو حاصل نہین - نووی نے اہل تاریخ کا قول نقل کیا ہے کہ اونکی
عمر سو برس کی ہوئی اور چالیس برس اونہون نے سلطنت کی اور اونکے بارہ بیٹے تہے اونکا زمانہ حضرت موسیٰ
سے پانسو چہانوے برس کے بعد تہا - حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود کے بیٹے تہے اور بڑے عقلمند
تہے کہ جب وہ صغیر سن تہے تب بہی اونکے باپ اون سے مشورہ کیا کرتے تہے ابن جبیر نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ تمام زمین پر سلطنت کرنے والے دو بادشاہ مومن ہوئے ہین سلیمان اور ذوالقرنین
اور دو کافر ہوئے ہین نمرود اور بخت نصر - مورخین کا قول ہے کہ تیرہ برس کی عمر مین انکو سلطنت ملی سلطنت
کے چار برس کے بعد بیت المقدس کی بنیاد شروع کی اونکی عمر ترپن برس کی ہوئی اونکا زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ولادت سے ایکہزار سات سو برس پہلے تہا - حضرت ایوب علیہ السلام کی نسبت اتقان مین لکہا ہے
کہ صحیح قول یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل مین تہے ابن جریر نے اونکا نسب نامہ اسطرح لکہا ہے کہ ایوب ابن موص
بن رزاح بن عیص ابن اسحٰق ابن ابراہیم - ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ اونکی ماں حضرت لوط کی بیٹی تہین - اور دادا اون کے
باپ حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تہے اس صورت مین وہ حضرت موسیٰ سے پہلے ہونگے - ابن جریر نے
کہا ہے کہ وہ حضرت شعیب کے بعد تہے - ابن ابی خیثمہ کا قول ہے کہ وہ حضرت سلیمان کے بعد تہے
جب اللہ نے اونکو مرض مین مبتلا کیا تو اونکی عمر ستر برس کی تہی اور سات برس تک یا تیرہ برس تک یا تین
برس تک مرض مین مبتلا رہے - طبرانی نے روایت کی ہے کہ اونکی عمر ترانوے برس کی ہوئی -
حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب کے بیٹے تہے اونکا حسن مشہور ہے - مستدرک مین حسن بصری سے
منقول ہے کہ حضرت یوسف جب کوئین مین ڈالے گئے تو اونکی عمر بارہ برس کی تہی اور جب اپنے باپ
سے ملے تو اونکی عمر اسی برس سے زیادہ تہی - ایکسو بیس برس کی عمر مین اونکا انتقال ہوا - اور وہ حضرت
موسیٰ سے چار سو برس پہلے تہے - حضرت موسیٰ علیہ السلام بہی بنی اسرائیل مین تہے - اونکا نام سریانی
زبان کا ہے - اونکا نسب نامہ اتقان مین یون لکہا ہے - موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی

ذکر حضرت سلیمان
ذکر حضرت ایوب
ذکر حضرت یوسف
ذکر حضرت موسیٰ

ابن یعقوب علیہ السلام - ثعلبی کا قول ہے کہ اونکی عمر ایکسو بیس برس کی ہوئی اونکا زمانہ حضرت ابراہیم سے پانسو پینسٹھ برس کے بعد تھا حضرت ہارون حضرت موسے کے بھائی تھے اور عمر میں حضرت موسے سے ایک سال بڑے تھے - وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ اور (ہدایت کی ہمنے) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو ہر ایک صالحین میں سے تھا ف صلاح کے معنی ہیں اچھے کام کرنا اور برے کاموں سے بچنا ان انبیا کو اللہ نے صالحین میں سے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صلاح میں کامل تھے حضرت زکریا حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل میں ہیں اور جب اونکو بیٹے کی بشارت ملی تھی اوسوقت اونکی عمر بانوے برس کی تھی - حضرت یحییٰ اونکے بیٹے تھے جو حضرت عیسے سے چھہ مہینے بڑے تھے اول حضرت یحییٰ کو کافرون نے قتل کیا اونکے بعد حضرت زکریا کو بھی قتل کیا اور اس کے وبال میں اون ظالمون پر اللہ نے بخت نصر کو مسلط کیا - حضرت عیسے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے مگر انکی ماں مریم بنت عمران بنی اسرائیل میں سے تھین اسی وجہ سے حضرت عیسی بنی اسرائیل میں سمجھے جاتے ہیں - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے یحییٰ بن یعمر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تم قرآن سے یہ ثابت کرتے ہو کہ حسنؓ اور حسینؓ ذریت رسول تھے مین نے اول سے آخر تک قرآن پڑھا مجھے یہ مضمون قرآن مین کہیں نہیں ملا اسکے جواب میں یحییٰ نے یہی آیت سورۂ انعام کی پیش کی اور کہا کہ اللہ نے حضرت عیسے کو ذریت ابراہیم سے کہا اور چونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اسلئے ماں کے نسب کا اعتبار کیا اسی طرح حسن اور حسین ذریت رسول ہیں - حضرت الیاس کی نسبت اتقان میں لکھا ہے کہ ابن اسحق کا قول یہ ہے کہ الیاس کا نسب نامہ یون ہے - الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون اخی موسے علیہ السلام اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت یوشع کی اولاد میں ہیں - وہب کا قول ہے کہ اونکو بھی خضر کی طرح عمر درازی ملی ہے اور آخر زمانہ تک زندہ رہیں گے - اور ابن مسعود سے یہ منقول ہے کہ حضرت ادریس کا نام

الیاس ہے خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ الیاس حضرت اسمعیل کی اولاد میں
ہیں بیضاوی میں لکھا ہے کہ اگر الیاس اور ادریس ایک سمجھے جاویں تو وہ نوح کے دادا ہوتے ہیں اور اس
صورت میں ذریت ابراہیم کا بیان پہلی آیت سے منقطع سمجھا جاوے گا خفاجی نے لکھا ہے کہ اس
صورت میں ومن ذریتہ کی ضمیر نوح کیطرف بھی نہیں ہو سکتی اسلئے کہ الیاس ذریت نوح سے بھی نہ تھے
مگر اس سے پہلے خفاجی اسی قول کو ترجیح دے چکا ہے کہ الیاس ذریت ابراہیم سے ہے اور بحوالہ جامع
الاصول کسائی سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت یونس اور الیاس دونو ذریت ابراہیم سے ہیں اور اگر غور کیا جا
تو اس آیت میں بھی اشارہ اسی طرف ہے کہ الیاس ذریت ابراہیم سے ہیں اسلئے اللہ نے ذریت
ابراہیم کے ذیل میں انکا ذکر کیا

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۶﴾

اور (ہدایت کی ہمنے) اسمعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو ۔ اور ہر ایک کو فضیلت دی ہمنے عالم والوں پر ف یعنی انبیا کو
اور تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے جو نبی نہیں اور چونکہ یہ فضیلت نبوت کی وجہ سے ہے اسلئے
اس فضیلت میں وہ انبیا بھی شامل ہیں جن کا ذکر بیان نہیں ہوا ۔ اور اس آیت سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ انبیا ملائک سے افضل ہیں — حضرت اسمعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے
تھے اور حضرت اسحق سے چودہ برس بڑے تھے انکی عمر ایکسو سینتیس ۱۳۷ برس کی ہوئی اور حضرت ابراہیم
کے انتقال کے وقت اونکی عمر اٹھاونے برس کی تھی انہیں کی اولاد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے ہیں ۔ اور کوئی نبی نہیں ہوا — حضرت یسع کے نسب میں تین نام مورخین نے لکھے ہیں یسع بن
اخطوب بن عجوز اس سے اوپر انکے نسب کا حال معلوم نہیں ہوا ۔ وہب کا قول یہ ہے کہ وہ حضرت الیاس
کے رفیقوں میں تھے اور انکا زمانہ حضرت یحیی اور زکریا اور عیسی علیہ السلام سے پہلے تھا ایک قول یہ
بھی ہے کہ یسع حضرت خضر کا نام ہے بہرحال اس میں شک نہیں کہ وہ نبی اسرائیل میں تھے ۔ خفاجی نے

حضرت اسمعیل کا بیان

حضرت یسع کا بیان

ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یوشع کے نام کو اہل عرب نے یسع کر لیا ہے۔ حضرت یونس
علیہ السلام ابن متی مشہور ہیں۔ اتقان میں ہے کہ تفسیر عبد الرزاق میں لکھا ہے کہ متی اونکی ماں کا نام تھا
مگر ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ انکے نسب کا سلسلہ معلوم نہیں ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ وہ اوس
زمانہ میں تھے جب ملک فارس میں جدا جدا بہت سی سلطنتیں ہو گئی تھیں۔ جو ملوک الطوائف کے نام سے
مشہور ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ کم سے کم ایک دن کا قول ہے
اور سب سے زیادہ چالیس دن کا اور باقی اقوال اس کے درمیان میں ہیں۔ بقول راجح یہ بھی بنی اسرائیل میں
تھے۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے اونکے باپ کا نام ہارون تھا جو حضرت ابراہیم کے
بھائی تھے چونکہ بھتیجا بھی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اسلئے اونکو اللہ نے ذریت ابراہیم میں شامل کیا۔
اس موقع پر اللہ نے اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر کیا۔ ان کے سوا سات پیغمبر جنکے نام قرآن میں اور ہیں اور وہ
حضرت آدم اور ادریس اور شعیب اور صالح اور ہود اور ذو الکفل اور محمد علیہم السلام ہیں انہیں پچیس
پیغمبروں پر تفصیلی ایمان لانا واجب ہے۔ یہاں جو نام مذکور ہوئے نہ زمانے کی ترتیب سے ہیں نہ
مرتبہ کی ترتیب سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ترتیب کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ مراتب انبیا میں سے پہلا مرتبہ
یہ ہے کہ نبوت اور سلطنت دونو جمع ہوں۔ حضرت داود اور سلیمان میں دونوں جمع تھیں اسلئے سب سے
پہلے بنی اسرائیل میں اونکا ذکر کیا۔ دوسرا مرتبہ بلا رشدید پر صبر کرنے کا ہے۔ اسلئے اون کے بعد
حضرت ایوب کا ذکر کیا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بلا رشدید بھی پیش آئے ہوا اور سلطنت بھی ملی ہو دونو مرتبہ
ایک ذات میں جمع ہوتے ہوں یہ حالت حضرت یوسف کی ہوئی اس لئے بعد ایوب کے حضرت یوسف
کا ذکر کیا۔ چوتھا مرتبہ فضائل انبیا میں قوت معجزات اور کثرت دلائل نبوت اور حصول ہیبت عظیم کا ہے
یہ مرتبہ ان سب میں زیادہ حضرت موسے اور ہارون کو حاصل ہوا۔ اور اسی مرتبہ کی ترتیب سے اون کے
نام مذکور ہوئے۔ پانچواں مرتبہ زہد اور ترک دنیا کا ہے۔ یہ صفتیں حضرت زکریا اور یحیی اور عیسی

اور الیاس علیہم السلام مین زیادہ نہین اسی لیے اللہ نے ان کی صفت مین صالحین کہا ہے چہارم مرتبہ اون انبیا کا ہے جن کے بعد اونکے اتباع باقی نہین ہے اور وہ حضرت اسمعیل اور یونس اور لوط تھے انہین مراتب کی ترتیب سے انبیا کے نام مذکور ہین واللہ اعلم وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ اور (ہدایت کی ہمنے) بعض کو اون کے باپ دادون اور اونکی اولاد سے اور اونکے بھائیون سے ف یعنی ان انبیا پر ہمنے یہ بھی عنایت کی کہ اونکے متعلقین مین سے بھی بعض کو ہدایت کی اور چونکہ بعض انبیا کے اولاد نہین ہوئی اور بعض کے اصول یا فروع یا بھائیون مین سے کوئی ہدایت سے محروم بھی رہا اسلیے اللہ نے کلمہ مین ذکر کیا جس سے بعض کے معنی پیدا ہوگئے یعنی یہ نعمت اسطرح نہین دی گئی کہ اون کے سب باپ دادے اور سب اولاد اور سب بھائی ہدایت پالیے بلکہ اون مین سے بعض کو ہدایت دی گئی۔ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اور بزرگ کیا ہمنے اونکو اور ہدایت کی ہمنے اونکو سیدھے رستے کیطرف ف یعنی ان انبیا کو ہمنے بزرگی دی اور دین حق کی ہدایت کی بلکہ اونکو ایسی کامل ہدایت کی کہ وہ اوروں کے ہادی ہے ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ یہ اللہ کی ہدایت ہے ہدایت کرتا ہے اوسکی جسکو چاہتا ہے اپنے بندون مین سے ف یعنی دین حق جسکی توفیق ابراہیم اور انبیا ذریت ابراہیم کو دیگئی اللہ کیطرف سے ہدایت ہے اور اللہ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے اوسی کو دین حق کی ہدایت کرتا ہے سو اس سے ثابت ہوا کہ ہدایت اوسی کو ہوتی ہے جسپر اللہ کا فضل ہوتا ہے وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور اگر وہ شرک کرتے تو البتہ برباد ہوجاتا اون سے جو وہ عمل کرتے تھے ف یعنی اگر انبیا باوجود اس کے شرک مین مبتلا ہوتے تو شرک سے پہلے جتنے اونھون نے عمل کیے ہین

سب برباد ہو جاتے اور ان کے مرتبہ کا کچھ بھی لحاظ نہ ہوتا۔ اور یہی حالت اونکی بھی ہو جاتی جو شرک کی
صورت میں اونکی ہوتی ہے۔ اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ شرک اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے **أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ** ۚ یہی ہیں وہ لوگ
کہ دی ہم نے اونکو کتاب اور حکمت اور نبوت ف کتاب دینے سے یہ مراد نہیں کہ ہر نبی کو جدا کتاب
ملی بلکہ جتنے نبی ایک کتاب کے ماننے والے ہیں سب کو وہ کتاب ملی حکم سے فیصلہ مراد ہے **فَإِن يَكْفُرْ
بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ**
پھر اگر کفر کریں نبوت کے ساتھ یہ لوگ تو بیشک مقرر کیا ہم نے اوس کے ساتھ ایک ایسی قوم کو کہ نہیں ہیں اس کے منکر
ف ہؤلاء سے مراد کفار قریش ہیں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس اور سعید بن مسیب
اور ضحاک اور قتادہ اور سدی وغیرہ سے یہی منقول ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کفار مکہ نبوت کے منکر ہیں تو
ہم نے نبوت کے ماننے کے لئے ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ اوس کے منکر نہیں اور اوس قوم سے مراد
تمام صحابہ اور اونکے پیرو مسلمان ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے
اے محمد جس طرح تجھکو نبوت ملی ہے ایسے ہی انبیاء سابقین کو بھی ملی تھی۔ پھر اگر کفار مکہ نبوت کے منکر ہیں
تو کچھ پرواہ مت کر ہم نے نبوت کے ماننے والے اور لوگ مقرر کر دئے ہیں۔ چونکہ اس سورت کے
نزول کے وقت مکہ میں اسلام بہت ضعیف تھا اس لئے اللہ نے اپنے پیغمبر کی تسکین کے واسطے
یہ خبر غیب کی ظاہر کر دی کہ ہم نے ایک قوم کو تمہاری مدد کے لئے مقرر کر دیا ہے جو آخر میں تمہارے
ساتھ ہونگے **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ** ۗ
یہی ہیں وہ لوگ کہ ہدایت کی ہے اللہ نے اون کو پس اون کی ہدایت کی پیروی کر ف اللہ اپنے
پیغمبر کو حکم کرتا ہے کہ جن انبیاء کا ہم نے ذکر کیا ہے اونکو ہم نے ہدایت کی تھی تو بھی اونکی ہدایت کی پیروی کر
یعنی اونکی طرح توحید پر قائم رہ اور شرک کا رد کر اور قوم کے انکار پر صبر کر۔ مفسرین نے لکھا ہے
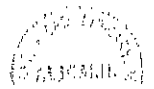
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبیاء سابقین کی پیروی کا حکم ہوا یہ حکم عقاید اور ایمان کی باتون مین ہے جو اصول دین ہین اور اخلاق وصفات حمیدہ مین ہے فروعات مسائل مین اونکے اقتدا کا حکم نہین اسلیے کہ احکام فروعی کی مصلحت ہر زمانے مین مختلف ہوتی ہے - اس آیت سے علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا مین افضل ہین اسلیئے کہ اللہ نے اونکو اس آیت مین یہ حکم کیا کہ جو ہدایت انبیاء سابقین کو دی گئی تہی اونکی پیروی کر اور اس کے معنی یہی ہوتے ہے کہ شکر اور صبر اور زہد اور عبادت وغیرہ جتنے کمالات اون انبیا مین تہے سب حاصل کر اور یہ بہی ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز قصور نہ آیا اور تمام فضائل انبیاء سابقین کے حاصل کئے ہونگے اور جب تمام انبیا کے فضائل رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین جمع ہوگئے تو ہر نبی سے افضلیت ثابت ہوگئی اسلئے کہ جو فضائل اون مین متفرق تہے وہ سب یہان موجود تہے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ؏ تو کہدے کہ نہین مانگتا ہون مین تمسے اس پر اجرت نہین ہے وہ مگر نصیحت واسطے عالمون کے یعنی تو کہدے کہ مین جو تمکو اللہ کا کلام پہونچاتا ہون اس پر کچھ اجرت نہین مانگتا - جیسے کہ پہلے انبیا نے تبلیغ رسالت پر اجرت نہین مانگی - پس یہ امر بہی منجملہ اقتدا انبیاء سابقین کے ہے - مطلب یہ ہے کہ تو کہدے کہ تم قرآن کو کیون نہین سنتے اور میری ہدایت کو کیون قبول نہین کرتے اس پر مین تمسے کچھ اجرت بہی نہین مانگتا جو تمپر وہ ناگوار ہو - اور اس قرآن مین جو کچھ ہے سب عالم کے لئے نصیحت ہے نصیحت کے سوا کچھ اور نہین - پہر تم نصیحت کے سننے سے کیون بہاگتے ہو - یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سب عالمون کے لیئے نصیحت ہے - اس سے علما نے یہ بہی ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دنیا کے لیئے تہی کسی قوم سے مختص نہی - وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ

ف — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے افضل ہین

ف — رسول اللہ صلعم کی رسالت عام ہے تمام عالم کو

اور نہ پہچانا اونہون نے اللہ کو حق اوس کے پہچاننے کا جب کہ کہا اونہون نے کہ نہین اوتارا اللہ نے کسی انسان پر کچھ **ف** یعنی جو یہ کہتے ہین کہ اللہ نے کسی آدمی پر وحی نہین بھیجی اور کسی کو پیغمبر نہین بنایا اونہون نے اللہ کو ایسا نہ پہچانا جیسا کہ اوس کے پہچاننے کا حق تہا اسلئے کہ اللہ رحیم ہے اور اوسکی رحمت مقتضی اس امر کو ہے کہ کسی آدمی کو اپنا رسول مقرر کرکے اپنے احکام بندون تک پہونچاوے اور رسول کے واسطہ سے نجات کا طریقہ بندون کو بتاوے تاکہ بندے اوس پر عمل کرکے مستحق ثواب اخروی کے ہون اور آخرت مین جنت کی نعمتین حاصل کرین۔ پس جنہون نے نبوت کا انکار کیا انہون نے اللہ کی رحمت کا انکار کیا۔ اور اللہ کو ایسا نہ پہچانا جیسا اوس کے پہچاننے کا حق تہا

قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ

کہہ کسنے نازل کیا ہے وہ کتاب کہ لائے اوسکو موسے ایسی کہ نور اور ہدایت تہی آدمیون کے لئے بناتے ہو تم اوسے ورق ورق ظاہر کرتے ہو تم اوسے اور چہپاتے ہو تم اوسے بہت اور سکہائے گئے تم جو نہ جانتے تہے تم اور نہ تمہارے باپ دادا **ف** یعنی اے پیغمبر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اللہ نے کسی پر کتاب نازل نہین کی تو اس کے جواب مین اون سے کہہ دے کہ موسے جو کتاب لائے تہے یعنی توریت جو آدمیون کے لئے نور اور ہدایت تہی وہ کسنے نازل کی تہی جسکو تم ورق ورق بناتے ہو کچھہ ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چہپاتے ہو تم کو وہ باتین سکہائی گئین جو تمہارے باپ دادا کو بہی معلوم نہ تہین۔ یعنی توریت کے ذریعہ سے وہ باتین تم پر ظاہر ہو گئین جو پہلے معلوم نہ تہین۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت مین خطاب کسکی طرف ہے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن عباس اور مجاہد اور عبد بن کثیر کا یہ قول ہے کہ یہ آیت

قریش کے حق میں نازل ہوئی اور اسی قول کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہود کے ایک گروہ خاص کے حق
میں ہے پر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہی قول صحیح ہے کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے اسلیے کہ آیت کی ... اور یہود نزول کتب سماوی کو
... تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس قول میں یہ شبہ ہے کہ کفار قریش تو سب انبیا کے منکر تھے پھر ان پر نزول توریت سے
الزام کیونکر صحیح ہوگا اسلیے کہ جس طرح وہ قرآن کا انکار کرتے تھے اسی طرح توریت کا بھی انکار کرتے تھے
اسکے علاوہ یہ جو اس آیت میں مذکور ہے کہ تم توریت کے ورق ورق جدا جدا کرتے ہو۔ کچھ ظاہر کرتے ہو
اور بہت سا چھپاتے ہو ۔ یہ فعل بھی قریش کا نہیں بلکہ یہود کا ہے ۔ آخر کو صاحب تفسیر کبیر نے یہ فیصلہ
کیا ہے کہ کفار قریش کا میل جول یہود و نصاریٰ سے بھی تھا اور ان دونوں گروہوں کے ذریعہ سے
انکو انبیاء سابقین کے اکثر حالات اور معجزات بطور تواتر معلوم ہوگئے تھے ۔ پس اس آیت میں اللہ نے
ان کفار کو الزام دیا ہے جن کو توریت کا حال معلوم تھا ۔ اور چونکہ یہود بھی قرآن کے انکار میں کفار مکہ
کے ساتھ شریک تھے اسلیے اللہ نے اس آیت کے آخر میں انکی طرف بھی خطاب کیا ۔ بیضاوی نے
اور صاحب جلالین نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اول سے ہی اس آیت میں یہودیوں کی طرف خطاب ہے
اور اگر غور کیا جائے تو یہی قول سب میں اچھا ہے ۔ اور دوسرے قول کی نسبت اسی قول میں مشکل کم ہے
اسلیے کہ مشکل صرف اسی قدر ہے کہ یہ سورت مکی ہے ۔ اور یہود مکہ میں نہ تھے ۔ مگر اسکا جواب یہ ہے
کہ مکی سورتوں میں اگر کہیں خطاب یہود سے بھی واقع ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ۔ اسلیے کہ یہود و نصاریٰ عرب
میں موجود تھے اور انکا میل جول کفار مکہ سے تھا اور مکہ میں آمد و رفت بھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مخالفت کرنے میں دونوں فریق شریک تھے ۔ بلکہ یہود کفار مکہ کو مخالفت کی ترغیب دیتے
تھے ۔ دوسری مشکل یہ باقی رہی کہ یہود تنزیل کتب سماوی کے منکر نہ تھے ۔ اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے
کہ تعصب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے مذہب کے
خلاف ایسا قول اختیار کیا ہوگا ۔ اور اسمیں انکو تالیف اور موافقت اہل مکہ کی منظور ہوگی ۔ بعض مفسرین نے

کہا ہے کہ قرآن سے انکار میں یہود یہاں تک بڑہ گئے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کا بہی انکار کردیا تہا

تفسیر ابی سعود حاشیہ بیضاوی میں لکہا ہے کہ ابن جریر اور طبرانی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مالک بن صیف یہودی کو غصہ دلایا اُس غصہ کے جوش میں اُسکی زبان سے

یہ نکلا کہ اللہ نے کوئی کتاب بشر پر نازل نہیں کی اصل قصہ اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن صیف

سے یہ پوچہا کہ میں تجہے اُس اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے توریت موسی پر نازل کی تہی کیا تو نے توریت میں یہ

مضمون دیکہا ہے کہ اللہ فربہ عالم کو ناپسند کرتا ہے اُس نے جواب دیا کہ ہاں توریت میں یہ مضمون مذکور ہے تب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو فربہ عالم ہے اور یہودیوں سے تو بہت سا مال حاصل کرتا ہے جسکو

کہا کہا کر موٹا ہوا ہے اسپر سب لوگ ہنس پڑے اسپر مالک بن صیف کو بہت غصہ آیا اور اُس نے حضرت عمر کی طرف

متوجہ ہوکر کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شئی یعنی اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں نازل کی تب یہودیوں نے

اُس سے کہا کہ تو نے ایسا قول کیوں کہا اُس نے جواب دیا کہ مجہکو محمد نے غصہ دلایا تہا اُس غصہ کے جوش میں

میری زبان سے نکل گیا اُسپر یہودیوں نے اُسکو سرداری سے موقوف کردیا اور اُسکی جگہ کعب بن اشرف کو

مقرر کیا اس قصہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُسکو غصہ دلایا تہا اسمین یہی مصلحت

تہی کہ وہ کوتہ اندیش غصہ کے جوش میں کوئی ایسی بات منہ سے نکالیگا جسکی وجہ سے اُسکی قوم اُس سے ناراض ہوکر

اُسکو مردود کر دیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو اللہ نے فرمایا کہ تمکو ایسی باتین بتائی گئین جو تمہارے باپ دادا کو

معلوم نہ تہین یہ جملہ یا تو توریت کی صفت میں ہے تب تو اس کے معنی ظاہر ہین اسلیے کہ توریت سے بہت سی باتین

ایسی معلوم ہوگئین جنکی پہلے خبر نہ تہی مگر بیضاوی نے اس کے معنی یہ لکہے ہین کہ اے یہود محمد کے واسطے سے

تمکو بہت سی باتین ایسی معلوم ہوگئین جو پہلے سے معلوم نہ تہین اسلیے کہ قرآن میں پہلی امتون کے بعضے قصے ایسے

مذکور ہین کہ یہودیوں کو معلوم نہ تہے اور اس صورت میں تقریر الزام کی اسطرح ہوئی کہ اول تنزیل توریت سے

اس قول کا رد کیا کہ اللہ کا کسی انسان پر کوئی کلام نازل نہیں ہوا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ پیغمبر پر کتابین نازل ہوئی ہین

پھر خاص قرآن کی تصدیق کے واسطے یہ دلیل پیش کی گئی کہ بہت سی نئی باتیں تمکو قرآن سے معلوم ہوئیں اگر قرآن
مِن جانب اللہ نہوتا تو پہلی امتوں کی ایسی خبریں اسمین کیسے مذکور ہوتیں جنکی تمکو اور تمہارے باپ دادا کو خبر نہ تھی
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ۝ تو کہدے اللہ نے نازل
کی ہے پھر چھوڑ دے انکو اپنی فضول باتوں میں کھیلتا ہوا ف یہ جو سوال تھا کہ توریت کس نے نازل کی ہے
اسکا جواب سوا اسکے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ اللہ نے نازل کی ہے اے محمد یہی جواب دیکر انپر حجت تمام کردے
اور اگر نہ مانیں تو انکو اپنی فضول بحث میں چھوڑدے تو پروا نہ کر وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ
مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى
وَمَنْ حَوْلَهَا ط اور یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی تصدیق کرنیوالی
اس کتاب کی جو اسکے پہلے ہے تاکہ ڈراوے تو مکہ والوں کو اور انکو جو اسکے گرد اسکے ہیں ف
پہلی آیت میں اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو یہ کہتے تھے کہ اللہ نے کوئی کتاب کسی آدمی پر نازل نہیں کی اور اس سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہونا کوئی نئی اور عجیب بات نہیں اب اللہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن
ایسی کتاب ہے جو ہم نے نازل کی برکت والی ہے اور پہلی کتابوں یعنی توریت وغیرہ کی تصدیق کرنے والی ہے۔
برکت والی ہے سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب میں اول سے آخر تک ایسے مضامین ہیں جن سے بہت کچھ خیر و برکت
حاصل ہوتی ہے اللہ کی معرفت اسی سے حاصل ہوتی ہے اور اسکے احکام اسی کتاب سے معلوم ہوتے ہیں
اسمیں جنت کی ترغیب اور عذاب کا ڈراوا اسطرح مذکور ہے جو نیکیوں کے اختیار کرنے اور گناہوں سے بچنے کیلئے
نہایت موثر ہے اخلاق کی درستی اور نفس کی پاکی اسی کتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے
تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ کی عادت اسطرح جاری ہے کہ جو شخص قرآن کا شغل رکھتا ہے اور اسپر عمل کرتا ہے
اسکو عزت دنیا اور سعادت آخرت حاصل ہوتی ہے پھر امام لکھتے ہیں کہ میں نے بہت سے علوم نقلیہ اور عقلیہ نقل
کیے مگر جو سعادت دین و دنیا کی مجھکو قرآن کی خدمت سے حاصل ہوئی کسی اور کتاب سے حاصل نہیں ہوئی۔

خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین امام کے اس قول کو نقل کرکے لکہا ہے کہ ہر زمانے مین یہی تجربہ ہوا ہے
کہ جو شخص قرآن کا شغل رکہتا ہے اُسکو دین و دنیا کی برکت حاصل ہوتی ہے پہلی کتابون کا تصدیق کرنے والا
اسکو اس لیے کہا کہ قرآن مین یہ خبر دیگئی ہے کہ انبیا سابقین کتابین مثل توریت اور انجیل کے نازل ہوئی ہین
اور جو عقاید اور ایمان کی باتین پہلی کتابون مین مذکور تہین وہی اسمین ہین یہ دونو صفتین جو قرآن کی مذکور ہوئین
یہ اُسکے من اللہ ہونے کی دلیلین ہین پہر اللہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب ہمنے اسلیئے نازل کی ہے کہ اے محمد تو اس
مکہ والون کو اور اُن لوگون کو ڈراوے جو مکہ کے گرد رہتے ہین مکہ کے گرد رہنے والون مین تمام جہان شامل ہے
سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ اُمّ القریٰ سے مکہ مراد ہے ام القریٰ کے یہ معنی ہین کہ وہ سب قریون کی ما
یعنی اصل ہو اُسکو ام القریٰ اسلیئے کہا کہ تمام جہان مین جتنے قریہ ہین اُنکے رہنے والون کا قبلہ وہی ہے اور
سب حج کے لیے مکہ مین آتے ہین جیسے کہ بچے اپنی مادر مشفقہ کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے ہین اور اسلیئے
کہ مکہ کا مرتبہ سب قریون سے بڑا ہے لہٰذا وہ اصل ہے اور سب قریے اُسکی فرع ہین اور اسلیئے کہ مکہ مین خانہ
کعبہ ہے اور دنیا مین سب سے پہلا خانہ یہی تعمیر ہوا ہے اس لیے گویا سب بستیون کی اصل ہے اور اسلیئے کہ
پہلی زمین کا وہی حصہ پیدا ہوا تہا اور اُسی کو پہیلا کر سب طرف زمین بنائی گئی اس آیت مین جو اللہ نے مکہ کو مرکز
اور اصل قرار دیا اور بستیون کو اُسکے گرد فرمایا اسی وجہ سے مکہ کا نام ناف زمین بہی مشہور ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تمام جہان کے ڈرانے والے تہے مگر مکہ کی تخصیص اسلیئے کی کہ سب سے پہلے
ڈرانے کے مستحق وہی لوگ تہے اسلیئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوم اور قرابت والے تہے اور
قرآن انہین کی زبان مین نازل ہوا تہا بعض یہود اس آیت سے یہ بات نکالتے تہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت مکہ اور اُسکے گرد کی بستیون سے مخصوص ہے جسطرح مخصوص تہی جیسے پہلے نبیون کی
رسالت اُنکی قوم سے مخصوص تہی مگر یہ استدلال ہرگز صحیح نہین اسلیئے کہ قرآن مین دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے
تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا

یعنی اللہ نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ڈرائے سب عالم والوں کو اور ... یہ
مضمون قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے وَالَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ ط اور جو ایمان رکھتے ہیں آخرت پر ایمان لاتے ہیں قرآن پر اور وہ اپنی نماز پر
پابند ہوتے ہیں **ف** آخرت پر ایمان لانے والے ضرور نجات کا طریقہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ
عذاب اخروی سے نجات ملے اور جب غور و فکر کرتے ہیں تو نجات کا طریقہ قرآن سے ملتا ہے اسلئے اسپر ایمان
لاتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اطاعت میں سب سے ضروری نماز کی پابندی ہے اسلئے
اسکی تخصیص کی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ
اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا
اَنْزَلَ اللّٰهُ ط اور کون ظالم ہے اس سے زیادہ جس نے بنایا اللہ پر بہتان یا کہا مجھ پر وحی بھیجی گئی ہے
اور نہیں وحی بھیجی گئی اسکی طرف کچھ یا کہا میں بھی نازل کرونگا اسی کی مثل جو اللہ نے نازل کیا ہے **ف**
حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں یہی سب میں بڑھ کر ظالم ہیں۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے
وہ ہیں جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں یا اسکا بیٹا بتاتے ہیں یا اپنی طرف سے احکام بنا کر خدا کے حکم بتاتے
ہیں اور نبوت کا جھوٹا دعوی کرنیوالے بھی اسی میں شامل ہیں مگر اللہ نے اسکو بتخصیص جدا بھی ذکر کر دیا
کہ جو نبی کا دعوی کرے حالانکہ اسپر کچھ وحی نازل نہیں ہوئی جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے کیا اور وہ
شخص جو یہ کہے کہ جیسا اللہ کا کلام ہے ایسا میں بھی بنا لونگا یہ حالت بعض کفار قریش کی تھی جن کی نسبت اللہ
نے دوسری جگہ یہ فرمایا ہے کہ قرآن کو سنکر وہ کہتے تھے کہ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی ایسا کہہ دیتے اور عبداللہ
بن سعد بن ابی سرح کی بھی یہی حالت ہوئی۔ بیضاوی میں لکھا ہے کہ ابن سرح کاتب وحی تھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اس سے قرآن لکھوایا کرتے تھے جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ

ف عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا حال

نازل ہوئی تو ابن ابی سرح نے اسکو سنکر بطور تعجب کے اپنی طرف سے یہ کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین
حسب اتفاق جو لفظ ابن ابی سرح کی زبان سے نکلے یہی آیت اسکے آگے نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہی لکھو یہی نازل ہوا ہے یہ سنکر ابن ابی سرح نے کہا کہ اگر محمد سچے ہین تو جسطرح وحی اُنپر آتی ہے
مجھپر بھی آئی اور اگر جھوٹے ہین تو جیسے اُنہون نے کہا مین نے بھی کہدیا۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین
لکھا ہے کہ ابن عطیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ اسی قصہ مین یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عرفہ نے اسکو غیر صحیح
کہا ہے مگر اُسکی کوئی وجہ نہین بیان کی اور ابن سید الناس نے اپنی سیرت مین لکھا ہے کہ اسکے بعد حضرت
عثمانؓ نے ابن ابی سرح کی سفارش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیقدر ملامت کے بعد
اُنکو قبول کرلیا اور پھر اُن کا اسلام درست ہوگیا کوئی برائی باقی نہین رہی اور سجدہ کی حالت مین اُن کا انتقال
ہوا۔ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بہت شہر اُن کے ہاتھ پر فتح ہوئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عکرمہ
اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے حق مین نازل ہوئی مگر کوئی سند اسکی ابن کثیر نے
نہین لکھی جلالین وغیرہ اکثر تفسیرون مین یہی لکھا ہے مگر محققون کو اسمین یہ شبہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے
اور مسیلمہ کا قصہ اُسوقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف رکھتے تھے چنانچہ وہ اپنی قوم
کے ساتھ مدینہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تھا اور اُسوقت تک اُسنے نبوت کا
دعوی نہین کیا تھا چنانچہ صحیحین کی روایت مین ہے کہ وہ جب آیا تھا تو یہ کہتا تھا کہ اگر محمد اپنا [illegible]
تو مین انکا اتباع کرون ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مقام پر تشریف لیگئے اُسوقت ایک
کھجور کی لکڑی آپ کے ہاتھ مین تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ لکڑی بھی مجھسے مانگے گا تو مین تجھکو نہ دونگا۔
مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ جب وہ لوگ واپس ہوکر اپنے گھر کو گئے اُسوقت مسیلمہ نے نبوت کا دعوی
کیا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی بتاتا تھا اور اپنے آپ کو نبوت مین شریک کہتا تھا
اُس لعین نے اپنی قوم سے نماز معاف کردی تھی اور خمر اور زنا کو حلال بتاتا تھا زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ

لکھا ہے کہ جب اُس نے سنہ دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط بھیجا تھا (جسکا ترجمہ یہ ہے) مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول کو یہ پیغام ہے کہ مین نبوت مین تمھارے ساتھ شریک کیا گیا ہون آدھی زمین میری آدھی قریش کی اسکا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کے بعد یہہ لکھا کہ یہہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو ہے سلام اُس پر جو ہدایت کو مانے اسکے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور آخر کا بہتر نتیجہ پرہیزگارون کے لیے ہے پھر زرقانی نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ یہہ خط کتابت آخر سنہ دس ہجری کی بات ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین نہ کچھ شان و شوکت مسیلمہ کی ظاہر ہوئی نہ کوئی لڑائی ہوئی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے سال اول یعنی سنہ گیارہ ہجری کے آخر مین خالد بن ولید کو سردار بنا کر مسیلمہ کی لڑائی کے لیے لشکر بھیجا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکھا ہے کہ بہت دنون تک لڑائی رہی آخر کو مسلمانون کی فتح ہوئی اور مسیلمہ مارا گیا ستر صحابی اس لڑائی مین شہید ہوے۔ مسیلمہ ڈیڑہ سو برس کی عمر مین مارا گیا وہ عبد اللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے پیدا ہوا تھا۔ دوسرا شخص جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مقام صنعا مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ اسود عنسی کاہن تھا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل پر جو صنعا مین تھا غلبہ پایا تھا فیروز دیلمی صحابی نے نقب کی راہ سے اسکے مکان مین گھسکر اسکو قتل کیا اسکے قتل سے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ مین مدینہ مین اسکی خبر آئی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا اور آپ نے صحابہ کو مطلع کر دیا تھا۔ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

مسیلمہ کذاب کا خط

اسود عنسی کا بیان

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ اور اگر دیکھے تو جب کہ ظالم موت کی سختیون مین ہوان اور فرشتے کھڑے ہون اپنے ہاتھون کو کہ نکالو اپنی جانون کو آج دیے جاؤگے عذاب ذلت اسکے بدلے کہ تم کہتے تھے اللہ پر ناحق اور تھے تم اسکی آیتون سے سرکشی کرنے والے

ف ــــ یعنی اسے محمد اگر تو ان ظالمون کی وہ حالت دیکھے جب وہ سکرات موت مین مبتلا ہونگے اور عذاب کے فرشتے اُن کی جان نکالنے کے لیے اپنے پنجے کھولے ہونگے اور جھڑک جھڑک کر کہتے ہونگے کہ اپنی جانون کو نکالو اور اپنے اقوال واعمال کا عذاب بھگتو مطلب یہ ہے کہ اسے محمد اگر تو کافرون کی وہ حالت دیکھے تو جانے کہ کیسی حالت ہوگی ــ ظالمون مین سب کافر شامل ہین اور جن کا ابھی ذکر ہوچکا ہے وہ بدرجۂ اولی شامل ہین اور ملائکہ کے ہاتھ کھولنے سے اُنکی تشبیہ سے یہ مراد لی ہے کہ ملائکہ اُنکے اوپر ہاتھ کھولے ہونگے اور اُس وقت تک اُنکو مارتے رہینگے جب تک کہ اُنکی جان نکلے ــ یا یہ کہ جب ملائکہ کافرون کی جان نکالتے ہین تو اُن کو آگاہ کردیتے ہین کہ اب تم عذاب مین پڑوگے اسوجہ سے اُنکی روح بدن سے نکلنا نہین چاہتی تب فرشتے مارنا شروع کرتے ہین اور اُس کا فرسے کہتے جاتے ہین کہ اپنی جان کو باہر نکال آخر اُس مار سے مجبور ہوکر روح باہر نکلتی ہے ــ اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنی جان نکالنا کافر کے اختیار مین نہین بلکہ فرشتون کے اختیار مین ہے پھر فرشتے اُس سے کیون کہتے ہین کہ اپنی جان نکال اسکے جواب مفسرین نے کئی طرح دیے ہین ایک یہ کہ فرشتے اسکے یہ نہین کہتے کہ اپنے بدن سے جان نکال بلکہ مطلب اُنکا یہ ہوتا ہے کہ اے کافر اگر تجھ مین کچھ قدرت ہو تو ہمارے عذاب سے اپنی جان باہر نکال یعنی عذاب سے اپنی جان بچا دوسرے یہ کہ اس کلمے سے اُسکو جھڑکنا اور عذاب دینا منظور ہوتا ہے اور اُسکو سخت مشکل مین ڈالنے کے لیے ایسا حکم اُسکو دیتے ہین جو اُس سے ہو نہین سکتا ــ اس آیت مین اللہ نے اپنے رسول کو بتادیا کہ ان کافرون کی سرکشی صرف دنیا مین ہے جب اُنکی موت آوے گی اُسی وقت سے سخت عذاب مین مبتلا ہوجاوینگے ــ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۟ اور بیشک آ گئے تم اکیلے جیسا کہ پیدا کیا تھا ہم نے تم کو اول بار اور چھوڑ دیا تم نے وہ جو دیا تھا ہم نے تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشی جنہیں تم سمجھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں اللہ کے شریک ہیں بیشک کٹ گیا علاقہ تمہارا اور گم گیا تم سے وہ جسکو تم گمان کرتے تھے ف یعنی اللہ قیامت کے دن کافروں سے کہیگا کہ آج تم ہمارے سامنے اسی طرح اکیلے آئے جس طرح پہلی مرتبہ ہم نے تم کو اکیلا پیدا کیا تھا اور جو سامان ہم نے تم کو دیا تھا اسکو پیچھے تم دنیا ہی میں چھوڑ آئے تم نے پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دیا اور جن چیزوں کی تم پرستش کرتے تھے اور تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا کے ساتھ شریک ہیں اور مستحق عبادت ہیں وہ آج سفارشی بنکر تمہارے ساتھ نہیں ہیں ان چیزوں سے تمہارا علاقہ تھا اب بالکل کٹ گیا اور جو تمہارا گمان تھا کہ وہ تمہارے سفارشی ہونگے وہ باطل ہو گئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حسن بصریؒ نے کہا کہ ابن آدم کو قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے لیجایا جائیگا تو اللہ فرمائیگا کہ کہاں ہے میرا مال جو تو نے جمع کیا تھا تو ابن آدم کہیگا کہ اے اللہ میں نے جمع کیا تھا اور چھوڑ آیا تب اللہ پوچھیگا کہ اپنے واسطے تو نے کیا آگے بھیجا ہے تو دیکھیگا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا ہے پھر حسن بصری نے آیت ولقد جئتمونا فرادیٰ پڑھی۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ بیشک اللہ شق کرنے والا ہے دانوں کا اور گٹھلیوں کا ف یعنی دانوں کو شق کرکے انسے کھیتی جاتا ہے اور گٹھلیوں کو شق کرکے اس سے درخت جاتا ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کا زندہ سے

ف زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے مثلاً نطفہ سے جو بیجان ہے انسان اور جانور پیدا کرتا ہے اور دانون سے درخت پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے مثلاً انسانون اور جانورون کے بدن سے نطفہ نکالتا ہے اور درختون سے دانے نکالتا ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ یہی ہے اللہ پھر کہان پھرے جاتے ہو تم ف یعنی جس اللہ کی قدرت کی نشانیان ایسی ہین تم اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کی طرف کیون متوجہ ہوتے ہو فَالِقُ الْاِصْبَاحِ نکالنے والا صبح کا ف یعنی رات کی تاریکی مین سے روشن صبح کا ظاہر کرنے والا وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور بنایا رات کو آرام کا وقت اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ ف یعنی رات کو انسان کی راحت کے لیے بنایا ہے اور چاند اور سورج سے رات دن ظاہر ہوتے ہین جن سے حساب معلوم ہوتا ہے اور مہینے اور سال بنتے ہین پہلی آیت مین اللہ نے زمین کی چیزون سے یعنی نباتات اور حیوانات سے اپنی قدرت کی نشانیان بیان کی ہین اور اس آیت مین آسمانی چیزون سے اپنی قدرت کا کمال سمجھایا پہلی نشانی صبح کا پیدا کرنا ہے - صبح دو ہین ایک صبح کاذب دوسری صبح صادق صبح کاذب جو پہلی صبح ہو وہ اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی ہے اسلیے کہ ایک ستون روشنی کا ظاہر ہوتا ہے اور اسکے بعد بالکل تاریکی ہوجاتی ہے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ یہ روشنی آفتاب سے حاصل نہین ہوتی اسلیے کہ اگر آفتاب کی روشنی ہوتی تو سیدھا ستون نہوتا بلکہ تمام افق پر پہیل جاتی اور دم بدم بڑھتی جاتی اسکے بعد تاریکی نہ آتی اور چونکہ وہ روشنی سیدھے ستون کی صورت مین ہوتی ہے اور اسکے بعد تاریکی آجاتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک روشنی جدا اللہ نے پیدا کی ہے جسکا آفتاب سے کوئی تعلق نہین اور اسکے بعد جو صبح صادق ظاہر ہوتی ہے وہ البتہ آفتاب کی روشنی ہے تمام مین پہیل جاتی ہے اور دمبدم بڑھتی جاتی ہے - دوسری نشانی اللہ کی قدرت کی یہ ہے کہ اسنے رات کو آرام کے لیے بنایا دن بہر جو آدمی

تھکتا ہے اُسکے عوض رات میں آرام پاتا ہے - تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ اگر رات
آرام کے لیے ہے تو جنت میں کس لیے پیدا نہیں کی گئی تو جواب اُسکا یہ ہے کہ اس عالم اور اُس عالم کی
حالت بالکل جُدا ہے مراد یہ ہے کہ دنیا میں دن کام کرنے کے لیے ہے اور دن کے تھکے ہوئے
رات میں آرام پاتے ہیں جنت میں تھکنے کی صورت نہیں بلکہ دن ہی آرام کے لیے ہے پھر رات کی کیا
ضرورت تھی اس آیت کے تحت میں ابن کثیر نے صہیب رومی کا ایک قصہ لکھا ہے جو ایک جلیل القدر
صحابی تھے ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ صہیب کی بی بی اُن پر خفا ہوئی کہ تم رات کو
جاگتے بہت ہو سوتے کم ہو تو صہیب نے جواب دیا کہ اللہ نے رات کو سب کے آرام کے لیے
بنایا ہے مگر صہیب کے آرام کے لیے نہیں بنایا اس لیے کہ صہیب کو جب جنت یاد آتی ہے تو اُسکے
حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کی آگ یاد آتی ہے تو نیند اُڑ جاتی ہے - بعض مفسرین نے
والشمس والقمر حسبانا کی تفسیر یوں کی ہے کہ بنایا سورج اور چاند کو حساب کے ساتھ یعنی اُن کی
چال ایسے حساب کے ساتھ مقرر کی ہے کہ کبھی اُنمیں کمی بیشی نہیں ہوتی مثلاً سورج کا دورہ ایک سال
میں ہمیشہ پورا ہو جاتا ہے اور اسی دورہ میں سب موسم گذر جاتے ہیں اور جاڑوں فصلوں کے
جو فائدے ہیں مثلاً ہر قسم کے اناج کا پیدا ہو جانا اور پھلوں کا تیار ہو جانا وہ حاصل ہو جاتے ہیں
اور چاند کا دورہ ایک مہینہ میں پورا ہو جاتا ہے اسی میں اندھیری اور چاندنی راتیں گذرتی ہیں اور مہینوں
کے حساب میں کبھی کمی بیشی نہیں ہوتی ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
یہ اندازہ کرنا ہے قوت والے علم والے کا ف یعنی چاند سورج کی چالوں کا اندازہ اُس اللہ نے
مقرر کیا ہے جو قوت والا ہے اُسکی ایسی قوت ہے کہ جو اندازہ چاند سورج کی چال کا اُس نے مقرر کر دیا
ممکن نہیں کہ اُسمیں فرق پڑ سکے اور وہ علم والا ہے یعنی تدبیر عالم کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور جسطرح
اُس نے چاند سورج کی سیر مقرر کی ہے یہی اہل عالم کے واسطے مفید ہے اگر اسکے خلاف ہو جاتے

صہیب رومی کا قصہ

تو نباتات کی پیدائش اور جانداروں کی زندگی مین خلل پڑ جاوے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قرآن مین اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جہان اللہ نے رات دن چاند سورج کے پیدا کرنے کا ذکر کیا ہے وہان اس آیت کو عزیز علیم پر ختم کیا ہے اس آیت مین اللہ نے یہی تنبیہ کر دی کہ رات دن کا ظاہر ہونا اور چاند سورج کا اپنی معمول کی مطابق چلنا خود بخود نہین ہوتا بلکہ یہ تمام انتظام اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہین اور اسی کے حکم کی مطابق یہ انتظام ہو رہا ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط اور وہی ہے ایسا کہ بنائے اُسنے تمہارے لیے ستارے تاکہ راستہ معلوم کرو اُن سے زمین کی اور دریا کی تاریکیون مین ف چاند سورج کے ذکر کے بعد اللہ نے اور ستارونکا ذکر کیا یہ بھی اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہین اللہ نے اُنکو اپنے بندون کے لیے راستہ بتانے والا بنا دیا ہے اسلیے کہ جب جنگل یا دریا مین رات کی تاریکی ہوتی ہے تو مسافر تارون کو دیکھ کر سمت معلوم کر لیتے ہین جہاز چلانے والے رات کے وقت ستارون سے سمت معلوم کر لیتے ہین اگر یہ ذریعہ نہ ہوتا تو جہازرانی غیر ممکن ہو جاتی قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ بیشک مفصل بیان کر دین ہمنے نشانیان اُن لوگون کے لیے جو جانتے ہین ف یعنی جو لوگ سمجھ رکھتے ہین وہ ان نشانیون پر غور کر کے اللہ کی قدرت پر یقین کرتے ہین اور جن کی سمجھ درست نہین وہ ایسی ظاہر نشانیون سے کچھ فائدہ نہین اُٹھاتے اور ان عجیب مصنوعات کو دیکھتے ہین مگر صانع پر ایمان نہین لاتے وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ اور وہ ہے ایسا جس نے نسل بڑہائی تمہاری ایک ذات سے پھر قرار کی جگہ ہے تمہارے لیے اور امانت مین رہنے کی جگہ بیشک مفصل بیان کین ہمنے

نشانیان اُس قوم کے لیے جو سمجھتے ہین **ف** یعنی اللہ نے ایک آدم کی ذات سے تمہاری نسل اسقدر بڑہائی کہ بے انتہا آدمی پیدا ہو چکے اور آیندہ پیدا ہونگے یہ بہی اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے پہر دوسری نشانی اُسکی قدرت کی یہ ہے کہ سب آدمیون کو ایک مرتبہ پیدا نہین کیا بلکہ کچھ اُس مقام مین پہونچ جاتے ہین جو انسان کے قرار پکڑنے کی جگہ ہے یعنی زمین اور کچھ امانت کے ٹہکانون مین رہتے ہین یعنی زمین مین آنے سے پہلے اسکے پیٹ مین یا باپ کے بدن مین بطور امانت محفوظ ہوتے ہین اُس حالت کو امانت اس لیے کہا کہ وہان سے نکلکر زمین پر آنے والے ہین یا امانت کی جگہ سے زمین مراد ہے اور قرار پکڑنے کا ٹہکانا وہ عالم ہے جو موت کے بعد ہوگا یا قرار پکڑنے کی جگہ ماکا پیٹ ہے اور امانت کی جگہ باپ کی پیٹھ اکثر مفسرین سلف سے یہی منقول ہے۔ ابن کثیر نے ابن مسعود اور ابن عباس اور بہت سے تابعین سے یہی قول نقل کیا ہے اور اسی کو اظہر بتایا ہے۔ اور صاحب مدارک نے بہی یہی اختیار کیا ہے۔ پہلی آیت مین اللہ نے فرمایا تہا کہ ہمنے ان نشانیون کو اُنکے لیے بیان کیا جو جانتے ہین اور اس آیت مین فرمایا کہ ہم نے ان نشانیون کو اُنکے لیے بیان کیا جو سمجھتے ہین ہر قسم اس کے بیان کرنے سے بندون کو تنبیہ اور تحریک کرنا ہے کہ نشانیون پر غور کرنے کی طرف متوجہ ہون **وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا** اور وہ ایسا ہے کہ اُتارا اُسنے آسمان سے پانی پہر نکالین ہمنے بوٹیان ہر چیز کی پہر نکالا ہمنے اُس سے سبزہ نکالتے ہین ہم اُس سے دانے تلے اوپر **ف** پہر اللہ مینہ برسانے اور نباتات کے جمانے مین اپنی قدرت کی نشانی بیان کرتا ہے کہ وہ اللہ ایسا ہے جسنے آسمان سے پانی برسایا (اس کے بعد اس آیت مین طرز بیان بدلا یعنی غائب کے صیغے چہوڑکر متکلم کے صیغے شروع کیے اسکو عربی مین التفات کہتے ہین)

گویا ہ اسلیے بہت اللہ کی قدرت کی نشانیون کو بیان کیکے شکر اور اُنپر غور کرکے اُسکی ذات کی طرف
متوجہ ہ اسلیے اللہ نے اپنی ذات کی طرف سے بیان کا طرز اختیار کیا کہ ہمنے مینہ برساکر اُسکے پانی سے
ہرقسم کی روئیدگیان نکالین اور بوٹیون سے سبزہ نکالکر تمام زمین کو سبزہ زار بنادیا ف ایک بارش
کی برکت سے زمین جو اب تک سوکھی تھی لہلہاتے ہوئے سبزے نے نکالا چرین پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس
سبزہ سے تلے اوپر دانے جمادیے جیسے کہ خوشون مین ہوتے ہین - قرآن مین کئی جگہ ذکر ہے کہ اللہ
نے آسمان سے پانی برسایا اسکی تاویل بیضاوی نے یہ کی ہے کہ آسمان سے بادل مراد ہے یا مطلب یہ ہے
کہ جانب آسمان سے مینہ برسایا مگر تفسیر کبیر مین ابو علی جبائی کا قول یہ لکھا ہے کہ اللہ آسمان سے بادل
مین پانی اُتارتا ہے اور بادل سے زمین پر برساتا ہے اسلیے کہ ظاہر الفاظ قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے
کہ بارش کا پانی آسمان سے آتا ہے اور کوئی دلیل ایسی نہین جس سے یہ ثابت ہو کہ آسمان سے پانی
نہین برستا پس ظاہر الفاظ قرآن پر ایمان لانا واجب ہے اور بے وجہ تاویل کرنا جائز نہین اور جو لوگ
یہ کہتے ہین کہ زمین سے بخارات اُٹھتے ہین اور اُن سے بادل بنکر مینہ برستا ہے اس قول کو بڑی تفصیل سے
تفسیر کبیر مین رد کیا ہے وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنّٰتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور (نکالے ہمنے) درخت خرما سے اُنکی کلی سے خوشے
جھکے ہوئے اور نکالے ہمنے باغ انگورون کے اور زیتون کے اور انار کے باہم ملتے ہوئے اور نہ ملتے ہوئے
ف یعنی بارش کے پانی سے جسطرح ہمنے کھیتی جمائی اسی طرح درخت خرما کی کلیون سے خوشے
نکالے جن مین سے بعضے جھکے ہوئے ہوتے ہین اور انگور کے اور زیتون کے اور انار کے باغ پیدا
کیے جو بعضی باتون مین ملے ہوئے ہین یعنی آپسمین مشابہ ہین مثلاً پتے اُنکے ایک سے ہین یعنی سبز رنگ
ہین اور زیتون .... اور انار کے پتون کی صورت بھی ایکسی ہوتی ہے اور بعضی باتون مین غیر مشابہ

یعنی مختلف ہین مثلاً انکے پہلون کا مزاج جدا جدا ہے خرما کے درخت بعضے چھوٹے ہوتے ہین انکے خوشے نیچے لٹکتے ہین کہ آدمی ہاتھ سے توڑ لے اور بعضے اونچے ہوتے ہین اللہ نے پہلی قسم کا ذکر کیا اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعضے درخت خرما کے اونچے ہوتے ہین کہ ان کے خوشون تک زمین سے آدمی کا ہاتھ نہین پہونچتا اللہ نے [illegible] قسم کے پیدا کئے ہین یہان صرف ان چار کا ذکر کیا ہین کہ اہل عرب کے نزدیک [illegible] نشانیان اپنی قدرت کی [illegible] ان چیزون کے پیدا کرنے مین نشانیان ہین [illegible] کے واسطے نعمت بھی ہین جسطرح یہ چیزین اللہ کی قدرت کی نشانیان ہین اسیطرح بندون پر اسکا فضل و کرم کی بھی نشانیان ہین کھیتی کے پیدا کرنے کا ذکر میوون کے ذکر سے مقدم کیا اسلئے کہ کھیتی سے اناج پیدا ہوتا ہے جس پر انسان کی زندگی موقوف ہے اسلئے میوون کی نسبت کھیتی کے پیدا کرنے میں احسان زیادہ ہے — انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ [illegible] پہلون کی پہلی وہ حالت دیکھو جب [illegible] لگتے ہین اور پہر وہ حالت دیکھو جب پہل پک کر تیار ہو جاتے ہین اور پہر وہ حالت دیکھو جب پہل [illegible] ہو جاتے ہین [illegible] اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ظاہر ہوتی ہے [illegible] پہل ہر درخت کی رگون اور ریشون سے زمین سے غذا کھینچی اور انہین پہونچائی اسی طرح وہ بڑہتے گئے [illegible] پختہ اور تیار ہو گئے پہلے بدمزہ تہے اور پختگی کے بعد نہایت خوش مزہ ہو گئے إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ بیشک اس مین نشانیان ہین ان لوگون کے لیے جو ایمان لانے والے ہین — ف یعنی جن کی طبیعت مین ہدایت قبول کرنے کا مادہ نہین وہ تو کیسی ہی نشانیان [illegible] کچھ نہین سمجھتے بلکہ نشانیون پر غور و فکر بھی نہین کرتے اور جن کی قسمت مین ایمان لانا ہی [illegible] ان کے مزاجون مین ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت دی ہے ان کے واسطے اس مین نشانیان ہین اور وہ ان نشانیون کو دیکھ کر غور کرتے ہین کہ زمین سے مختلف قسمون کے درختون کا

پیدا ہونا اور انہین پھل آنا اور پھلون کی بہت سی حالتین بدلنا اور آخر کو کسیف درخت سے ایسے لطیف میوے حاصل ہونا خود بخود نہین ہوسکتا بلکہ یہ ایسی قادر حکیم کا کام ہے جو انکے پیدا ہونے کے پہلے سے اُن کا علم رکھتا ہے اور اپنی حکمت اور ارادے کے مطابق اُنکو بناتا ہے اور کوئی اُسکا شریک نہین جو اُسکے ارادے مین خلل ڈال سکے پس وہ ان چیزون کو دیکھکر اللہ کی قدرت اور توحید پر ایمان لاتے ہین ۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ اور بنائے اُنہون نے اللہ کے لیے شریک جن حالانکہ اللہ نے اُنکو پیدا کیا ہے اور فرض کرلیے اللہ کے لیئے بیٹے اور بیٹیان بغیر دلیل کے ۔

ف یعنی جنون کو پوجتے ہین اور اللہ کا شریک بتاتے ہین حالانکہ ان مشرکون کو اللہ نے پیدا کیا ہے جنون نے پیدا نہین کیا اور اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیان بغیر کسی دلیل کے اپنی طرف سے فرض کرلیتے ہین ۔ جنون کو پوجنے والے بہت قسم کے ہین مثلاً وہ لوگ جو شیطان کو پوجتے ہین یعنی مجوس جو یہ کہتے ہین کہ نیک چیزون کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور بری چیزون کا پیدا کرنے والا اہرمن یعنی شیطان ہے اور بعض اہل عرب جنات کی بھی پرستش کرتے تھے اور جو لوگ ارواح خبیثہ کو پوجتے ہین مثلاً ہندو ذبیحون کو یا بعض جہال شیخ سدو وغیرہ کو پوجتے ہین وہ سب اسی قسم مین شامل ہین اور خدا کا بیٹا بنانے والے نصارٰی اور یہود ہین جو مسیح اور عزیر کو خدا کا بیٹا بتاتے ہین اور خدا کی بیٹیان بنانے والے مشرکین عرب تھے جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیان بتاتے تھے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ جن سے مراد ملائکہ ہین کہ لوگ اُن کو پوجتے تھے اور خدا کی بیٹیان بتاتے تھے ۔ جن کے معنی چھپی چیز کے ہین چونکہ ملائکہ بھی مخفی ہوتے ہین اسلیے اُن کو جن کہا اور جن کے کہنے سے شان ملائکہ کی تحقیر مقصود ہے ۔ خفاجی وغیرہ نے اسکے حاشیہ مین لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے ملائکہ کو پوجتے ہین جو انکا ہونا مخفی ہونے ہین اور اللہ کی مخلوق ہونے مین مثل جن کے ہین اور تحقیر اُن کی اس بات مین ہے کہ وہ اللہ کے شریک ہونے کی لائق نہین نہ یہ کہ اصل مین

اُن کی نظر میں مقصود ہو سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ پاک ہے اللہ اور بڑا ہے
اُن صفتوں سے کہ وہ لگاتے ہیں ف یعنی وہ جو اللہ کا شریک اوروں کو بناتے ہیں اور اللہ کی
اولاد مانتے ہیں ان صفتوں سے اللہ پاک ہے اور اس کا مرتبہ ان صفتوں سے موصوف ہونے کی حد سے
بڑا ہے۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ایجاد کرنے والا آسمانوں کا اور
زمینوں کا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ
کیسے ہو اس کے اولاد حالانکہ نہیں ہے اس کے بی بی وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اور پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔
ف اس موقع پر اللہ نے کئی وجہ سے سمجھا دیا کہ اللہ کا مرتبہ اس سے پاک ہے کہ اس کو صاحب اولاد
کہا جاوے اول اس لیے کہ اللہ زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جتنے اجسام ہیں سب زمین و آسمان
میں شامل ہیں پس جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہی تمام اجسام کا پیدا کرنے والا ہے اور صاحب
اولاد ہونا صفت اجسام کی ہے نہ خالق اجسام کی۔ دوسرے یہ کہ اولاد بی بی کے ذریعے سے پیدا ہوتی
ہے اور اللہ کی کوئی بی بی نہیں وہ ان امور سے پاک ہے جن کی وجہ سے بی بی کی احتیاج ہوتی ہے تیسرے
یہ کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ ہر چیز کا خالق ہے پس جس چیز کو اولاد مانو گے وہ بھی
اللہ کی مخلوق ہوگی اور مخلوق خالق کی جنس سے نہیں ہو سکتی اس لیے مخلوق خالق کی اولاد بھی نہیں ہو سکتی۔
چوتھے یہ کہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے اور جو ان دونوں صفتوں سے
موصوف ہو وہ غنی ہوتا ہے کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا اور اولاد کی کوشش وہ کرتا ہے جو محتاج ہو۔ یہ بھی
کہہ سکتے ہیں کہ اولاد کا ہونا باپ کے اختیار میں نہیں ہوتا … نہ پہلے سے باپ کو اولاد کا علم ہوتا ہے
اور اللہ نے ہر چیز کو اپنے اختیار سے پیدا کیا ہے اور پہلے سے ان کا عالم تھا پس کوئی چیز اللہ کی اولاد
نہیں ہو سکتی ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ یہی ہے اللہ پروردگار
تمہارا نہیں کوئی معبود مگر وہی پیدا کرنے والا ہر چیز کا تو اسکی عبادت کرو اور وہ ہر شئے پر وکیل ہے —
ف یعنی جسکی قدرت کی بہت سی نشانیاں بیان ہوچکیں اور جو زمین و آسمان کا ایجاد کرنے والا ہو اور
جسکے نہ اولاد ہے نہ بی بی اور جو ہر شئے کا پیدا کرنے والا اور ہر شئے کا جاننے والا ہے یہی ہے وہ اللہ جو تمہارا
رب ہے اسکے سوا اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اس لیئے کہ عبادت کے لائق وہی ہو سکتا ہے جو
ان صفات کا جامع ہو اور چونکہ یہ صفات اللہ سے مختص ہیں پس اسی کی عبادت کرو۔ وکیل کے معنی تدبیر کرنے والے
اور کارساز کے ہیں یعنی جو اللہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے وہی ہر کام کا درست کرنے والا ہے اول
اللہ نے اپنی عبادت کا حکم کیا پھر ہر شئے پر اپنے وکیل ہونے کی صفت بیان کی اس سب کا حاصل یہ ہوا کہ تم
تمام مطالب میں اسی سے [illegible] عبادت کو حصول مطالب کا وسیلہ بناؤ یعنی تم اللہ کی عبادت
کرو جو ہر کام کا بنانے والا ہے — لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ
الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ نہیں پا سکتیں اسے نگاہیں اور
وہ دیکھتا ہے نگاہوں کو اور وہ لطیف ہے خبردار ہے ف یعنی نگاہوں میں یہ قوت نہیں کہ اللہ کو
دیکھ سکیں اور اللہ نگاہوں کو دیکھتا ہے حالانکہ نگاہ ایک ایسی نورانی چیز ہے کہ کسیکو نظر نہیں آتی مگر
اللہ کو سب کی نگاہیں بھی نظر آتی ہیں اور اللہ لطیف ہے یعنی اسکی ذات میں ایسی لطافت ہے کہ نگاہیں اسکو
دیکھ نہیں سکتیں اور خبردار ہے اسی لیے سب کی نگاہوں کو دیکھ لیتا ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا
خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ ابصار سے مراد وہ نور ہے جس کے ذریعہ سے سب چیزیں
نظر آتی ہیں اور وہ نور کسیکو نظر نہیں آتا لطیف کا لفظ کئی معنی میں مستعمل ہے ایک معنی لطیف کے یہ ہیں کہ
بڑا مہربان صاحب الطاف کثیرہ دوسرے معنی لطیف کے باریکیوں کا جاننے والا تیسرے معنی
لطیف کے یہ ہیں کہ کثافت سے پاک ہو یہ سب معنی اللہ پر صادق آسکتے ہیں مگر اس آیت میں تیسرے معنی

زیادہ مناسب ہین اور یہی معنی لطیف کے اجسام کی صفت ہوتے ہین کہ اجسام کی لطافت کثافت سے خالی نہین کامل لطافت اللہ کے نور مین ہے جسکا ادراک نہ نگاہون سے ہوسکتا ہے نہ کسی اور طرح ہوسکتا ہے اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ دیکھنے کی جو قوت مخلوق کی نگاہون کو دنیا مین دیگئی ہے وہ اس قابل نہین کہ اللہ کو دیکھ سکے لیکن اگر اللہ اپنی قدرت سے مومنین کی نگاہون کو آخرت مین ایسی قوت عطا فرما دے کہ اللہ کے نور کو دیکھ سکین تو یہ امر اس آیت کے خلاف نہین چنانچہ قرآن مین دوسری جگہ مذکور ہے کہ بہت سے مونھ اس دن تروتازہ ہون گے اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے اور صحیحین کی حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ تم اپنے رب کو اسطرح دیکھوگے جیسے چودھوین رات کے چاند کو دیکھتے ہو اسی وجہ سے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مومنین قیامت کے روز اللہ کو دیکھین گے شیعہ اور معتزلہ اسکے مخالف ہین اور اسی آیت سے تمسک کرتے ہین مگر بیان سابق سے ظاہر ہوچکا کہ یہ آیت مذہب اہل سنت کے مخالف نہین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم نے اسمعیل ابن علیہ سے روایت کی کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے معنی یہ ہین کہ دنیا مین نگاہین اللہ کو نہین دیکھ سکتین یہ قول درحقیقت وہی بات ہے جو ہم لکھ چکے ہین بخاری وغیرہ مین مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے یہ ثابت کرتی تھین کہ شب معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو نہین دیکھا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ اس آیت سے دنیا مین اللہ کے دیکھنے کی نفی کرتی تھین آخرت مین اللہ کے دیکھنے کی نفی نہین کرتی تھین قطع نظر اسکے اکثر صحابہ کا یہ مذہب تھا کہ معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا اور حضرت عائشہ کے اس استدلال کو صحیح نہین سمجھتے تھے۔ اور بعض نے اس آیت کے معنی مین یہ کہا ہے کہ ادراک سے مراد وہ علم ہے جس سے حقیقت معلوم ہوجاوے یعنی اللہ کو نگاہین اسطرح نہین دیکھ سکتین کہ جس سے اسکی ذات کی حقیقت معلوم ہوجاوے پس اس آیت سے ایسے دیکھنے کی نفی نہین ہوتی کہ فقط دیکھ لین مگر اسکی حقیقت معلوم نہو اور اللہ کو دیکھنا جو مومنین کے واسطے ثابت ہے وہ اسیطرح ہوگا

ف۔ مومنین قیامت کے دن اللہ کو دیکھین گے

کہ اگرچہ اللہ کا نور دیکھ لیں گے مگر اسکی حقیقت پر واقف نہ ہونگے اور بعض نے یون جواب دیا ہے کہ آنکھ کا دیکھنا
دو طرح ہو سکتا ہے ایک یہ کہ آنکھ سے کسی چیز کو دیکھے مگر ہر طرف سے اسپر محیط نہو۔ دوسرے یہ کہ آنکھ
اسطرح دیکھے کہ ہر طرف سے محیط ہوجاوے اسی قسم ثانی کو ادراک بصر کہتے ہین اور اسی کی اس آیت مین
نفی ہے قسم اول کی نفی نہین اسلیے کہ اسکو ادراک نہین کہتے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوا
کہ اللہ کی ذات ایسی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اسلیے کہ اللہ نے اپنی مدح مین فرمایا کہ نگاہین اسکو نہین
دیکھ سکتین پس اگر اللہ کی ذات کا دیکھنا محال ہوتا تو اسمین کچھ اللہ کی مدح نہ تھی اسلیے کہ معدوم چیز کو بھی
نگاہین نہین دیکھ سکتین صفت قدرت اور صفت ارادہ وغیرہ سوا اسکے اور بہت سی چیزونکو نگاہین نہین دیکھ سکتین اور ان
یہ سب چیزین جو نظر نہین آتین ان کا نظر نہ آنا ان کے واسطے مدح نہین ہو سکتا پس نگاہون سے نظر نہ آنا
اللہ کے واسطے مدح اسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ وہ تو نظر آ سکتا ہو مگر مخلوق کی نگاہون کی روشنی اسکی دیکھنے کی
قاصر ہے پس نہ دیکھنا نگاہون کا قصور ہے اور جب آخرت مین مومنین کی نگاہون سے اللہ اس قصور کو دفع
کردیگا اور کمال بصارت عطا فرمادیگا اسوقت اللہ کو دیکھیں گے۔ حاصل یہ ہوا کہ اگر اللہ اپنا جلوہ کسیکو دکھانا چاہے
تو دکھا سکتا ہے اور جب تک اللہ نہ چاہے کوئی اسکو نہین دیکھ سکتا اس مسئلہ مین بڑی دلیل اہل سنت
کی حضرت موسیٰ کا قصہ ہے کہ انہون نے اللہ سے کہا کہ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ یعنی اے رب مجھے
اپنا دیدار دکھا دے کہ مین تیری طرف نظر کرلون۔ نظر کا لفظ عربی مین جب الیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا
تو اسکے معنی آنکھون سے دیکھنے کے ہوتے ہین پس حضرت موسیٰ نے اللہ سے یہ آرزو کی تھی کہ اللہ کا جلوہ
اپنی آنکھون سے دیکھین پس اگر اپنا جلوہ دکھانا اللہ کی قدرت مین نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ ہرگز اسکی خواہش
نہ کرتے اور یہ ہرگز احتمال نہین ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ جو اللہ کے اولوالعزم نبی اور کلیم اللہ تھے وہ اللہ کی
صفات سے بیخبر ہون اور جو بات عوام شیعہ اور عوام معتزلہ کو معلوم ہے وہ حضرت موسیٰ کو معلوم نہو اور یہ بھی
نہین ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کو یہ قدرت نہین کہ اپنا جلوہ دکھلا سکے اور پھر حضرت موسیٰ اسکا

اور محال کا سوال کرنا نہیں پس ضرور ہے کہ یہی مانا جاوے کہ اپنا جلوہ دکہا دینا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے مگر اسکی مشیت پر موقوف ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ نے سوال کیا تہا لیکن اللہ نے اُسکے جواب میں لَنْ تَرَانِیْ الخ فرمایا یعنی تو مجھکو نہیں دیکھہ سکتا اسکے معنی یہ ہیں کہ تو دنیا میں مجھکو نہیں دیکھہ سکتا یہ معنی نہیں کہ کبھی نہیں دیکھہ سکتا اسلیے کہ حرف لَنْ عربی میں دوام نفی کے معنی پیدا نہیں کرتا اہل کتاب کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا یعنی وہ موت کو کبھی طلب نہ کرینگے تو اسکے معنی یہی ہیں کہ دنیا میں طلب نہ کرینگے اسلیے کہ آخرت میں جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو اُس سے چھوٹنے کے لیے ضرور موت کو طلب کرینگے۔ قطع نظر اسکے لَنْ تَرَانِیْ کے معنی یہ ہیں کہ تو مجھکو دیکھہ نہیں سکتا یعنی تجھ میں میرے دیدار کی قابل نہیں اور تو مجھکو دیکھ کر رہا ہے تجلی کا برداشت نہ ہو سکیگا پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ اللہ نظر نہیں آسکتا ورنہ اللہ یوں جواب دیتا کہ میں کسیکو نظر نہیں آسکتا دوسری دلیل اہل سنت کے مذہب کی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ بہت سے منہ اُسدن تر و تازہ ہونگے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے چونکہ اس آیت میں نظر الیٰ کے ساتھ مستعمل ہے اسلیے اُس کے معنی آنکھوں سے دیکھنے کے ہونگے اور بے وجہ حقیقی معنی کو چھوڑنا جائز نہیں منکرین اس موقع پر یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ دیکھنا بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ جس چیز کو دیکھیں وہ نہ بہت قریب ہو نہ بہت بعید ہو اور انکا دیکھنے کے سامنے ہو اور یہ تینوں صفتیں ایسی ہیں جو جسم کے سوا اور میں نہیں پائی جاتیں پس اگر اللہ کا دیکھنا ممکن ہوگا تو ضرور اُسکے لیے جسمیت اور جہت مانی جاویگی حالانکہ اللہ جسم اور جہت سے پاک ہے پھر اُسکا دیکھنا کیونکر ممکن ہوگا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تینوں شرطیں جسم کے دیکھنے کیلیے ہیں یا کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ جو ذات جسم اور جہت سے پاک ہو اُس کے دیکھنے کے لیے بھی یہی شرطیں ہیں اور جسم کے دیکھنے کا قیاس غیر جسم پر نہیں ہو سکتا پس منکرین کو ضرور ہے کہ یہ ثابت کریں اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ بغیر ان شرطوں کے

اپنا دیدار دکھا سکے اور چونکہ یہ ہرگز ثابت نہین ہوسکتا پس مومنین کے لیے آخرت مین اللہ کے دیدار کا
جو قرآن سے ثابت ہے انکار بھی نہین ہوسکتا علاوہ اس کے بہت سے امور جو آخرت مین واقع ہونگے
قرآن وحدیث سے ثابت ہوے مگر انکی کیفیت سمجھ مین نہین آتی جیسے عذاب قبر اور وزن اعمال وغیرہ
پس ایسے امور پر ایمان لانا چاہیے اور اُسکی کیفیت جسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہو اللہ پر چھوڑنا چاہیے
اسیطرح اللہ کے دیدار کا مسئلہ ہے جسکی کیفیت اب سمجھ مین نہین آتی مگر قیامت کو کھل جاویگی۔
قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ بیشک آئین تمہارے پاس دلیلین
تمہارے رب کی طرف سے ف یہ قول اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے بیان کیا ہے
یعنی ای محمد تو کہدے کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق کی دلیلین آگئین اور مراد اُس سے وہ
دلیلین ہین جو قرآن مین مذکور ہین فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ
فَعَلَیْهَا پس جسنے (حق کو) دیکھ لیا تو اپنی ذات کے لیے اور جو اندھا بنگیا تو وبال اُس کی
جان پر ہے وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ اور مین تمپر نگہبان نہین ہون۔
ف حاصل یہ ہوا کہ اے محمد تو کافرون سے کہدے کہ اللہ نے مذہب اسلام کی حجتین قرآن مین
ذکر کرکے تمہارے پاس بھیجدین اب جو کوئی اُنپر غور کرکے حق پہچان لے اور دیکھ لے تو اسکا فائدہ اُسی
کے لیے ہے یعنی وہ اللہ کے عذاب سے نجات پاویگا اور جنت کی نعمتین اُسکو ملین گی اور جو اُن دلیلون کو
معلوم کرکے بھی اندھا رہیگا اور حق کو نہ دیکھیگا تو اس کا وبال بھی اُسی کی گردن پر ہے یعنی وہ اپنے
آپکو مستحق عذاب دوزخ کا بناے گا مین فقط ڈرانے والا ہون تمپر نگہبان نہین یعنی نگہبان کی طرح
تم سے مواخذہ کرنا اور تمکو سزا دینا میرا کام نہین بلکہ یہ کام اللہ کا ہے ۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ بندہ بالکل مجبور نہین بلکہ ہدایت اختیار کرنا یا گمراہ ہونا اُس کے افعال اختیاریہ مین سے ہے اور اُسکا
نفع نقصان اُسی کے واسطے ہے وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا

دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ اور اسی طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں اور اسلیے ہمنے نشانیاں پھیر پھیر کر بیان کیں کروہ کہیں کہ تو پڑھ گیا اور اسلیے کہ کھولدیں ہم قرآن کو اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں **ف** یعنی جسطرح ہم نے یہاں اپنی توحید اور اپنی قدرت کی دلیلیں پھیر پھیر کر اور طرز بیان بدل بدل کر بیان کیں اسی طرح ہم ہر جگہ دلائل اور حق کو طرز بدل بدل کر بیان کرتے ہیں اور بدلنا دلیلوں کا اسلیے ہے کہ جن لوگوں میں وہ کفر اور ضلالت کا ہے وہ انکار پر جمے رہیں اور تفصیل دلائل سے حیران ہو کر یوں کہیں کہ اے محمد تو اب بے پڑھا نہیں رہا بلکہ کسی تدبیر سے تو نے علم حاصل کر لیا اور کتب سابقہ سے استنباط کر کے تو یہ دلائل پھیر پھیر کر بیان کرتا ہے اور دوسرا مقصود ان دلائل کو اسطرح بیان کرنے کا یہ ہے کہ جو لوگ حق کو جانتے ہیں وہ سمجھیں اور ہدایت پاویں حاصل یہ ہوا کہ تفصیل دلائل بعضوں کو گمراہ کرنے کے لیے ہے اور بعضوں کو ہدایت کرنے کے لیے ہے یہی دہی مضمون ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں اِتَّبِعْ مَآ أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ مَآ أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝ چل اُس پر جو وحی کیا گیا تجھپر تیرے رب سے نہیں کوئی معبود مگر وہی اور منہ پھیر لے مشرکین سے اور جو اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہیں بنایا ہم نے تجھکو اُنپر نگہبان اور نہیں ہے تو اُنپر ذمہ دار **ف** اللہ اپنے پیغمبر کو سمجھاتا ہے کہ تو اُسی کی مطابق عمل کر جو اللہ کی طرف سے تجھپر وحی آوے اور کافروں کے اس طعن کا مت خیال کر کہ تو نے علم پڑھکر کتب سابقہ سے مضامین نکالکر قرآن بنا لیا ہے اور چونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس اللہ کے سوا کسی کی اطاعت بھی واجب نہیں اسلیے تو اللہ کی اطاعت پر پکا ہو جا اور اُسی کی حی

کی مطابق عمل کر اور مشرکین سے بے پروائی کر یعنی اُن کی تکذیب کی پرواہ مت کر اور اُن کے انکار
اور ایذا پر تحمل کر اور یہہ سمجھ لے کہ وہ تیری باتون کی تکذیب اسوجہ سے کرتے ہین کہ اللہ نے اُن سے
شرک کے دور کرنے کا ارادہ نہین کیا اور اگر اللہ اُن سے شرک دور کرنا چاہتا تو وہ ہرگز شرک نہ کرتے
پس جو کام اللہ کی طرف سے ہے اُسپر تو رنج کیون کرتا ہے اور تجھکو ہمنے اُنپر نگہبان اور ذمہ دار
نہین بنایا کہ خواہ مخواہ تو اُنپر جبر کرکے اُن سے شرک چھڑا دے بلکہ تو ڈرانے والا اور احکام سنانے والا
ہے ماننے نہ ماننے کا اُن کو اختیار ہے اگر وہ تیرا قول نہین مانتے تو اسمین تجھہ پر نقصان نہین بلکہ اُنہین کا
نقصان ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اور مت گالیان دو اُنہین جنکو وہ پکارتے
ہین اللہ کے سوا تو گالیان دینگے اللہ کو سرکشی کر کے نہ جاننے کی وجہ سے **ف** یعنی جن بتون کو
مشرکین پکارتے ہین تم اُن کو برا مت کہو اور اگر تم اُنکے بتون کو گالیان دوگے تو وہ اس کی ضد مین سرکش
ہوکر خدا کو برا کہینگے اس لیے کہ وہ اللہ کو جانتے نہین جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا کہنے مین اُنہین
دریغ نہوگا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اس آیت کی سبب نزول مین یہ روایت
کی ہے کہ کافرون نے یہ کہا تھا کہ اے محمد اگر تو ہمارے بتون کو برا کہنا نہ چھوڑے گا تو ہم تیرے رب کو برا کہینگے
اسلیے اللہ نے مسلمانون کو بتون کے برا کہنے سے منع کیا اور عبد الرزاق نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے
کہ مسلمان بتون کو برا کہا کرتے تھے اسکے جواب مین کافرون نے اللہ کو برا کہنا شروع کیا اسوقت یہ آیت
نازل ہوئی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کی تفسیر مین یہ روایت کی ہے کہ جب
ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو کفار قریش نے یہ مشورہ کیا کہ ابوطالب سے کہین کہ اپنے بھتیجے محمد کو
یہ سمجھا دے کہ وہ ہمسے تعرض نہ کرے اور ہمارے دین مین دخل نہ دے ورنہ ہمکو شرم آتی ہے کہ اگر ابوطالب
کی موت کے بعد ہم اُسکو قتل کرینگے تو اور لوگ یون کہینگے کہ ابوطالب کی زندگی مین یہ جرأت نہوئی جب

وہ مر گیا تب محمد کو قتل کیا یہ مشورہ کرکے ابو سفیان اور ابو جہل اور نضر بن حارث اور امیہ بن خلف وغیرہ
ابو طالب کے گہر گئے اور ایک شخص کو جسکا نام مطلب تہا ابو طالب کے پاس اطلاع کرنے کیلیے بہیجا
چنانچہ مطلب نے اول جاکر ابو طالب کو اطلاع کی کہ تیرے قوم کے بوڑہے تیرے پاس آنا چاہتے ہین
ابو طالب نے اجازت دی تب یہ سب لوگ گئے اور ابو طالب سے کہا کہ تو ہمارا بزرگ اور سردار ہے
محمد ہمکو اور ہمارے معبودون کو ایذا دیتا ہے ہم چاہتے ہین کہ تو اُسکو بُلاکر سمجہا دے کہ ہمارے معبودون کو
بُرا کہنا چہوڑ دے تو ہم بہی اُسکو اور اُسکے اللہ کو بُرا کہنا چہوڑ دین یہ سنکر ابو طالب نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو بُلایا جب آپ تشریف لاے تو ابو طالب نے کہا کہ یہ تیری قوم والے اور تیرے بنی اعمام ہین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہین اُن سب کفار نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہین کہ تم
ہمکو اور ہمارے معبودون کو چہوڑ دو اور ہم تمکو اور تمہارے اللہ کو چہوڑ دین نہ تم ہمکو اور ہمارے بتون کو بُرا
کہو نہ ہم تمکو اور تمہارے اللہ کو بُرا کہین یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مانو تو مین
تمہین ایک ایسی بات بتاتا ہون کہ اُسکے کہنے سے تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجم بہی تمہارا مطیع
ہو جاوے اور تمکو خراج دے یہ سنکر ابو جہل نے کہا کہ بیشک ہم ایسی بات مان لین گے بلکہ ایک بات کے
بدلے دس باتین ایسی مان لین گے وہ کیا بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کا اقرار کرو یہ سنکر سب نے انکار کیا اور بڑا طیش کہایا اُسوقت ابو طالب نے کہا کہ اے میرے
بہتیجے اسکے سوا کوئی اور بات کہہ اس قول سے تیری قوم کے لوگ گہبراتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے چچا اگر یہ سورج کو اُتار کر میرے ہاتہ پر رکہدینگے تب بہی مین اس قول کو نہ چہوڑون گا
یہ سنکر اُن کافرون کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ اے محمد تو ہمارے بتون کو بُرا کہنا چہوڑ دے
ورنہ ہم تجہکو بہی گالیان دینگے اور جس اللہ کی عبادت کا تو حکم کرتا ہے اُسکو بہی گالیان دینگے پس
اللہ نے جو فرمایا ہے فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ اُس سے یہی قصہ مراد ہے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے

کہ یہان سے یہ ثابت ہوا کہ مصلحت کی بات کہنے مین اگر اُس مصلحت سے بڑھکر کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو تو
ایسی مصلحت کی بات چھوڑنا چاہیے صحیح حدیث مین وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہی جو اپنے ماباپ کو گالیان دے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص
اپنے ماباپ کو گالیان کیون دیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور کسکے باپ کو گالیان
دیگا تو وہ اُسکے جواب مین اسکے ماباپ کو گالیان دیگا مطلب یہ ہے کہ اورون کے ماباپ کو گالیان دیکر
اُس نے اپنے ماباپ کو گالیان دلوائین تو گویا خود ہی اپنے ماباپ کو گالیان دین۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے
کہ نیکی کا حکم بہی کبہی برا ہو جاتا ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جب نیکی کا حکم کسی برائی اختیار کرنے کا
سبب بنجاوے اور برائی سے منع کرنا اگرچہ اچہا ہے مگر کبہی برا ہو جاتا ہے اور یہ اُسوقت ہو جاتا ہے
جب زیادہ برائی بڑھانے کا سبب بنجاوے اور اس معاملہ مین ظن غالب یقین کا قائم مقام ہوتا ہے
یعنی اگر قرائن سے بظن غالب یہ ثابت ہو کہ نیکی کا حکم یا برائی سے منع کرنا باعث زیادتی فساد کا ہو جاویگا
تو اُسکا چہوڑنا لازم ہے۔ بیضاوی مین لکھا ہے کہ جب کوئی طاعت کسی ایسے گناہ کا سبب بنجاوے
کہ اس طاعت کے چہوڑنے سے اُس گناہ کی برائی زیادہ ہو تو ایسی طاعت کا چہوڑنا واجب ہے اسلیے
کہ جو چیز شر کا سبب بنے وہ بہی شر ہے اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ بعضی آیتون مین بتون کو برا
کہا گیا ہے مثلاً اللہ نے فرمایا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی اے کافرو تم اور جن چیزون
کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندہن ہین تو اس حکم کی بموجب ایسی آیتون کی تلاوت جائز نہ ہوگی اس کے
جواب مین خفاجی نے لکہا ہے کہ بیشک بتون کو برا کہنے کی نیت سے اُن کافرون کے سامنے جو اسکو
سُنکر برا مانین ایسی آیتون کی تلاوت نہ چاہیے جسطرح بعض مقامات مین قرآن کی آیتون کی تلاوت ناجائز
ہی اور ایک فرق خفاجی نے یہ لکہا ہے کہ جو امور مباح باعث فساد ہون اُنکا چہوڑنا واجب ہے اسلیے کہ بتون کو
برا کہنا فقط مباح تہا فرض و واجب نہ تہا اپس باعث ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا اور جو امور فرض و واجب ہیں

ہون اُن کی وجہ سے اگرچہ کافرون کی ضد بڑھے تب بھی اُنکو چھوڑنا جایز نہین اور اس آیت کا حکم فرائض اور
واجبات سے متعلق نہین بس بہنیا وہی سلے جو لکہا ہے کہ جو طاعت سبب معصیت ہو جاوے اُسکا چھوڑنا واجب
ہو اس سے مراد وہ طاعت ہے جو فرض و واجب نہو بعض علما نے اس موقع پر یہ شبہہ کیا ہی کہ جب
نیک کام فساد ہونے کی وجہ سے منع ہو جاتا ہے تو جہاد کا حکم کیون ہوا حالانکہ اسمین مسلمان بہی قتل ہوتے
ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت کا حکم کیون ہوا حالانکہ اُس سے کافر تکذیب مین مبتلا ہوے
اسکا جواب خفاجی نے یہی دیا ہے کہ جہاد اور تبلیغ رسالت واجب ہین اور اس آیت کا حکم اُن اُمور کو ہے
جو فرض و واجب نہون كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ
رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
اسی طرح سنوار دیا ہم نے ہر قوم کے لیے اُن کے عمل کو پہر اُن کے رب کی طرف اُن کا مرجع ہے
تو آگاہ کر دے گا اُنہین اُس کام پر جسے وہ کرتے تہے۔ ف یعنی جسطرح کفار مکہ کے خیال مین ہم نے
یہ ڈالدیا ہے کہ وہ اللہ کے بُرا کہنے کو اچھا سمجھتے ہین اسی طرح ہر قوم کے عمل کو اُنکی نگاہ مین ہم نے سنوار دیا ہے
جن کا انجام دوزخ مین جانا ہے اُن کے دلون مین کفر و انکار کی بہلائی ڈالدی ہے اسیواسطے وہ اسکو اچہا سمجھتے
ہین جن کی تقدیر مین جنت ہے اُنکے دلون مین ایمان کی خوبیان ڈالدی ہین اور امور خیر کی توفیق دی ہے
لیکن آخر مین سب اللہ کے سامنے جاوینگے اُسوقت ہر شخص کو اللہ بتادے گا کہ کسکا عمل اچہا تہا اور کسکا
بُرا تہا اہل سنت کا مذہب اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا اللہ کی طرف سے
ہی اور جس کو جس کام کے لیے پیدا کیا ہے وہی کام اُسکے لیے آسان ہو جاتا ہی۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ
جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا
اور قسمین کہائین کافرون نے اللہ کی سخت قسمین اپنی کہ اگر آوے گا اُن کے سامنے معجزہ تو ضرور اُسپر
ایمان لاوینگے ف کفار مکہ اللہ کی سخت قسمین کہا کر یہ کہتے تہے کہ اگر محمد کوئی معجزہ ظاہر کرین تو ہم

ایمان لاوینگے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک جتنے معجزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھچکے تہے انکو حقیر جانتے تہے اور تصدیق نبوت کے واسطے کافی نہین سمجھتے تہے مثلاً صحیحین مین حضرت انس سے روایت کی ہے کہ کافرون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکہا دیئے کوہ حرا ان دونون ٹکڑون کے بیچ مین تہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کہدیا کہ اس معجزہ پر گواہ رہو پس جب ایسے معجزے وہ دیکھ چکے اور ایمان نلائے تو اب انکا معجزہ طلب کرنا صرف انکار اور سرکشی کی وجہ سے تہا کیسا ہی معجزہ ظاہر ہوتا وہ ہرگز ایمان نلاتے

قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ (اے محمد) تو کہدے کہ معجزات اللہ کے پاس ہین ف یعنی میرے اختیار و قدرت مین نہین اللہ کے اختیار و قدرت مین ہین جب اللہ چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے مین فقط ڈرانے والا اور اللہ کا حکم سنانے والا ہون یہ جواب اسوجہ سے دیا گیا کہ اللہ کو معلوم تہا کہ انکی قسمین جہوٹی ہین اور معجزہ طلب کرنا انکا طلب حق کے واسطے نہین بلکہ سرکشی کے طور پر ہے اور ہمیشہ سے عادت اللہ کی یون جاری ہے کہ جب منکرین انبیاء سے معجزہ طلب کرین اور انکی خواہش کی موافق معجزہ ظاہر ہو اور پہر اسکو دیکہکر وہ منکرین ایمان نلاوین تو فوراً عذاب نازل ہوتا ہے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد تم ہمکو یہ خبر سناتے ہو کہ حضرت موسیٰ اپنا عصا پتہر مین مارتے تو پانی جاری ہوجاتا اور حضرت عیسیٰ مُردون کو زندہ کر دیتے تہے اور حضرت ثمود کا معجزہ اونٹنی ظاہر ہونے کا تہا تم بہی کوئی معجزہ ظاہر کرو تو ہم تمکو سچا جانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچہا کہ تم کیا معجزہ چاہتے ہو انہون نے کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا پہاڑ بنادو تو اللہ کی قسم ہم سب تمہارے پیرو ہوجاوین اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کے لیے اٹہے تو جبرئیل آئے اور کہا کہ اگر تم چاہو تو کوہ صفا سونے کا پہاڑ بنجاوے لیکن اگر پہر بہی کافر تصدیق نکرینگے تو فوراً عذاب نازل ہوگا اور اگر تم چاہو تو اس خیال کو چہوڑ دو تاکہ ان مین سے جو توبہ کرنے والا ہے

اسکو شک ہے تو بدنصیب ہوجاوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اسی کو پسند کرتا ہون کہ جو ودست پر آنے والا ہے اسکو تو بدنصیب ہوا اور فوراً عذاب نازل ہوا اسوقت آیت وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ نازل ہوئی - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ روایت مرسل ہے یعنی محمد بن کعب تابعی سے مروی ہے صحابی سے مروی نہین مگر اور بہت سے طریقے اسکے شاہد اور موید ہین وَمَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّہَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اور کس نے خبر دی ہے تمکو (کہ وہ ایمان لاوینگے) بیشک جب معجزہ ظاہر ہوگا وہ ایمان نہ لاوینگے ف چونکہ مسلمانون کی خواہش یہ تہی کہ اسوقت معجزہ ظاہر ہوجاوے اور کافر ایمان لے آوین اور یہ خواہش اسوجہ سے تہی کہ مسلمان اُنکی قسمون پر اعتماد کرتے تہے اسلیے اللہ نے مسلمانون کو سمجہا دیا کہ تم اسوقت ظہور معجزہ کے ملتوی ہونیا اور یہ قسمین ... [illegible] ... اُنکی قسمین سچی ہین اور معجزہ دیکہ کر وہ ایمان لاوینگے اللہ کو معلوم ہے کہ اگر معجزہ ظاہر ہوگا تب بہی وہ ہرگز ایمان نہ لاوینگے - وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَہُمْ وَاَبْصَارَہُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖٓ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّنَذَرُہُمْ فِیْ طُغْیَانِہِمْ یَعْمَہُوْنَ ۝ اور ہم پہیر دینگے اُن کے دلون کو اور اُنکی نگاہون کو جیسے کہ نہین ایمان لاے قرآن پر پہلی بار اور چہوڑ دینگے اُن کو اپنی سرکشی مین بہٹکتے ہوے ف یعنی ان کافرون کو ہمنے جہنم کے لیے بنایا ہے اِن کو حق کے سمجہنے کی توفیق کبہی نہ دینگے بلکہ اگر معجزہ ظاہر ہوگا تو بہی ہم حق کے سمجہنے سے اُن کے دلون کو اور حق کے دیکہنے سے اُنکی نگاہون کو پہیر دینگے جیسے اول بار وہ قرآن کو سن چکے اور جو نشانیان ظاہر ہوئین اُن کو دیکہہ چکے اور ایمان نہ لاے اسلیے ہم نے حق کے سمجہنے اور دیکہنے سے اُن کے دلون اور آنکہون کو پہیر دیا اور ہم اُن کو اسی طرح سرکشی کی حالت مین بہٹکتا ہوا چہوڑ دینگے -

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَہُمُ الْمَوْتٰی

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ

اور اگر ہم اُتارتے اُن کی طرف فرشتے اور باتیں کرتے اُن سے مُردے اور جمع کرتے ہم اُنپر ہر ایک شے کو گروہ گروہ نہ تھے وہ ایسے کہ ایمان لاتے مگر جب چاہے اللہ اور لیکن اکثر اُن میں سے جاہل ہیں —

ف یعنی اِن مشرکوں کو اگر وہ معجزات بھی دکھائے جائیں جنہیں وہ طلب کرتے ہیں مثلاً ملائکہ اُنکے سامنے آجاویں اور مُردے اُن سے باتیں کریں اور پچھلی سب اُمتیں دوبارہ زندہ ہو کر گروہ گروہ اُن کے پاس جمع ہو جاویں تو بھی وہ ایمان نہ لاوینگے اسلیے کہ اللہ کو اُنکا مومن بنانا منظور نہیں البتہ وہ اُسوقت ایمان لاویں جب اللہ چاہے مگر اللہ یہ نہیں چاہتا لیکن اکثر اُنمیں سے جاہل ہیں یعنی اس بات کو نہیں جانتے کہ ہر کام اللہ کے ارادہ پر موقوف ہے اسی وجہ سے قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ اگر معجزہ دکھاؤ تو ہم ایمان لاویں اور یہ اُن کو خبر نہیں کہ اگر اللہ کو اُنکا مومن بنانا منظور ہوتا تو بغیر طلب معجزہ کے ایمان لاتے یا مراد یہ ہے کہ اکثر مسلمان اس بات سے ناواقف ہیں کہ اللہ کو ان کافروں کا مسلمان بنانا منظور نہیں اسی وجہ سے اُن کی قسموں پر اعتماد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُن کی طلب کی بموجب معجزہ ظاہر ہو تاکہ اپنے وعدے کی بموجب وہ مسلمان ہو جاویں

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ط

اور ایسے ہی بنا دیے ہمنے ہر نبی کے لیے دشمن جو شیطان ہیں انس اور جن ڈالتے ہیں کچھ اُنمیں سے دوسروں کے دل میں فریب کی باتیں بہکانے کے لیے ف یعنی اسے پیغمبر جسطرح ہمنے تیرے لیے دشمن پیدا کر دیے ہیں جو تجھکو ایذا دیتے ہیں اور تکذیب کرتے ہیں اسیطرح سے ہمنے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیے تھے اور انبیاء کے دشمن شیطان ہوتے ہیں خواہ آدمی ہوں خواہ جن ہوں شیطان سے مراد سرکش اور مفسد اور بہکانے والا ہے آدمیوں میں سے شیطان وہ ہیں جو

سرکش اور مفسد اور بہکانے والے ہین اور جنون این شیطان ارواح خبیثہ نسل ابلیس سے ہین جو انسانون کو بہکایا کرتے ہین شیطان کی وحی سے مراد بُرائی کے وسوسے ڈالنا ہے بعض شیطان بعض شیطان کے دل مین وسوسے اسطرح ڈلتے ہین کہ شیاطین جن شیاطین انس کو بہکاتے ہین یا مفسد آدمی آپسمین ایک دوسرے کو بہکاتے ہین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے قتادہ سے شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ کی تفسیر مین یہ روایت کی ہے کہ جنون مین سے بہی شیطان ہوتے ہین اور آدمیون سے بہی شیطان ہوتے ہین بعض اُنہین کے بعض کو بہکاتے ہین پہر قتادہ نے کہا کہ مجہے معلوم ہوا ہے کہ ابوذر ایک روز نماز پڑہتے تہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر تو نے شیاطین جن اور شیاطین انس سے بہی پناہ مانگی یہ سُنکر ابوذر نے پوچہا کہ یا رسول اللہ آدمیون مین بہی شیاطین ہوتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اور ابن جریر کی روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیاطین الانس شیاطین جن سے بدتر ہوتے ہین۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین مختار کے پاس گیا تہا اُسنے میری تعظیم کی اور اور ٹھہرنے کو جگہہ دی اور رات کو میرے پاس آیا کرتا تہا آخر اُسنے مجہسے کہا کہ تم آدمیون مین جاکر حدیث بیان کیا کرو چنانچہ مین نکلا ایک شخص آیا اور اُس نے مجہسے پوچہا کہ تم وحی کے باب مین کیا کہتے ہو مین نے کہا کہ وحی دو طرح کی ہے ایک تو یہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے قرآن کی تجہکو وحی کی دوسرے اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط یہ سُنکر اُن سب نے مجہے گرفتار کر لینے کا قصد کیا مین نے کہا کہ یہ کیا کرتے ہو مین تمہارا مفتی ہون اور مہمان ہون تب مجہکو چہوڑا اس قول مین عکرمہ نے مختار پر طعن کیا تہا مختار بن عبید ملعون کو یہ گمان تہا کہ اُسپر وحی آتی ہے اُسکی بہن صفیہ عبداللہ بن عمرؓ کی بی بی تہی جو بہت نیک تہی اور جب عبداللہ بن عمرؓ کو خبر پہونچی کہ مختار وحی کا دعوی کرتا ہے تو اُنہون نے کہا

نوٹ۔ مختار وہی ہے جس نے امام حسین کے قاتلون سے انتقام لیکر بہت سے لوگون کو قتل کیا اور خروج کیا بعد اُسکے نبوت کا دعوی کیا عبداللہ بن زبیر کے زمانہ مین خروج کیا اور نبوت کا دعوی کیا عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ مین مارا گیا

کہ سچ کہتا ہے اسلیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِھِمْ (یعنی شیاطین وحی کرتے ہین اپنے دوستون کی طرف) اور اللہ نے فرمایا ہے یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ اور اگر چاہتا تیرا رب تو وہ ایسی حرکت نہ کرتے چھوڑ دے تو اُنکو اور اُنکے بہتان باندھنے کو ف یعنی اے محمد اگر اللہ یہہ چاہتا کہ شیاطین انس وجن انبیا کے دشمن نہ بنین اور آپسمین ایک دوسرے کو نہ بہکاوین تو وہ ایسا کرتے ہین پس جو فساد وہ کرتے ہین تقدیر اللہ کے مطابق کرتے ہین پس جب اللہ کا ارادہ یہی ہے تو تو اُنکو اور اُنکی بہتان بندیون کو چھوڑ دے یعنی اُنکی ایذاؤن اور فسادون پر رنج مت کر اور اُنکی حالت سے بے پروائی کر بہتان اُنکے یہ تہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ساحر اور مجنون اور کاہن بتاتے تہے اور قرآن کو کہتے تہے کہ پہلی کتابون سے بنالیا ہے وَلِتَصْغٰٓی اِلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَلِیَرْضَوْہُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا ھُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (اور اللہ نے شیاطین کو انبیا کا دشمن بنایا) تاکہ جہکین اُنکی وسوسہ کی طرف اُن کے کان جو یقین نہین رکہتے آخرت پر اور اسلیے کہ وہ اُسے پسند کرین اور اسلیے کرین وہی جو وہ کرتے ہین ف یعنی شیاطین جو باہم وسوسے ڈالتے ہین اور برائی کے کامون کو اچہا بتاتے ہین جس سے اُنکی غرض دہوکا دینا اور بہکانا ہوتی ہے اُنکو اللہ نے انبیا کا دشمن اسلیے بنایا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہین رکہتے وہ اُنکی باتون کو متوجہ ہوکر سُنین اور پسند کرین اور وہی کام اختیار کرین جو وہ شیاطین کرتے ہین پس مقصود اُن شیاطین کے پیدا کرنے اور اُنکو انبیا کا دشمن بنانے سے یہی غرض ہے کہ جو لوگ تقدیر الہی مین ہدایت پانے سے بے نصیب مقرر ہو چکین ہین اور اُنکا ٹھکانا جہنم ٹھہر چکا ہے اُنکو وہ شیاطین ہدایت کے طریقے پر آنے دین اور جو تقدیر الہی ہے

وہ پوری ہو جاوے ایک ہی وقت میں انبیاء ہدایت کی طرف بلاتے ہیں شیاطین کفر کی طرف
کھینچتے ہیں ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق اثر قبول کرتا ہے أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا
وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں میں
حکم کرنے والا اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اتاری اُسنے تمہاری طرف کتاب جو مفصل ہے ـ ف

یعنی کہہ اے پیغمبر تو کافروں سے کہ ہم میں اور تم میں جو اسلام اور کفر کا جھگڑا ہے کیا میں اسکے
فیصلہ کے لیے اللہ کے سوا کسی اور کو ڈھونڈوں حالانکہ اللہ نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا ہے جو
کتاب مفصل ہے یعنی اسمیں حق و باطل کو وضاحت کے ساتھ جدا جدا بیان کر دیا ہے پس فیصلہ کو حکم دینے کے
لیے اللہ سے بڑھکر اور کون ہو سکتا ہے وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے اور اُسنے
اس فیصلہ کے واسطے کتاب نازل کی ہے جسمیں صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے پس تم جو اس کتاب کو سنکر
اسکے بعد اور معجزہ طلب کرتے ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ تم اللہ کا فیصلہ نہیں ماننا چاہتے گویا تم یہ چاہتے ہو کہ میں
اللہ کے سوا کوئی اور حکم دینے والا ڈھونڈوں جو میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ کرے حاصل اسکا یہ
کہ فیصلہ کے واسطے قرآن کافی ہے اب کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں اسلیے کہ قرآن جسطرح اپنے مطالب
حق کا ظاہر کرنے والا ہے اسی طرح اُس کی فصاحت و بلاغت بھی حق کا فیصلہ کرنے والی ہے چنانچہ باوجود
کوشش اور اہتمام کے تمام فصحا عرب کے اسکا مثل بنانے سے عاجز ہو گئے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جنہوں نے
یہ قرآن ظاہر کیا ہے اُنہوں نے ظاہری طور پر کبھی لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا اور یہ دلیل اس امر کی ہے
کہ بیشک وہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ معجزہ قرآن کا ایسا تھا کہ ہر وقت موجود تھا جسوقت وہ اور معجزہ
طلب کرتے تھے اُسوقت بھی یہ معجزہ اُنکے سامنے تھا اور وہ قرآن کے مثل بنانے سے عاجز تھے جب
ایسا معجزہ اُن کے لیے کافی نہوا تو اور معجزہ اُن کے سامنے پیش کرنا محض لاحاصل تھا وَالَّذِينَ
آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۞ اور جن کو ہمنے کتاب دی ہے وہ جانتے ہین کہ بیشک قرآن اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے پس تو ہرگز شک کرنے والون سے مت بن۔

ف یعنی قرآن کے حق ہونے کی ایک دلیل یہہ بھی ہے کہ اہل کتاب اسکو حق اور اللہ کا بھیجا ہوا جانتے ہین پس اگرچہ قرآن کا معجزہ ہونا اور فصحاے قریش کو عاجز کرنا اُنکے سمجھنے کے لیئے کافی تھا اب انکے ساتھہ یہہ تائید اور ہوگئی کہ اہل کتاب بھی اُسکو حق اور اللہ کا بھیجا ہوا بتاتے ہین ایسی حالت مین کفار قریش کو قرآن مین شک کرنے کا کوئی موقع باقی نہ تہا مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فارسی مین لکہا ہے کہ مکی سورتون مین تو یہ مذکور ہوا ہے کہ یہود قرآن کی تصدیق کرتے ہین اور مدنی سورتون مین یہ مذکور ہے کہ یہود اسکی تکذیب کرتے ہین اسکی وجہ یہہ ہے کہ جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے اور یہود کو دعوت اسلام نہین کی تہی اُسوقت تک یہودی قرآن کے سچے ہونے کا اقرار کرتے تھے اور یہہ کہتے تھے کہ قرآن کا حکم اہل حجاز پر لازم ہے کوئی یہودی قرآن کا منکر نہ تہا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لے گئے اور یہودیون کو دعوت اسلام شروع کی اُسوقت سے یہودیون نے انکار شروع کیا اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت مین اہل کتاب سے وہ اہل کتاب مراد ہون جو مسلمان ہوگئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ یا مراد یہ ہے کہ سب اہل کتاب دل مین جانتے ہین کہ قرآن حق ہے گو زبان سے اقرار کرین یا نہ کرین۔ یہہ جو اللہ نے فرمایا کہ تو ہرگز شک کرنے والون مین سے مت بن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ رسول شک کرنے والون سے تھے بلکہ صرف تاکید قرآن کے حق ہونے کی مقصود ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ یعنی تو شرک کرنے والون مین سے مت بن حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک ہرگز ممکن نہ تہا یا بظاہر خطاب رسول سے ہے اور مراد یہ ہے کہ امت کے لوگ شک نہ کرین یا رسول سے خطاب نہین بلکہ امت کے ہر ہر شخص سے خطاب ہے یا مراد یہ ہے کہ اے رسول تو یقین جان کہ اہل کتاب قرآن کی تصدیق کرتے ہین اس مین ہرگز شک مت کر وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

اور پورا ہے کلام تیرے رب کا صدق مین اور عدل مین **ف** یعنی قرآن صدق مین اور عدل مین کامل ہے اُسمین جتنی خبرین ہین وہ سچی ہین جتنے احکام ہین وہ عدل کے ساتھ ہین **لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝** نہین کوئی بدلنے والا اُسکے کلام کو اور وہ سننے والا جاننے والا ہے **ف** یعنی کسی کی یہ مجال نہین کہ اللہ نے جو خبر بیان کی ہے اُسکو بدل کر اُسکی جگہ اُس سے زیادہ سچی کوئی خبر بتا سکے یا اللہ کے کسی حکم کو بدل کر اُس سے زیادہ انصاف کا حکم ظاہر کرے یا مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے کلام کو بطور تحریف کے بدل کر شائع و ذائع نہین کر سکتا جیسا کہ توریت اور انجیل کی حالت ہوئی مگر یہ معنی اُسی صورت مین ہون گے کہ کلمات سے قرآن مراد ہو اور پہلی صورت یعنی اللہ کے کلام کا سچا اور انصاف والا ہونا اللہ کے سب کلامون یعنی قرآن توریت اور انجیل وغیرہ کو بلکہ حدیث قدسی کو بھی شامل ہے یا مراد یہ ہے کہ جسطرح قرآن نے پہلی کتابون کو بدل دیا اسطرح قرآن کا کوئی بدلنے والا نہوگا اسلئے کہ قرآن کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہوگا نہ کوئی کتاب نازل ہوگی پس قرآن کا حکم قیامت تک قائم رہیگا اور اللہ بندون کی سب باتون کو سنتا ہے جو قرآن کی بابت کرتے ہین اور اُن کے دل کے بھیدون کو جانتا ہے **وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝**

اور اگر پیروی کرے گا تو اکثر لوگون کی جو زمین مین ہین پھیر دینگے تجھکو اللہ کے رستے سے وہ نہین چلتے مگر گمان پر اور نہین وہ مگر خیال باندھنے والے **ف** یعنی جو لوگ زمین مین ہین اُنمین اکثر گمراہ ہین پس اگر تو اُن کی بات مان لے جو اکثر ہین تو اللہ کے راستے سے جُدا ہو جاوے وہ فقط گمان پر چلتے ہین یعنی کفار مکہ کے اعتقادات بے دلیل ہین اسلئے کہ اُن اعتقادات مین یا تو وہ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے تھے اور اس امر پر غور نہین کرتے تھے کہ وہ حق ہین یا ناحق یا اپنے طرف سے کچھ خیال باندھ لیتے تھے پس وہ فقط خیال باندھنے والے تھے کوئی یقین کا ذریعہ اُن کے پاس نہ تھا مثلاً وہ بت پرستی کو اچھا سمجھتے تھے لیکن کوئی

ایسی دلیل اُن کے پاس نہ تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بت پرستی سے اللہ راضی ہوتا ہے صرف اپنی طرف سے یہ خیال باندھ لیا تھا کہ بت پرستی اچھی چیز ہے حاصل یہ ہے کہ اُن کی جتنی باتیں ہیں سب بے دلیل ہیں خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ اگر تو اکثر کی بات مانے گا تو گمراہی میں پڑیگا یہ خطاب رسول سے بھی ہے اور اُن کی امت سے بھی ہے اور سب گمراہ فرقے اکثر میں شامل ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ زمین کے اکثر آدمیوں کا گمراہ ہونا جیسا کہ اس آیت میں ہے اسی طرح قرآن میں کئی جگہ مذکور ہوا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس آیت میں ارض سے ارض مکہ مراد ہے اور اُس زمانے میں وہاں کافر ہی زیادہ تھے تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ کفار کہ مردار جانور کو بھی کھا لیتے تھے اور اس بات میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان کا مارا ہوا جانور کھانے کی قابل ہے تو اللہ کا مارا ہوا جانور بدرجہ اولی کھانے کی قابل ہوگا اسی قصہ کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ گمانوں اور اٹکلوں پر چلتے ہیں اور کوئی دلیل انکے پاس نہیں اس موقع پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ظن کی پیروی کو کافروں کا فعل بتایا حالانکہ شریعت کے اکثر مسائل دلائل ظنیہ سے ثابت ہوئے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جس ظن کو کافروں کا فعل بتایا وہ محض بے دلیل تھا یعنی کفار محض بے دلیل جس خیال کو چاہتے تھے ترجیح دے لیتے تھے اور مسائل شرعیہ میں جو ضروری اعتقاد اور ایمان کے مسائل ہیں وہ یقینی دلیلوں سے ثابت ہوئے ہیں البتہ فروعی مسائل سے بعض احکام دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں تو اُن میں ظن سے مراد یہ ہے کہ اُن میں دلائل شرعیہ کی موجب ترجیح ہوتی ہے محض بے دلیل نہیں ہوتی۔ پس ان دونوں میں بڑا فرق ہے

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

بیشک تیرا رب وہ خوب جاننے والا ہے اُسکو جو بہکنے والا ہے اُسکے رستہ سے اور وہ جاننے والا ہے ہدایت پانے والوں کو

ف ابن کثیر نے اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ اُن کو خوب جانتا ہے جن کی قسمت میں گمراہی ہے اُن کے واسطے گمراہی کے راستے آسان کر دیے ہیں اور اللہ اُنکو بھی جانتا ہے جو ہدایت پانیوالے

ہین اُن کے لیے اعمال خیر آسان کر دیئے ہین ہر ایک کے لیے وہی طریقہ آسان کر دیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ جلالین مین اسکی تفسیر یون کی ہے کہ اللہ اُنکو بھی جانتا ہے جو گمراہی اختیار کرتے ہین اور اُنکو بھی جانتا ہے جو ہدایت پاتے ہین ہر ایک کو اُسکے عمل کی مطابق بدلا دیگا۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ

تو کھاؤ تم اُسمین سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم اللہ کی آیتون پر ایمان لانے والے ہو **ف** پہلی آیت مین اللہ نے گمراہون کی پیروی سے منع کیا تھا اور چونکہ کفار کو ذبح کے طریقہ پر اعتراض کرتے تھے اور بطور طعن کے مسلمانون سے کہتے تھے کہ جسکو اللہ نے مارا ہے اُسکو تم نہین کھاتے اور جس جانور کو خود مارتے ہو اُسے کھاتے ہو اسلیئے اللہ نے مسلمانون سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اللہ کی آیتون پر یقین رکھتے ہو تو کافرون کے اس طعن کا خیال مت کرو اور اللہ نے جس چیز کو حلال کر دیا ہے اُسکو حلال سمجھو یعنی جو جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جاوے اُسکو کھاؤ ہرگز کچھ شبہہ مت کرو وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ط اور کیا چیز مانع ہے تمکو کہ نہ کھاؤ اُس ذبیحہ سے کہ لیا گیا ہے اللہ کا نام اُسپر اور بیشک اللہ نے تفصیل بیان کر دی تمہارے لئے اُس چیز کی جو حرام کی ہے تم پر مگر اُس میت بھی وہ حلال ہے جس کے کھانے پر تم مجبور ہو جاؤ **ف** یعنی جب اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل تمپر ظاہر کر دی اور اُن کو بھی ضرورت اور مجبوری کے وقت تمہارے لیئے جائز کر دیا پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُن حلال جانورون کے کھانے مین شک کرو جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اس آیت مین اللہ نے نہایت تاکید سے حکم کیا کہ جو حلال جانور اللہ کے نام پر ذبح کیئے جائین اُن کے کھانے مین وسواس نہ لاؤ اور کافرون کے طعن کا ہرگز خیال مت کرو اسلیئے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اُن کی باتین بے دلیل ہین مفسرین کا اختلاف ہے

کہ اس سے پہلے اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل کہان بیان کی ہی جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے بعض کا قول ہے کہ اس سے سورۂ مائدہ کی آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ الخ مراد ہے مگر اس قول مین یہ شبہہ ہے کہ سورۂ انعام کی سورت ہے اور سورۂ مائدہ مدنی ہے جو اس کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعض کا قول ہے کہ آیت قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ الخ مراد ہے جو اسی سورت مین بہت قریب آنے والی ہے اور بعض کا قول ہے کہ اللہ نے حرام چیزون کی تفصیل پر ایسی وحی کے ذریعہ سے رسول کو مطلع کیا تھا جو قرآن مین مذکور نہین وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ اور بیشک بہت سے لوگ البتہ بہکاتے ہین اپنے خیالات پر بغیر علم کے بیشک تیرا رب وہ خوب جاننے والا ہے سرکشون کو ف یعنی کفار جو یہہ شبہہ پیش کرتے ہین کہ مسلمان اللہ کے مارے ہوئے جانور کو یعنی مردار کو حرام جانتے ہین اور اپنے ذبح کیے ہوئے کو حلال کہتے ہین وہ اپنے خیالات سے جو محض بے دلیل ہین اور کسی دلیل سے اُن کا علم حاصل نہین ہوا ہے مسلمانون کو بہکاتے ہین اور ذبیحہ کو حرام اور مردار کو حلال کہتے ہین اللہ سرکشون کو خوب جانتا ہے ضرور اس سرکشی کے عذاب مین مبتلا کریگا۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اس آیت سے یہہ ثابت ہوا کہ امور دین مین کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اس لئے کہ تقلید مین بے دلیل دوسرے کا قول ماننا پڑتا ہے اور اس آیت سے ظاہر ہے کہ بے دلیل کسی کا قول ماننا حرام ہے مگر امام کے اس قول سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عامی کو ائمہ مجتہدین کی تقلید جائز نہین اسلئے کہ ائمہ کا کوئی قول درحقیقت بے دلیل نہین اور عامی مقلد اگرچہ اُن کی دلیل نہین جانتا مگر اسکو یہہ یقین کرلینا چاہیے کہ اُن کے سب اقوال شرعی دلیلون کے ساتھ مدلل ہین بس یہہ قول صاحب تفسیر کبیر کا اُن بدعات اور رسوم کی نسبت ہے جو اپنی طرف سے عوام نے محض بے دلیل نکال لین ہین اُن بدعات مین کسی کی تقلید بیجا ہے وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝

اور چھوڑ دو کھلے ہوئے گناہ کو اور چھپے ہوئے گناہ کو بیشک جو لوگ گناہ کرتے ہین جلد بدلا پاوینگے اُس گناہ کا جسکو وہ اختیار کرتے ہین **ف** ظاہر گناہ سے وہ گناہ مراد ہین جو چھپا سکتے ہین علانیہ کیے جائین اور بعض کے نزدیک ظاہر گناہ سے وہ گناہ مراد ہین جو ہاتھ و پانوُن سے کیے جائین اور منجملہ اُن کے مُردار کا کھانا بھی ہے اور چھپے ہوئے گناہون سے وہ گناہ مراد ہین جو چھپا کر کیے جاوین اور بعض کے نزدیک چھپے ہوئے گناہون سے صرف دل کے گناہ مراد ہین اور جو حلال جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اُسکی حلت مین دل مین شبہہ سمجھنا بھی اسی قسم مین شامل ہے مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دو اور جو لوگ گناہ کے مرتکب ہون گے وہ آخرت مین اپنے گناہون کا بدلا پاوینگے جسکا وقت بہت جلد آنے والا ہے چونکہ گناہ کے ظاہر کرنے مین زیادہ برائی ہے اسلیئے اللہ نے اُسکو اول ذکر کیا وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ؕ اور مت کھاؤ اس جانور مین سے جس پر اللہ کا نام نہین لیا گیا اور بیشک کھانا اُسکا فسق ہے **ف** یعنی جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہین کیے گئے اُن کو ہرگز مت کھاؤ اُنکا کھانا بڑا گناہ ہے اگرچہ اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جاوے وہ حرام ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام لینا بھول جاوے تو وہ جانور بھی اسی حکم مین ہے کہ گویا اللہ کا نام اُس پر لیا گیا اسلیئے کہ ذبح کرنے والے نے قصداً اللہ کا ذکر نہین چھوڑا اور اس آیت مین لَمْ يُذْكَرِ سے وہ صورت مراد ہے جسمین قصداً ذکر چھوڑا جاوے اور امام مالک رح سے ایک روایت یہ ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہین لیا گیا خواہ سہواً ہو یا عمداً اُسکا کھانا جائز نہین مگر دوسری روایت یہ ہے کہ اُنکا قول بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول سے مطابق ہے۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ اگرچہ شرح ہدایہ مین یہ مذکور ہے کہ امام مالک رح بھولجانے کی صورت مین بھی ذبیحہ کو حرام جانتے ہین مگر کتاب انتصاف مین جسکا مصنف ائمہ مالکیہ مین سے ہے یہ لکھا ہے کہ اس باب مین امام مالک رح کا قول وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا قول ہے امام شافعی رح کا قول یہ ہے کہ مسلمان اگر عمداً بھی

بھی ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لے تب بھی اس آیت کی نہی مین شامل نہین اسلیئے کہ اُس کے دل مین اللہ کا نام ہے اور وہ اس آیت کا ترجمہ یون کرتے ہین کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہین لیا گیا اُسکو ایسی حالت مین مت کہاؤ جب کہ اُسکا کہانا فسق ہو اور فسق وہ اس صورت کو بتاتے ہین جب کہ غیر اللہ کا نام لیا جاے اور اور اگر مسلمان نے عمداً اللہ کا نام چھوڑا اور غیر اللہ کا نام بھی نہ لیا اس صورت کو وہ فسق نہین کہتے امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ شافعی کے ساتھ ہین اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ ظاہر آیت کی بموجب بہولنے کی صورت مین بھی جانور کو حلال نہین سمجھتے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہین —

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر کا قول یہ ہے کہ بھول جانے کی صورت مین ذبیحہ کے حلال ہونے پر اجماع ہے اور جس نے اس قول کی مخالفت کی اُس نے حدیث اور اجماع کی مخالفت کی واللہ اعلم بالصواب —

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور بیشک شیاطین وسوسہ ڈالتے ہین اپنے دوستون کی طرف تاکہ جھگڑا کرین تم سے ف یعنی شیاطین کافرون کے دلون مین یہ وسوسے ڈالتے ہین کہ وہ تم سے ذبیحہ کے مسئلہ مین جھگڑا کرین اور یون کہین کہ تم مُردار کو نہین کہاتے جسکو خدا نے مارا ہے اور ذبیحہ کو کہاتے ہو جسکو تم نے خود مارا ہے —

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۵ اور اگر اطاعت کروگے تم اُن کی تو بیشک مشرک ہوجاؤ گے تم — ف اسلئے کہ جو کوئی اللہ کی اطاعت چھوڑکر غیر کی اطاعت اختیار کرے اور غیر کا حکم دین مین مانے وہ مشرک ہوتا ہے

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط

کیا جو شخص کہ مردہ تہا پھر ہمنے اُسکو زندہ کردیا اور اُس کے لئے روشنی بنادی جس سے وہ چلتا ہے آدمیون مین مثل اُس شخص کی ہے کہ حال اُسکا تاریکیون مین ہے اُن سے نکلنے والا نہین — ف اس آیت مین اللہ نے مومن اور کافر کی مثال بیان کی مومن کی مثال یہ ہے کہ پہلے وہ کافر تہا

اس سے لیئے اسکا دل مردہ تہا پہر اُسکے دل کو اللہ نے نور ایمان سے زندہ کیا اور وہ اس روشنی کے ذریعہ سے
چلتا ہے یعنی حق اور ناحق مین تمیز کرتا ہے اور کافر کی مثال یہہ ہے کہ وہ تاریکیون مین پہنسا ہوا ہے اُن سے
نکل نہین سکتا رب اللہ پوچہتا ہے کہ کیا اُن دونون کی حالت ایک ہی ہے مطلب یہ ہے کہ ہرگز ایک نہین
ابن کثیر نے لکہا ہے کہ بعض کا قول یہ ہے کہ اس آیت مین روشنی پانے والے سے حضرت عمرؓ مراد ہین اور
ایک قول یہ ہے کہ عمارؓ بن یاسر مراد ہین اور تاریکی مین پہنسنے والے سے ابوجہل مراد ہے لیکن صحیح یہ ہے
کہ یہ آیت کسی خاص مومن یا خاص کافر کے لیئے نہین بلکہ ہر مومن اور کافر کی مثال ہے **كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ۝ اسی طرح سنوارے گئے ہین کافرون کے لیئے
وہ کام جو وہ کرتے ہین **ف** یعنی جسطرح مومنین پر سے ایمان کی خوبیان ظاہر کردین اسی طرح کافرون کی
نگاہون مین کفر کو اچہا بنا دیا ہے یا کذٰلک کا اشارہ وحی شیاطین کی طرف ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے
یعنی جسطرح شیاطین کافرون کے دل مین وسوسے ڈالتے ہین اُنہین وسوسون کی مطابق عمل کرنے کو
اُن کی نگاہون مین اچہا ظاہر کر دیتے ہین **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا** ط اور اسی طرح بنا دیئے ہمنے ہر بستی مین بڑے اُس بستی کے
مجرم تاکہ اُس مین فساد کرین **ف** یعنی جسطرح ہمنے مکہ کے سردارون کو اسلام کا مخالف اور رسول کا
دشمن بنا دیا اسی طرح ہر بستی کے سردارون کو اُس بستی کے مجرم بنا دیتے ہین تاکہ اُسمین فساد کرین ابن کثیر نے
لکہا ہے کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یون نقل کی ہے کہ ہم شریر لوگون کو سردار
بنا دیتے ہین وہ اُس بستی مین سرکشی کرتے ہین اور جب اُن کی سرکشی بڑہتی ہے تو ہم عذاب بہیجکر ہلاک کر دیتے ہین
تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ زجاج نے یہ لکہا ہے کہ سردارون کو مجرم اسلیئے بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنی ریاست اور سرداری
کی وجہ سے فساد کی قوت بہت رکہتے ہین اور لوگون کے بہکانے مین اُن کا اثر زیادہ پڑتا ہے اس آیت سے
معلوم ہوا کہ دنیا کی دولتمندی اور سرداری اکثر وبال آخرت کا باعث ہوتی ہے **وَمَا يَمْكُرُوْنَ**

إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ اور نہین فساد کرتے ہین وہ مگر اپنی جانون کے ساتھ اور نہین سمجھتے **ف** یعنی انکے فساد کا وبال انہین پر عائد ہوتا ہے مگر وہ اس نتیجہ کو نہین سمجھتے

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ط اور جب کہ آتی تھی اُن کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہین کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ دئے جاوین ہم اسی طرح کہ دئے گئے اللہ کے رسول **ف** یعنی جب اُن کے سامنے کوئی دلیل مثبت رسالت یا کوئی قرآن کی آیت پیش ہوتی ہے تو وہ یہ کہتے ہین کہ ہم تو اسوقت تک ایمان نہ لاوینگے جب تک کہ ہمارے پاس بھی اُسی طرح وحی نہ آوے جیسے کہ اللہ کے رسولون کے پاس آتی ہے۔ مطلب اُن کا یہ تھا کہ جسطرح رسولون کے پاس فرشتے اللہ کا پیغام لاتے ہین ہمارے پاس بھی لاوین گے اور جو مرتبہ رسالت کا رسولون کو حاصل ہے وہ ہمکو بھی حاصل ہو جاوے اور جب تک یہ نہوگا ہم ایمان نہ لاوین گے اور کسی اور رسول کے تابع نہ بنینگے **ف** بعض بزرگون کا قول ہے کہ رُسُلُ اللہ پر وقف کرے اور یہان اللہ سے دونون نامون کے بیچ مین دعا مانگے تو وہ مقبول ہوتی ہے اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ط اللہ خوب جاننے والا ہے کہ کہان مقرر کرے اپنی رسالت **ف** یعنی رسول مقرر کرنا اللہ کا کام ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ کسکو رسول مقرر کرے پس وہ جو رسول بننے کے تمنا کرتے ہین محض فضول ہے اس لئے کہ رسالت شرافت نسب یا مال سے نہین ملتی بلکہ اللہ کے فضل سے ملتی ہے سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝ جلد پہونچیگی اُن کو جنہون نے جرم کیا ذلت اللہ کے پاس اور عذاب سخت اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے۔ **ف** یعنی دنیا مین وہ سردار ہین اور آخرت مین حقیر اور ذلیل ہون گے فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ

أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ

تو جسکو چاہتا ہے اللہ ہدایت کرنا کہولتا ہے سینہ اُسکا اسلام کے لئے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرنا بنا دیتا ہے سینہ اُسکا تنگ بند گویا کہ چڑہتا ہے آسمان مین ف یعنی اللہ جسکو ہدایت کرنا چاہتا ہے اُسکا سینہ اسلام کے لئے کہولدیتا ہے یعنی اُس کے دل مین حق کے قبول کرنے کی صلاحیت دیتا ہے اور ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ ابن جریر اور حاکم اور بیہقی وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی گئی تھی کہ سینہ کُہلنے سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ مومن کے دل مین نور ڈالدیتا ہے جس سے اُسکا قلب کُہل جاتا ہے صحابہ نے پوچھا کہ اس کی کوئی نشانی بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکی علامت یہ ہے کہ وہ جنت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے نفرت کرتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اُسکا سامان کر لیتا ہے اور اسکے مقابلہ مین اللہ نے فرمایا کہ اللہ جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اُسکے سینہ کو تنگ اور بند کر دیتا ہے یعنی اُسمین صلاحیت حق کے سمجھنے کی اُس مین نہیں ہوتی اور ایمان کا قبول کرنا اُسکو ایسا دشوار معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر چڑہنا دشوار ہوتا ہے ابن کثیر نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ کافر کے دل مین جو ایمان کے جانے کا راستہ نہین ہوتا اُسکی مثال اللہ نے یون بیان کی ہے کہ کافر کو ایمان کا قبول کرنا ایسا مشکل ہوتا ہے جیسا آسمان پر چڑہنا مشکل ہے یہی قول ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی ابن کثیر نے نقل کیا ہے كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اسی طرح ڈالتا ہے اللہ ناپاکی اُن پر جو ایمان نہین لاتے ف یعنی جسطرح اللہ کافرون کے دل کو حق کے قبول کرنے سے تنگ کر دیتا ہے اسی طرح بُرائی کو داخل کر دیتا ہے یعنی اُن کے دل کو اللہ ایسا بناتا ہے کہ اُسمین ایمان کی گنجایش نہین ہوتی کفر کی گنجایش ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رجس سے مراد شیطان ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ رجس وہ ہے جسمین کوئی بہلائی نہو اور عبد الرحمن بن زید کا

قول ہے کہ جس سے عذاب مراد ہے وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ط اور یہ ہے
راستہ تیرے رب کا سیدھا ف ہذا کا اشارہ قرآن یا دین اسلام کی طرف ہے رب کا راستہ
اسلئے کہا کہ رب کو یہ راستہ پسند ہے پس بسبب شرافت کے اس راستے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا۔
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ بیشک مفصل بیان کردیں ہم نے
نشانیاں ایسے گروہ کے لیے جو نصیحت مانتے ہیں۔ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے اُن کے
رب کے پاس اور وہ اُن کا دوست ہے بسبب اُن کے اعمال کے ف یعنی جو لوگ قرآن کی نصیحت
ماننے والے ہیں اُن کے لیے اللہ نے جنت تیار کی ہے اور اُن کے اعمال کی وجہ سے اللہ اُن کا
دوست یا مددگار یا کارساز ہے ولی کے یہی تینوں معنی ہیں اور سب بیان مناسب ہیں وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ج
اور جس دن اُٹھا وے گا اللہ اُن سب کو (کہیگا) اے جنوں کے گروہ تم نے بڑا اسکر بنا لیا انسانوں سے
ف جن سے مراد شیاطین ہیں یعنی قیامت کے دن اللہ سب شیطانوں اور سب آدمیوں کو
اُٹھاوے گا اور شیطانوں سے کہے گا کہ تم نے بہکا کر بہت سے آدمی اپنے تابعدار بنا لیے اور بڑا
لشکر آدمیوں کا اپنے ساتھ کر لیا وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ
بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ط اور کہیں گے
شیطانوں کے دوست آدمیوں میں سے اے ہمارے رب فائدہ لیا ہمارے بعضوں نے بعضوں کے ساتھ
اور پہونچ گئے ہم اُس میعاد کو جو مقرر کی تھی تو نے ہمارے لیے ف یعنی آدمیوں میں جو شیطانوں
کے دوست تھے وہ یوں کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے آپس میں بعض نے بعض سے فائدہ لیا یعنی شیطانوں
نے آدمیوں سے فائدہ لیا اور آدمیوں نے شیطانوں سے فائدہ لیا اسی حالت میں ہمارا وعدہ پورا گیا اور

موت کا وقت جو تو نے ہمارے لیئے مقرر کیا تہا اُسوقت مین ہم پہونچ گئے یا قیامت کے دن جو ہمارے حساب کے لیئے تو نے مقرر کیا تہا اُسوقت مین پہونچ گئے شیطانون کا آدمیون سے فائدہ لینا یہ تہا کہ شیطان کا مقتضاے طبیعت یہہ تہا کہ مخلوق کو اللہ کے راستے سے بہکا دین اور گمراہ بناوین اسی بہکانے کی اُن کو خواہش تہی اس خواہش کو اُنہون نے آدمیون کو بہکا کر پورا کر لیا اور آدمیون کا شیطانون سے فائدہ لینا یہہ تہا کہ شیطانون نے انسانون کے دل مین ایسے وسوسے ڈالے جو انسانون کی نفسانی خواہشون کی مطابق تہے پس آدمیون نے اپنی لذتین حاصل کرنے مین شیطانون سے یہ فائدہ پایا کہ شیاطین نے اپنے وسوسون سے اُن لذتون کی طرف اُنہین مائل کیا اور اُن کے حاصل کرنے مین مدد دی اس جواب مین انسانون نے اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بیشک ہمنے شیطانون کی اطاعت کی قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط کہیگا اللہ کہ دوزخ تمہارا ٹہکانا ہے تم ہمیشہ اسی مین رہوگے مگر جبکو چاہے اللہ ف یہہ خطاب شیطان کے دوستون سے ہے اُنہین کافر بہی ہین اور وہ مسلمان بہی ہین جو شیطان کے بہکانے سے گناہون مین مبتلا ہوئے پس ہمیشہ عذاب مین رہنے والے کافر ہین اور مسلمان گنہگارون کو جب تک اللہ چاہے عذاب مین رکہے پہر وہان سے نکالے گا معنی اس آیت کے بہت صاف ہین لیکن اکثر مفسرین نے یہ خطاب کافرون سے مختص سمجہا ہے اُن کو اس آیت کی تفسیر مین یہ مشکل پیش آئی کہ کفار کا ہمیشہ دوزخ مین رہنا یقینی طور پر ثابت ہوچکا ہے پہر اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کا استثنا کیسے صحیح ہوگا اسکا جواب یہہ ہے کہ آگ سے نکلنا اُن کا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے مگر دوسری آیتون سے معلوم ہوچکا ہے کہ اللہ ایسا کبہی نہین چاہے گا اور بعض نے یہہ تاویل کی ہے کہ معنی آیت کے یہہ ہین کہ (تمہارا ٹہکانا آگ مین ہے مگر جب چاہے اللہ) یعنی جب اللہ چاہیگا آگ سے نکالکر سردی کے عذاب مین مبتلا کریگا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ بیشک تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ہے ف کافرون کا ہمیشہ عذاب مین رکھنا بہی اُسکی

حکمت کا مقتضی ہے اور وہ جن وانس کے اعمال کو جاننے والا ہے وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اور اسی طرح مسلط کر دیتے ہین ہم بعضے ظالمون کو بعض پر ف یعنی جسطرح کافر آدمیون پر ہمنے شیاطین جن کو مسلط کر دیا اسی طرح ہم ظالمون پر ظالمون کو مسلط کر دیتے ہین یہ شامت اُن کے اعمال بد کی ہوتی ہے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اے گروہ جن کے اور آدمیون کے کیا نہین آئے تھے تمہارے پاس رسول جو تم مین سے تھے پڑھتے تھے تم پر میری آیتین اور ڈراتے تھے تمکو تمہارے اس دن کے آنے سے ف اللہ کفار جن و انس سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس ایسے رسول نہین آئے تھے جو تمہاری جنس کے تھے اور تمکو ہماری آیتین سناتے تھے اور قیامت کے دن سے ڈراتے تھے ف چونکہ سب رسول آدمی ہوئے کوئی جن رسول نہین ہوا اور اس آیت مین خطاب جن وانس دونون کے مجموعے سے ہے پس مراد یہ ہے کہ آدمیون مین اللہ کے رسول تھے اور جنون مین وہ جن رسول تھے جنکو انبیا نے اُن کی ہدایت کے لیے اپنی طرف سے مقرر کیا تھا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ کہا اُنہون نے گواہی دیتے ہین ہم اپنی جانون پر اور دہوکے مین ڈالا اُن کو زندگانی دنیا نے اور اقرار کیا اُنہون نے اپنی جانون پر کہ وہ کافر تھے ف یعنی جن وانس جواب مین کہین گے کہ ہم خود اپنے اوپر گواہی دیتے ہین کہ رسول آئے مگر ہم نے رسولون کا کہنا نا مانا یہ اُنکی شہادت بطور حکایت کے اللہ نے نقل کی اُسکے بعد اللہ فرماتا ہے کہ ان کافرون کو دنیا کی زندگی نے دہوکا دیا جسکا مآل یہ ہوا کہ اُن کو خود اپنے کافر ہونے اور مستوجب عذاب ہونے کا اقرار

ذٰلِكَ أَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۵ یہ اسلئے ہے کہ نہو وے تیرا رب ہلاک کرنے والا بستیون کا ظلم سے بدلے ایسی حالت مین کہ اُن بستیون کے لوگ غافل ہون **ف** یعنی رسولون کو بھیجکر حجت تمام کر دینا اسلئے ہے کہ اللہ بستیون کو ایسے ظلم کی سزا مین ہلاک نہ کرے جس ظلم کی اُن بستی والون کو خبر بھی نہو یعنی پیغمبرون نے حق و باطل کا فرق اُن کے سامنے بیان نہ کیا ہو اور اللہ کے نزدیک جو کام بُرے ہین اُن کی خبر اُن کو نہ سنا دی ہو حاصل یہ ہوا کہ اللہ رسولون کو بھیجکر اول اپنی حجت تمام کر لیتا ہے اُسکے بعد اُن لوگون پر جنہون نے رسولون کی ہدایت نمانی عذاب نازل کرتا ہے وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۵ اور ہر ایک کے لئے درجے ہون گے اُسی قسم سے جو عمل کئے ہون گے اُنہون نے اور تیرا رب اُن کے اعمال سے غافل نہین **ف** یعنی ثواب یا عذاب سب کے لئے برابر نہوگا بلکہ ہر ہر شخص کو اُسکے اعمال کی مطابق بدلا ملے گا اللہ اُن کے اعمال سے غافل نہین وہ خوب جانتا ہے کہ کسکا عمل کسقدر ثواب یا عذاب دینے کی لائق ہے ۔ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا ۔ **ف** غنی سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو مخلوق کی طرف سے کسی قسم کی احتیاج نہین بلکہ تمام مخلوق اپنی حاجتون مین اُسی کی محتاج ہے پس مخلوق کے حسن اعمال کی اُسکو کوئی حاجت نہین بلکہ نیک اعمال کا نتیجہ بندون ہی کے واسطے ہے اور باوجود غنی ہونے کے بھی اللہ رحمت والا ہے فوراً سزا نہین دیتا بلکہ سوچنے اور سمجھنے کے لئے دنیا مین ہر شخص کو کچھ مہلت بھی دیتا ہے اور عذاب آخرت پر موقوف رکھتا ہے سمجھانے کے لیے انبیا کا بھیجنا بھی اُس کی رحمت ہے اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ أَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۵ اگر چاہے دور کر دے تمہین اور جانشین بنا دے تمہارے بعد جسکو چاہے جیسے کہ پیدا کیا تمکو اولاد سے اُسی گروہ کی کہ دوسرے تھے ۔

ف یعنی اے کفار کہ جسطرح اللہ کی یہ قدرت ہے کہ ایک مخلوق کی نسل مین ایسی قوم پیدا کر دے جو اپنی سیرت مین اصل کی مخالف ہو جیسے تمکو سرکش اور مفسد پیدا کیا اور وہ لوگ جنکی نسل سے تمکو پیدا کیا ہے یعنی جو نوحؑ کے ساتھ کشتی مین سلامت بچ رہے تھے سرکش اور مفسد نہ تھے بلکہ مومن اور مطیع تھے اسی طرح اللہ کو یہ بھی قدرت ہے کہ ایک قوم کو بالکل ہلاک کر دے اور اُسکی نسل بالکل باقی نہ رہنے دے اور اُن کی جگہ اُس زمین پر دوسری مخلوق جس قسم کی چاہے قائم کر دے پس اگر اللہ چاہتا تو تمہارے کفر کی سزا مین تمکو ہلاک کر دیتا اور تمھاری جگہ اور جو مخلوق چاہتا اُسکو قائم کر دیتا اسلئے کہ اللہ غنی ہے اُسکو کچھ تمھاری جنس کی احتیاج نہ تھی مگر باوجود قادر ہونے اور غنی ہونے کے اللہ نے ایسا نہ کیا اسلئے کہ وہ رحمت والا ہے پس تمکو سمجھنے اور توبہ کرنے کے واسطے مہلت دی اور اپنے پیغمبر کو تمہارے سمجھانے کے لئے بھیجا اس آیت مین اللہ نے ظاہر کیا کہ ہم کو یہ بھی قدرت ہے کہ ایک قوم کو غارت کر دین اور اُسکے نسل منقطع کر کے دوسری قوم اُسکی جگہ قائم کر دین جو اپنی ذات مین پہلی قوم کے غیر ہو جسطرح ہمکو یہ قدرت ہے کہ ایک قوم کو فنا کر کے دوسری قوم ایسی قائم کر دین جو ذات مین پہلی قوم کی غیر نہو بلکہ اپنی سیرت اور حقیقت مین مغائر ہو مثلاً کافر دون کو مومن اور مومنون سے کافر پیدا ہون اور تبدیل سیرت کی مثال مین اللہ نے اُنہین کافرون کی حالت بیان کر دی جن سے خطاب تھا یعنی جیسے تم کافرون کو ہمنے مومنون کی نسل سے پیدا کیا - اس آیت مین اللہ کے غنی اور رحیم ہونے کی صفت ایسے موقع پر بیان ہوئی ہے کہ اُسکو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی ربط ہے اور کمال بھی یہی ہے کہ باوجود بے پروا ہونے کے رحم کرے ورنہ جس سے کچھ غرض ہوتی ہے اُسپر ہر کوئی رحم کرتا ہے **اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝** بیشک جو کچھ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہیں تم عاجز کرنے والے **ف** یعنی قیامت کو کافرون پر عذاب ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ وقت ضرور آنے والا ہے اور تمہاری یہ مجال نہو گی کہ تم اللہ کو عذاب کرنے سے عاجز کر دو **قُلْ**

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

تو کہدے کہ اے قوم تم عمل کرتے رہو اپنی حالت پر مین بھی عمل کرنے والا ہون اب جلد جان لوگے کہ وہ کون ہے جسکے مفید ہوگا انجام اس دار کا بیشک مراد نہ پاوینگے ظالم ف یہ بظاہر حکم کی صورت ہے اور مقصود خوف دلانا ہے دار سے دار دنیا مراد ہے اور عاقبت سے مراد حسن انجام ہے یعنی اے پیغمبر تو کافرون سے کہدے کہ تم اپنی کفر کی حالت پر قائم رہو اور مین اپنی حالت پر قائم ہون اب چند روز مین تم کو کہ ہم دونون مین وہ کون ہے جو کامیاب ہوا ظالم ہرگز کامیاب نہین ہوتے اسلیے تمھین نامراد ہوگے ف ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اللہ نے اس وعدہ کو اپنے رسول کے لیے پورا کیا اور تمام جزیرہ عرب اور یمن اور بحرین اُن کے قبضہ مین آگیا اور اُنکے بعد خلفا کے زمانے مین جو فتوحات ہوئین وہ سب کو معلوم ہین ۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ

اور کیا اُنہون نے اللہ کے لیے اُسمین سے جو پیدا کیا ہے اللہ نے کھیتی مین سے اور جانورون مین سے حصہ تو کہا اُنہون نے یہ اللہ کے لیے ہے اپنے گمان مین اور یہ ہمارے شریکون کے لیے ہے ف یعنی کھیتی اور زراعت اللہ نے پیدا کی ہے مگر مشرکین مکہ ایسے جاہل تھے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزین بھی اللہ کے ساتھ بتون کو شریک کرتے تھے اور کھیتی اور جانورون مین سے کچھ حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے تھے جنکو انہون نے اپنی طرف سے اللہ کا شریک فرض کیا تھا اللہ کے واسطے جو حصہ سمجھتے تھے وہ صرف اُن کے گمان کی بات تھی اللہ اُسکو قبول نہین کرتا تھا اسلیے کہ اللہ کے مقابلے مین بتون کا بھی حصہ موجود تھا

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

پس جو اُن کے شریکون کے لئے ہے وہ نہین پہونچتا اللہ تک اور جو اللہ کے لئے ہے وہ پہونچتا ہے اون کے شریکون تک بُرا ہے جو وہ حکم کرتے ہین ف یعنی اس شرک سے بڑھکر اُن مین دوسری خرابی یہ ہے کہ وہ بتون کے حصہ کو اللہ کے حصہ پر ترجیح دیتے ہین یعنی جو حصہ بتون کے لئے ہوتا ہے اُسمین سے کچھ اللہ کی طرف نہین پہونچتا مثلاً کچھ اناج بتون کے حصہ مین سے اللہ کے حصہ مین شامل ہوجاوے تو فوراً اُسکو نکالکر بتون کے حصہ مین پھر شامل کردیتے ہین یہ گوارا نہین کرتے کہ بتون کے حصہ سے کچھ کم ہوکر اللہ کے حصہ مین آجاوے اور جو اللہ کا حصہ ہے اُسمین سے بتون کی طرف پہونچ جاتا تھے تو اُسکو گوارا کرلیتے ہین اور بتون کے حصہ مین نکالکر اللہ کے حصہ مین نہین ملاتے تھے ابن کثیر نے ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ اور سدی سے اس آیت کی تفسیر مین یہی قول نقل کیا ہے اور تفسیر بیضاوی مین لکھا ہے کہ اللہ کی قربانی کے لئے جو جانور مقرر کرتے تھے اُسمین سے اگر کوئی جانور عمدہ ہوتا تو اُسکو بتون کے واسطے کردیتے اگر بتون کی قربانی کے جانورون مین جو عمدہ ہوتا اُسکو اللہ کے لئے نکرتے وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط اور اسی طرح اچھا بنایا ہے بہتون کے لئے مشرکون مین سے اپنی اولاد کو قتل کرنا اُن کے شریکون نے تاکہ اُنکو ہلاک کردین اور تاکہ آمیزش کردین اُن پر اُن کے دین مین ف شریکون سے مراد شیاطین ہین اللہ کا شریک اُن کو اسلئے کہا کہ مشرکین اللہ کی اطاعت چھوڑکر اُن کی اطاعت کرتے تھے اور مشرکون کی طرف شرکا کی اضافت اسلئے کی کہ اُن مشرکون نے اُن کو اللہ کا شریک بنایا تھا مطلب یہ ہے کہ جسطرح مشرکین کھیتی مین اور قربانی کے جانورون مین اللہ کے ساتھ بتون کو شریک کرتے ہین اسی طرح شیاطین نے مشرکین کے دلون مین وسوسے ڈالکر قتل اولاد کی خوبی ظاہر کردی ہے چنانچہ مشرکین اپنی اولاد کو قتل کرنا اچھا سمجھتے تھے بعضے مفلسی کے خوف سے اپنے بچون کو قتل کردیتے تھے بعضے لڑکیون کو عار کی وجہ سے زندہ درگور کرتے تھے بعضے بتون کے نام پر اپنے بچون کو قربانی کرتے تھے یہ وسوسے شیاطین اُن کے

دلوا دین اسلیے واسطے تھے کہ اُن کو ہلاک کرین یعنی مستحق عذاب جہنم بنا دین اور اُن پر اُن کے دین مین آمیزش
کر دین یعنی مشرکین عرب جو اپنے آپ کو حضرت اسمعیل کے دین پر بتاتے تھے اُن کے دین مین مخالف
باتین ہی ملا دین چنانچہ شیاطین نے جسطرح اُس دین مین شرک شامل کر دیا تھا اسی طرح قتل اولاد بھی شامل
کر دیا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝
اور اگر چاہتا اللہ تو وہ ایسا نکرتے پس چھوڑ دے تو اُن کو اور اُن کے افترا باندھنے کو ف
یعنی اگر اللہ چاہتا کہ وہ مشرک نہین اور قتل اولاد مین مبتلا نہون تو وہ ان حرکتون مین مبتلا نہوتے اللہ نے
اُن کو گمراہ بنایا اسی وجہ سے اُنہون نے شیاطین کی اطاعت اختیار کی جو کچھ وہ کرتے ہین مشیت الہی کی
مطابق کرتے ہین پس تو اُنکو اور اُن کے افتراؤن کو چھوڑ دے یعنی رنج مت کر کہ تقدیر الٰہی اسی طرح ہے
اور آخرت مین اُنکا ٹھکانا جہنم ہے اُن کے افترا یہ تھے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ نے شرک کرنے کا اور قتل اولاد
کا حکم دیا ہے وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ
اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ اور کہا اُنہون نے یہ جانور اور کھیتی اچھوتے ہین کوئی نہین
کھا سکتا انہین مگر جسکو ہم چاہین اپنے گمان مین ف یعنی جانورون کو وہ بتون کے واسطے معین
کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اچھوتے ہو گئے کسی کو انکا کھانا جائز نہین مگر جسکو ہم چاہین وہی انکو کھاوے
اور اس سے مراد بتون کے مجاور اور خدام تھے انہین کے واسطے اُن جانورون کا کھانا جائز جانتے تھے
اور اُن کے سوا سب پر حرام سمجھتے تھے یہ بات صرف اُن کے گمان کی تھی کوئی دلیل اُن کے پاس اسکی نہ تھی
کیونکہ رزق اللہ نے سب کے لئے پیدا کیا ہے وہ کسی کے لیئے حلال ہو اور کسی کے لیئے حرام ہو۔
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا اور جانور ہین کہ حرام کی گئین ہین پیٹھین اُن کی۔
ف یعنی بعضے جانورون کو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اُن پر سواری کرنے کو حرام سمجھتے تھے
وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور جانور ہین کہ نہین لیتے نام اللہ کا اُن پر۔

ف یعنی بعضے جانورون کو بتون کے واسطے ذبح کرتے ہین اور اُن کے ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی
نہین لیتے ہین۔ اِفْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۵
بہتان باندھکر اللہ پر جلد سزا دیگا اُنھین اسکی جو وہ افترا باندھتے ہین ف یعنی بعضے جانورون کو
کسی کے لیئے حلال اور کسی کے لیئے حرام سمجھ لینا اور بعضے جانورون پر سواری ناجائز سمجھنا اور بعضے جانورون
کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لینا اُنھون نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے اور اللہ پر بہتان باندھتے ہین اور
کہتے ہین کہ اللہ نے یہی حکم کیا ہے بہت جلد اللہ اس افترا کی اُنکو سزا دیگا وَقَالُوْا مَا فِيْ
بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
اَزْوَاجِنَا ج وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ اور کہا
اُنھون نے جو ان جانورون کے پیٹ مین ہے خالص ہے ہمارے مردون کے لیئے اور حرام ہے
ہماری بیبیون پر اور اگر مرجاوے تو وہ اسمین شریک ہین ف جن جانورون کو سائبہ اور بحیرہ بناتے تھے
اُن کے بچے اگر زندہ پیدا ہوتے تو اُنکا گوشت فقط مرد کھاتے تھے عورتین نہ کھاتی تھین اور اگر مردہ پیدا ہوتے
تو اُنکا گوشت عورت مرد سب کھاتے تھے ف مجمع البحارین لکھا ہے کہ جو اونٹنی برابر دس بار بچے جنتی
اُسکو سائبہ کہتے تھے پھر اُسپر سواری نہ کرتے تھے نہ اُسکا اون کاٹتے تھے نہ مہمان کے سوا اور کوئی اُسکا دودھ
پیتا تھا پھر اگر اس اونٹنی کے اور بچہ مادہ پیدا ہوتا تو اُسکو بحیرہ کہتے تھے اُسکا بھی وہی حکم ہوتا تھا جو اُس کی
ماں کا ہوتا تھا۔ بحیرہ اور سائبہ کی تفسیر مین بعض اقوال اور بھی ہین سورۂ مائدہ مین اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔
سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۵ قریب ہے کہ سزا دیگا اللہ
اُنکو اُن کے حکم لگانے کی بیشک اللہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے ف یعنی اُنھون نے جو یہ
جھوٹے حکم اپنی طرف سے لگائے ہین اللہ اُن کو جلد اس کی سزا دیگا اور اُن کا سزا دینا اللہ کے
حکمت اور علم کا مقتضا ہے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ

سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۵ بیشک نقصان اُٹھایا اُنھون نے کہ قتل کیا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر علم کے اور حرام کرلیا اُسکو جو رزق دیا تھا اُنکو اللہ نے بُہتان باندھکر اللہ پر بیشک گمراہ ہوے وہ اور نہ ہوے ہدایت پانے والے **ف** یعنی اُنھون نے بڑا نقصان پایا جنھون نے نادانی سے اپنی اولاد کو قتل کیا یہہ حرکت اُنھون نے علم نہونے کی وجہہ سے کی یعنی انبیا کی ہدایت سے اُنھون نے فیض حاصل نہین کیا اپنی راے سے کام لیا جو سفاہت تھی اور اللہ کے رزق کو جو حلال تھا اپنے طرف سے حرام کرلیا اور اللہ پر افترا باندھا بیشک وہ گمراہ ہوے اور ہدایت اُنکو نصیب نہوئی دُنیا مین اُنھون نے یہہ نقصان پایا کہ اپنی عزیز اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اللہ کے رزق سے محروم رہے اور آخرت مین اِن دونون گناہون پر سخت عذاب ہوگا۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے پیدا کئے باغ جو چڑھائے جاتے ہین اور جو نہین چڑھائے جاتے اور خرما اور کھیتی کہ رنگ برنگ ہین پھل اُن کے اور زیتون اور انار ملتے ہوے اور نہ ملتے ہوے **ف** اب اللہ یہہ ظاہر کرتا ہے کہ جن چیزون کو تم حرام کرلیتے ہو وہ سب اللہ نے آدمیون کے نفع کے لئے پیدا کی ہین تم اُن کے حرام کرنے والے کون ہو چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے بعضے باغ ایسے پیدا کئے جو چڑھاے جاتے ہین یعنی اُنکی بیلین ٹٹیون پر چڑھائی جاتی ہین جیسے انگور کے باغ اور بعضے باغ ایسے پیدا کئے جو چڑھاے نہین جاتے یعنی اُنکی بیلین نہین چلتین بلکہ خود بخود اپنے تنہ پر کھڑے ہوتے ہین یا زمین پر پڑے ہوتے ہین اور اللہ نے خرما کے درخت پیدا کئے اور کھیتی پیدا کی جس کے پھل مختلف ہوتے ہین یعنی بعضے اچھے بعضے برے بعضے چھوٹے بعضے بڑے ان پھلون سے

ظاہر اکھیتی کے پھل مراد ہین اور خرما کے پھل اُس پر قیاس ہو سکتے ہین یا ہر ایک کے پھل مُراد ہین۔ اور اللہ نے زیتون اور انار پیدا کئے جو بعض صفتون مین باہم مشابہ ہین اور بعض مین مشابہت نہین رکھتے مثلاً پتے زیتون اور انار کے صورت مین متشابہ ہین اور مزے دونون کے جُدا جُدا ہین۔ کُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ کھاؤ اُسکے پھل سے جب پھلے اور اُسکا حق ادا کرو جس دن وہ کٹے اور حد سے مت بڑھو۔ بیشک اللہ دوست نہین رکھتا اسراف کرنے والون کو۔

ف یعنی جس دن سے پھل ظاہر ہون اُسی دن سے مالک کو کھانا جائز ہے یہ ضرور نہین کہ پھل کے پکنے کا انتظار کرے اُس سے پہلے نکھاوے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ صدقہ دینے سے پہلے اپنی کھیتی کا پھل کھالے اور کھیتی کٹنے کے دن جو حق ادا کرنیکا حکم ہوا اسکی تفسیر مین بغوی نے یہ لکھا ہے کہ کھیتی کٹنے کے دن کچھ صدقہ دینے کا معمول تھا وہی مُراد ہے زکوۃ مراد نہین اسلئے کہ زکوۃ مدینہ مین فرض ہوئی ہے اور یہ سورت مکی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوۃ مُراد ہے اور اس سورت مین یہ آیت مدنی ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباس اور ابن حنفیہ اور ابراہیم نخعی اور حسن بصری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ صدقہ پہلے واجب تھا پھر دسوان حصہ جو کھیتی کی زکوۃ مقرر ہوئی اُس سے منسوخ ہو گیا اور اسی قول کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ درحقیقت نسخ نہین بلکہ جو صدقہ پہلے سے واجب تھا اُسی کو اللہ نے عشر مقدار بتا دی وجوب نسخ نہین ہوا اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ حد سے مت بڑھو اس سے مقصود یہ ہے کہ پھلون کو کھاؤ مگر حد سے زیادہ مت کھاؤ جو مضر بدن ہے اور اسراف ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ صدقہ دینے مین اسراف مت کرو ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ قیس بن شماس نے ایک خرما کے درخت کے پھل توڑے اور یہ کہدیا کہ آج جو کوئی میرے پاس آوے گا اُسے کھلا دونگا چنانچہ شام تک اُس کے پاس ایک پھل بھی باقی نرہا اُسکے حق مین اللہ نے یہ نازل کیا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ اور ابن جریج نے عطا سے یہ نقل کیا ہے کہ اسراف ہر چیز مین

غنی ہے وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا اور [پیدا کیئے] چوپایون مین سے
اُٹھانے والے اور بچھنے والے۔ ف اُٹھانے والے جانور وہ ہین جو بوجھ اُٹھاتے ہین
اور بچھنے والے وہ جانور ہین جو ذبح کے لیئے زمین پر گرائے جاتے ہین یا بچھنے والون سے وہ جانور
مراد ہین جن کے بالون سے یا کھال سے فرش بنائے جاتے ہین كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
کھاؤ اُسمین سے کہ رزق دیا ہے تمکو اللہ نے اور پیروی مت کرو شیطان کے قدمون کی بیشک
وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے ف رزق سے مراد یہ ہے کہ جو جانور تمھارے لیئے حلال کر دیئے
ہین اُنکو کھاؤ اور شیطان کی پیروی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے حلال حرام مت بناؤ۔
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ
آٹھ قسمین بھیڑ سے دو قسمین اور بکری سے دو قسمین ف یعنی جو جانور بوجھ اُٹھانے والے
ہین یا اور بچھنے والے ہین وہ آٹھ قسم ہین یا مراد یہ ہے کہ آٹھ قسمین جانورون کی تمھارے لیئے پیدا
کین یا مراد یہ ہے کہ ان آٹھ قسمون کو کھاؤ۔ اگرچہ حلال چوپائے اِن آٹھ قسمون کے سوا اور بھی ہین
لیکن اللہ نے صرف اُن آٹھ قسم کے چوپایون کا ذکر کیا جو سب مین اشرف ہین اور زیادہ تر استعمال مین ہین
اور اُسمین سے بعض کو کفار عرب حرام کر لیا کرتے تھے آٹھ قسمون مین سے دو قسمین بھیڑ کی ہین یعنی ایک قسم نر
دوسری مادہ اور دو قسمین بکری کی ہین ایک قسم نر دوسری قسم مادہ اسی طرح دو قسمین اونٹ کی اور
دو قسمین گائے کی قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ تو کہدے کیا دونون نرون کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونون مادہ کو یا اُن بچون کو
جنھین دونون مادہ کے رحم نے لے لیا ہے ف یعنی اے محمد جو کافر ان قسمون سے بعض کو
اپنے اوپر حرام کر لیتے ہین اور یون کہتے ہین کہ یہ حرام کرنا اللہ کے حکم کے مطابق ہے تو اُن سے پوچھ

کہ اللہ نے بھیڑ اور بکری کے دونون نر حرام کئے ہین یا اُن دونون کی مادہ حرام کی ہین اور تم جو کہتے ہو کہ
جو اِن چارپایون کے پیٹ مین ہے وہ مردون کے لیئے حلال ہے عورتون کے لیئے حرام ہے تو بتاؤ
کہ کیا اللہ نے بھیڑ بکری کے بچون کو جو اپنی ماون کے پیٹ مین ہون حرام کیا ہے نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ
إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بیان کرو مجھسے خبر اگر ہو تم سچے ف یعنی تم جو کبھی نر بھیڑ کو
کبھی مادہ بھیڑ کو کبھی نر بکری کو کبھی مادہ بکری کو کبھی بھیڑ کے بچے کو جو اپنی ماں کے پیٹ مین ہو کبھی بکری کے بچے کو
جو اپنی ماں کے پیٹ مین ہو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہو اور اسکو اللہ کا حکم بتاتے ہو تم اگر سچے ہو تو اسکی خبر
ظاہر کرو کہ اللہ نے بھیڑ نر کو حرام کیا ہے یا بھیڑ کی مادہ کو حرام کیا یا بکری کے نر کو حرام کیا ہے یا بکری کی مادہ کو
حرام کیا ہے یا اُن دونون قسمون کے بچون کو حرام کیا ہے جو اپنی ماؤن کے پیٹ مین ہون وَمِنَ الْإِبِلِ
اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور اونٹ سے دو قسمین اور گاے سے دو قسمین ف
یعنی آٹھ قسم کے چارپایون مین سے باقی دو قسم اونٹ ہین یعنی نر اور مادہ اور دو قسم گاے ہین یعنی نر
اور مادہ یہ سب آٹھ قسمین ہوئین قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا
اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ط تو کہہ کیا دونو قسم کے نرون کو اللہ نے
حرام کیا ہے یا دونون قسم کی مادیون کو یا اسکو جسے گھیر لیا ہے رحم نے دونون مادیون کے ف
یعنی جو کافر بعضے جانورون کو حرام کر لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ اللہ کا حکم ہے اُن سے پوچھ کہ اللہ نے
اونٹ اور گاے کے نرون کو حرام کیا ہے یا اُن دونون کی مادیون کو حرام کیا یا اُن دونون قسمون کے
اُن بچون کو حرام کیا ہے جو اپنے ماؤن کے پیٹ مین ہین أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ
وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا کیا تم حاضر تھے جب حکم کیا تھا اللہ نے اسکا ف
یعنی یہ تمکو کیونکر معلوم ہوا کہ اللہ نے اِن مین سے بعض جانورون کو حرام کیا ہے کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے
اِن مین سے کسی کو حرام کیا تھا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط یعنی کون ظالم بڑھکر ہوگا اُس سے جس نے افترا کیا اللہ پر جھوٹا اسلیے کہ بہکا دے آدمیون کو بغیر دلیل کے **ف** یعنی بڑا ظالم وہ ہے جس نے بغیر دلیل کے بعضے جانورونکو حرام کردیا اور اللہ پر جھوٹا افترا کیا اور یہ اسلیے کیا کہ لوگون کو بہکا دے مراد اس سے کفار قریش کے وہ سردار ہین جنہون نے دین انبیا کو بدلکر یہ احکام اپنی طرف سے نکالے اور لوگون کے بہکانے کے لیے اللہ کی طرف منسوب کیے **إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ** ۵ بیشک اللہ ہدایت نہین کرتا ظالم گروہ کو **ف** یعنی کافرون کو اللہ نے ظالم پیدا کیا ہے اُن کو کبھی ہدایت نہین کرے گا اسلیے کہ اُن کے لیے علم الٰہی مین مقرر ہو چکا ہے کہ آخرت مین انکا ٹھکانا جہنم ہے جب ظالم کو ہدایت نصیب نہوگی تو اظلم کو بدرجۂ اولیٰ نصیب نہوگی۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ محققین کا قول ہے جب ایک مباح چیز کو اپنی طرف سے حرام کر لینے پر اور اس حکم کو اللہ کی طرف منسوب کرنے پر ایسا وعید شدید ہے تو اگر کوئی شخص بلا دلیل مسائل توحید اور معرفت ذات و صفات باری اور مسائل نبوت اور قیامت مین ایسا کرے تو اُس کا حال اس سے بھی بدتر ہے **قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ** ج تو کہدے کہ مین نہین پاتا اُس مین جو میری طرف وحی آئی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اُسے کھاوے مگر یہ کہ مردار ہو یا خون جاری یا سؤر کا گوشت بیشک وہ ناپاک ہے یا ہو وے ایسا حرام کہ آواز دی جاوے غیر اللہ کے لیے اُس پر **ف** یعنی مجھپر جو وحی آئی ہے اُسمین بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جن جانورون کو تم حرام کر لیتے ہو اُن کی حرمت کا حکم مین کسی کے لیے نہین پاتا البتہ چار چیزون کی حرمت کا ذکر پاتا ہون ایک مردار جانور جو ذبح نہین ہوا دوسرے جاری خون تیسرے سؤر کا گوشت چوتھے جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے جو بہت بڑا گناہ ہے اسی وجہ سے اُسکو فسق کہا

حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے جو وحی آئی ہے اُسمین ان چار چیزون کی حرمت کا ذکر ہے بحیرہ اور سائبہ کی حرمت کا ذکر نہین پھر تم اُن کی حرمت کو اللہ کا حکم کیون بتاتے ہو اِن چارون کی حرمت کی تفصیل سورۂ بقر مین اور مائدہ مین گذر چکی ہے دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حلت اور حرمت بغیر وحی کے نہین ہو سکتی یہان صرف اُس حرمت کا ذکر ہے جو جانورون کے گوشت سے متعلق ہے اور اسکے سوا جو نجاستین مثل بول اور براز اور خمر کے حرام ہین اُنکی حرمت اور آیتون سے ثابت ہوتی ہے جانورونکے گوشت مین قرآن مین اِن چارون چیزون کے سوا اور کی حرمت کا ذکر نہین یہ سورۂ انعام مکی سورت ہے اسمین بھی انھین چارون کا ذکر ہے اسکے بعد جو مدنی سورتین نازل ہوئین مثلاً سورۂ بقر اور سورۂ مائدہ انمین بھی انھین چارون کا ذکر ہے اُسکے بعد اِن چارون کے سوا اور بعضے جانورون کی حرمت کا حکم بطور ایسی وحی کے نازل ہوا جو قرآن مین مذکور نہین چنانچہ مشکوٰۃ مین ابو داؤد سے ایک روایت نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جیسا کہ قرآن مجھکو ملا ہے ایسی ہی اُسکی مثل اور بھی وحی ملی ہے قریب ہے کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ پیٹ بھرے لوگ اپنی مسندون پر بیٹھے ہوئے یون کہینگے کہ جو حلال حرام قرآن مین ہے اُسی کو مانو حالانکہ رسول نے جو حرام کیا ہے اسکا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ نے حرام کیا ہو تم آگاہ ہو جاؤ کہ تم پر پالتو گدھے حلال نہین اور بعضے درندے جانور ناخن والے ہوتے ہین وہ بھی حلال نہین اور مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ناخن والے شکاری چوپائے اور پرند سب حرام ہین ابو داؤد اور ترمذی مین جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلّی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور بعضے جانورون کی حرمت اسطرح ثابت ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے جیسے سانپ اور کوّا اور چوہا اور کتا اور گرگٹ تفصیل اسکی کتب فقہ مین مذکور ہے ۔ صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب تک کسی جانور کی حرمت کا حکم قرآن سے ثابت نہوا ہو اُسوقت تک آیۃ قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ الخ سے استدلال کرکے اُسکی حلت کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور حرام اُسی کو سمجھتے تھے

جسکی حرمت اِس آیت سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتی تھی چنانچہ امام احمد اور ابو داؤد نے قبیلہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین ابن عمرؓ کے پاس تھا کسی نے اُنسے خارپشت یعنی سیہی کے گوشت کا حکم پوچھا تو اِس کے جواب مین ابن عمرؓ نے یہی آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ الخ پڑھی ایک بوڑھا شخص اُنکے پاس بیٹھا تھا اُسنے کہا کہ مین نے ابو ہریرہؓ سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خارپشت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ خبائث کے ایک خبیث چیز ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو بیشک یہی حکم ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پس جو شخص مجبور ہوا نہ طالب ہوا اور نہ حد سے بڑھنے والا ہوا تو بیشک تیرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ف یعنی جو کوئی بھوک کی حالت مین مجبور ہو کر حرام چیز کھا لے یہ خوکرہ خالب لذت ہے اور اِن حرام چیزون کو لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہو اور پھر بھی خوکہ وہ حد سے بڑھے اور ضرورت سے زیادہ کھا وے تو ایسے مجبور پر کوئی گناہ نہین اِس لیے کہ اللہ غفور و رحیم ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ اور یہود پر حرام کر دیا ہے ہر جانور ناخن والا ف ناخن والے جانورون سے وہ جانور مراد ہین جنکے پاؤن مین کوئی شگاف نہو جیسے اونٹ اور شترمرغ اور مرغابی اور بط وغیرہ اور ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مچھلیان بھی اسی مین شامل ہین وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ اور گائے سے اور بکری سے حرام کی گئین ہین اُنپر چربیان دونون کی مگر وہ جسے اُٹھا رہی ہو اُنکی پیٹھ یا انتڑیان یا جو چیز لپٹی ہو ہڈی سے ف یعنی ناخن والے جانورون کا تو گوشت اور چربی کُل اُنپر حرام تھا اور گائے اور بکری کا گوشت تو اُنپر حرام نہ تھا چربی حرام تھی مگر وہ چربی جو پیٹھ پر ہو یا آنتون مین ہو یا ہڈی مین لگی ہو حرام نہ تھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ چربی حرام تھی

وہ اوجھڑی اور گردون کی چربی تھی۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ یہ تفسیر صاحبین کے قول کی
مطابق ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ گاے کی پشت پر چربی نہین ہوتی اسلیے اُنکے نزدیک اس آیت کے
معنی یہ ہین کہ گاے بکری کی چربی حرام تھی مگر پیٹھ پر کا گوشت اور آنتین اور جو گوشت ہڈی مین ملا ہو حلال تھا
یعنی اُنکے نزدیک اِلَّا مَا حَمَلَتْ کا استثنا منقطع ہے اور اس صورت مین یہ ثابت ہوگا کہ پیٹھ اور آنتون اور ہڈی کے
ملے ہوے گوشت کے سوا اور گوشت بھی اُنپر حرام تھا اور چربی ہر جگہ کی حرام تھی درحقیقت یہ اختلاف امام ابوحنیفہؒ
اور صاحبین کا اس امر پر مبنی ہے کہ پشت پر جو چکنائی ہوتی ہے وہ امام صاحب کے نزدیک چربی نہین
بلکہ ایک قسم کا گوشت ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ چربی مین شامل ہے اگر کوئی شخص قسم کھاوے
کہ مین چربی نکھاؤنگا تو پشت کی چکنائی کھانے سے امام صاحب کے نزدیک اسکی قسم نہ ٹوٹے گی صاحبین کے
نزدیک ٹوٹ جاے گی ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ
یہ سزا دی ہم نے انھین اُن کی سرکشی کی وجہ سے اور بیشک ہم سچے ہین ف یعنی ہم نے جو اُن پر
اتنی سختی کر دی تھی اور بعضی لذیذ چیزین جو تمہارے واسطے حلال ہین اُن کے لیے حرام کر دی تھین یہ یہود
کے ظلم اور سرکشی کی سزا تھی اور ہم خبر دینے مین اور وعدہ اور وعید مین سچے ہین یہ خبر جو تمنے بیان کی یہ بھی
سچی ہے اور جو آخرت کے وعدہ اور وعید ذکر کیے ہین وہ بھی سچے ہین فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ
رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ۝ پھر اگر تیری تکذیب کرین تو تو کہدے کہ تمہارا رب بڑی رحمت والا ہے اور دفع
نہین ہوتا عذاب اُسکا مجرمون کی قوم سے ف یعنی اے پیغمبر جو لوگ اللہ کی خبرون مین یا وعدہ وعید مین یا تیری
نبوت اور تبلیغ احکام مین تیری تکذیب کرتے ہین اُنسے کہدے کہ تمہارے رب کی رحمت بڑی وسیع ہے اور مقتضاے رحمت ہی
وسعت رحمت کا مقتضا یہ ہے کہ تکذیب کرنیوالون پر فوراً عذاب نازل نہین ہوتا بلکہ وقت تک مہلت باقی رہتی ہے اور غضب الٰہی کا ایسا سخت ہے
کہ جب اُسکا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر کسی مین یہ مجال نہین کہ اُسکو رد کرے سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ

جب کہین گے مشرکین کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے
ف یعنی مشرکین یون کہینگے کہ اگر اللہ چاہتا کہ ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرین اور بحیرہ
اور سائبہ وغیرہ کسی جانور کو اپنے اوپر حرام نہ کرین تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے
اور نہ ہم کسی جانور کو اپنے اوپر حرام کرتے پس ہمنے اور ہمارے باپ دادا نے جو شرک کیا اور بعضے جانورونکو
اپنے اوپر حرام کر لیا یہہ اسوجہ سے ہوا کہ اللہ کا ارادہ یہی ہوا کہ ہم ایسا کرین اور جب یہہ کام اللہ کے ارادہ
کی مطابق ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ یہی کام اُسکو پسند ہین اور جب یہہ کام اللہ کو پسند ہین پس انبیا جو ان
کامون کو برا اور اللہ کی مرضی کے خلاف کہتے ہین جھوٹے ہین كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا اسیطرح تکذیب کی اُن کافرون نے جو اِن سے پہلے تہے یہان تک
کہ چکہا ہمارا عذاب ف یعنی جسطرح کفار قریش نے انبیا کی تکذیب کی اور یہہ کہا کہ اگر انبیا کا قول سچا
ہوتا تو اللہ ہمسے شرک کے واقع ہونے کا ارادہ کیون کرتا اور ہم بعضے جانورون کو حرام کیون کرتے اور چونکہ ہمارے
سب کام ارادہ الٰہی کی مطابق ہین تو انبیا جھوٹے ہین جو ان کامون کو برا بتاتے ہین یہی شبہہ اُن کافرون نے
بہی پیش کیا تہا جو اِن سے پہلے تہے اور اسیطرح اُنہون نے بہی انبیا کی تکذیب کی تہی یہان تک کہ اسکی سزا
مین ہمارا غضب اُنپر نازل ہوا اور وہ عذاب مین مبتلا ہوئے قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا تو کہدے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اُسکو نکالو ہمارے لئے ۔
ف یعنی تم جو یہہ کہتے ہو کہ جس کام کا اللہ ارادہ کرے وہی کام اللہ کو پسند ہوتا ہے اسکی کیا دلیل ہے
اگر اسپر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو بیان کرو اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝ تم نہین پیروی کرتے مگر وہم کی اور نہین تم مگر اٹکلین کرنے والے ف
یعنی یہہ بات کہ جس کام کا اللہ ارادہ کرے وہی اُسکو پسند ہے یہہ تمہارا وہم و خیال ہے کوئی دلیل اسپر نہین رکہتے

کہ اللہ کسی کو ایمان کی توفیق دیتا ہے اور کسی کو کفر اور شرک مین مبتلا کرتا ہے اگرچہ یہہ دونون کام اللہ کے
ارادہ کی مطابق ہوتے ہین مگر پسند اللہ کو فقط ایمان ہے کفر ہرگز پسند نہین اور انبیا کو بہی اُس نے اُسی
ایمان کی تعلیم کے لئے بھیجا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور پہر اُسکی حکمت کا مقتضا ہے کہ بعض آدمیون کو کفر و شرک وغیرہ
اُن امور مین مبتلا کیا جو اللہ کو ناپسند ہین اور اُنہین شخصون کے واسطے اللہ نے یہہ ارادہ کیا ہے کہ آخرت مین
اُنکو عذاب مین مبتلا کرے اور بعض شخصون کو ایمان توحید و رسالت اور اطاعت انبیا وغیرہ اُن امور کی
توفیق دی جو اللہ کو پسند ہین اور اُنہین کے واسطے اللہ نے یہہ ارادہ کیا ہے کہ آخرت مین اُنکو جنت کی نعمتین
عطا کرے پس ارادہ اور حکمت اُسکی دوسری چیز ہے اور رضامندی اُسکی دوسری چیز ہے قُلْ فَلِلّٰہِ
الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج تو کہدے کہ پس اللہ کے لئے دلیل پکی ہے ف یعنی تم نے
جو اپنے شرک کو اور حلال جانورون کے حرام کر لینے کو ارادہ الہی کے مطابق سمجھکر اللہ کی مرضی کے مطابق
سمجھ لیا ہے یہہ دلیل تمہاری جھوٹی ہے اور اس غلطی کی وجہ سے تم عذاب سے بچ نہ سکوگے اسلئے کہ اللہ
نے جو انبیا کو بھیجکر اپنی مرضی کے کامون پر تمکو خبردار کیا یہہ دلیل اللہ کی غالب ہے اور اسوجہ سے تم مستحق عذاب
ہو جاؤگے تمہارا شبہہ فقط تمہارا وہم و خیال ہے اور اللہ نے اپنے انبیا کو بھیجکر اور اُن کی تصدیق کی نشانیان
ظاہر کرکے اپنی حجت تم پر تمام کردی پس اللہ کی حجت کامل اور غالب ہے اور تمہارے وہم و خیال کا شبہہ
باطل ہے فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اگر چاہتا اللہ
تو ہدایت کر دیتا تم سب کو ف یعنی اللہ نے جو کسی کو ہدایت کی اور کسی کو کفر مین مبتلا کیا یہہ اُسکی
حکمت کا مقتضا ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو بھی ہدایت کر دیتا مگر اُسنے تمہاری ہدایت کا ارادہ نہین کیا اسلئے تمکو
کفر و شرک اور نافرمانون مین مبتلا کیا اور اس سے تم ہرگز یہہ مت سمجھو کہ یہہ تمہاری نافرمانی اور سرکشی اللہ کو
پسند ہے قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ
حَرَّمَ هٰذَا ج تو کہدے کہ لاؤ تم اُن گواہون کو جو یہہ گواہی دیتے ہین کہ اللہ نے حرام کیا ہے اسکو

ف یعنی تم مین جو اہل علم ہین اور جو یہہ دعوی کرتے ہین کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانورون کو اللہ نے
حرام کیا ہے اُن کو لاؤ وہ ثابت کرین کہ انہین کیونکر معلوم ہوا کہ یہہ حکم اللہ کا ہے فَإِنْ شَهِدُوا
فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ پس اگر وہ گواہی دین تو تو اقرار مت کر اُن کے ساتھ ف
یعنی اے محمد اگر کافرون کے پیشوا اللہ پر بہتان باندہتے ہین اور یہہ کہدین کہ اللہ کا حکم یہی ہے تو تو اُن کے
قول کو سچا مت سمجھ اور تصدیق مت کر وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ
يَعْدِلُونَ ۝ اور پیروی مت کر ایسون کی خواہشون کی جنہون نے ہماری آیتون کو جھٹلایا اور جو ایسے
ہین کہ یقین نہین لاتے آخرت پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر کا شریک کرتے ہین ف
یعنی اگر وہ اللہ پر افترا کرین اور اپنی خواہش نفسانی سے بے دلیل یہہ کہدین کہ ان جانورون کو جنہین وہ حرام
کر لیتے ہین اللہ نے حرام کیا ہے تو تو ایسے لوگون کی خواہشون کی بات مت مان جو اللہ کی آیتون کی
تکذیب کرتے ہین اور قیامت پر ایمان نہین رکھتے اور شرک مین مبتلا ہین قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ
مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا تو کہدے کہ آؤ پڑہون مین تمہارے سامنے جو حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر
اور وہ یہہ ہے کہ شریک مت کرو اُس کے ساتھ کسی کو اور ماباپ کے ساتھ احسان کرو ف
یعنی تو اُن سے کہدے کہ جن جانورون کو تم حرام کہتے ہو اُن کو تو اللہ نے حرام نہین کیا مگر جن چیزون کو
اللہ نے حرام کیا ہے آؤ اُن احکام کو مین تمہین بتا دون اور وہ یہہ ہین کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
مت کرو اور ماباپ کے ساتھ احسان کرو یعنی ماباپ کے ساتھ برائی کرنا حرام ہے لیکن اسطرح کہنے سے
صرف اسقدر ثابت ہوتا تھا کہ ماباپ کے ساتھ برائی نہ کرنا چاہیے اور اتنی بات ماباپ کے حق مین
کافی نہین اسلیے کہ اُنکا حق یہہ ہے کہ اُن کے ساتھ برائی نہ کرنے کے علاوہ احسان بھی کرے اس لیے

اللہ نے احسان کرنے کا حکم ظاہر فرمادیا اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ اُن کے ساتھ بُرائی کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے

وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ

اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور اُنکو ف اول اللہ نے
ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کیا اُسکے بعد اولاد کے ساتھ شفقت کا ذکر کیا بعض اہل عرب کی یہ عادت
تھی کہ مفلسی کی وجہ سے اپنے بچوں کو مار ڈالتے تھے اسلئے اللہ نے حکم کیا کہ تم اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ
قتل مت کرو رزق دینے والے تو ہم ہیں تمکو بھی ہمیں رزق دیتے ہیں اور اُنکو بھی ہمیں رزق دینگے ہر ایک کی
قسمت کا رزق جُدا جُدا ہوگا پس جبکہ تمہارے رزق میں وہ شریک نہوں گے تو تم اُن کو مفلسی کی وجہ
سے کیوں قتل کرتے ہو - اس آیت میں بیان اُس صورت کا ہے کہ مفلسی بالفعل حاصل ہو اور سورۂ اسرائیل میں
یوں ہے کہ مفلسی کی خوف سے قتل مت کرو یعنی بالفعل مفلسی نہیں مگر خوف ہے کہ اولاد جب ہے تو اُسکے
مصارف باعث مفلسی کے ہوجاوینگے صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ بڑا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسیکو شریک کرے
حالانکہ اللہ نے تجھکو پیدا کیا ہے میں نے کہا پھر کونسا آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے
قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھاویگا حاصل یہ ہوا کہ جسطرح تم اپنی جانوں کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہیں
کرتے بلکہ جسقدر رزق تمہارے مقدر میں ہے کسی نہ کسی طرح تمکو پہونچتا ہے اسی طرح اولاد کو بھی مت قتل کرو اور
اپنے اور اُن کے دونوں کے رزق کا کفیل اللہ کو سمجھو وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ اور پاس مت جاؤ فحش کاموں کے جو ظاہر اُس فحش سے اور
جو چھپا ہوا ف یعنی فحش کام نہ علانیہ کرو نہ مخفی کرو بیضاوی میں لکھا ہے کہ فواحش سے کبیرہ گناہ
مراد ہیں یا زنا مراد ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیحین میں عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں اسی لئے اُس نے بے حیائی کے

کامون کو حرام کیا ہے خواہ وہ علانیہ ہون خواہ وہ مخفی ہون اور نیز صحیحین مین روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے یہ
کہا تھا کہ اگر مین اپنی عورت کے پاس کسی کو دیکھون تو فوراً تلوار سے قتل کر دون یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو واللہ مین سعد سے بھی زیادہ غیرت والا ہون
اور اللہ مجھسے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور اسی لیئے اُسنے فواحش کو حرام کیا خواہ ظاہر ہون خواہ مخفی ہون
ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ یہی حکم کیا ہے تمکو اللہ نے
اُسکا تاکہ تم سمجھو ف یعنی یہ حکم جو مذکور ہے ان کو اللہ نے تم پر لازم کیا ہے تاکہ تم سمجھو اور ان کو
باعقل ہی اختیار وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى
يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر ایسی نیت کے ساتھ کہ وہ اچھی ہو یہانتک
کہ وہ اپنے بلوغ کو پہونچے ف یعنی یتیم کے مال کے پاس مت جاؤ مراد اس سے یہ ہے کہ ادا کیا ہی
کہ یتیم کے مال کو اپنے صرف مین مت لاؤ مگر اسطرح اُسکے مال مین تصرف کرو کہ وہ اُسکو یعنی یتیم کو
مفید ہو مثلاً اُسکے مال کی حفاظت کرنا اور اُسکو تلف نہونے دینا اور یہ حفاظت اُسوقت کرو جب تک کہ وہ
بالغ اور اپنے مال مین تصرف کی لیاقت پیدا کرے اُسوقت اُسکا اُسکے مال اُسکے حوالہ کرد و وَاَوْفُوا
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور پورا کرو پیمانے کو اور ترازو کو انصاف کے
ساتھ ف یعنی ناپ تول مین بے ایمانی اور دغابازی مت کرو پورا ناپو اور پورا تولو لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا نہین تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اُسکی طاقت کی مطابق -
ف یعنی پورا ناپنے اور پورا تولنے کا حکم موافق وسعت اور طاقت کے ہے یعنی حکم یہ ہے
کہ جہانتک ہو سکے پورا ناپنے اور پورا تولنے کی کوشش کرے اور باوجود قصد انصاف اور ادا کے حقوق کے
اگر سہواً خطا ہو جاوے تو وہ معاف ہے اسلیئے کہ اللہ نے اُسیقدر تکلیف دی ہے جہانتک انسان کی
طاقت ہے طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہین دی یا یہ مضمون تمام احکام سابقہ سے متعلق ہے یعنی یہ

رزق حلال پر قانع رہا اور بے صبر بنا اور فقیری کی مشقت کا متحمل نہ ہو کر مال حرام کی طرف قصد کیا اِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا اور بیشک وہ رحم کرنے والا ہے ف جلد عذاب کرنے والا اسلئے کہا کہ جو چیز یقیناً آنیوالی ہو وہ جلد آنے والی سمجھی جاتی ہے اول اللہ نے سمجھا دیا کہ ہر شخص کا اسی حالت میں امتحان ہے جو حالت اسکو دی گئی ہے پھر اپنی قہاری اور رحیمی کی صفت بھی بیان کر دی تاکہ بندوں کو عذاب سے بچنے اور رحمت طلب کرنے کی کوشش ہو اور ہر شخص اپنی امتحانی حالت میں وہی طریقہ اختیار کرے جس سے اللہ راضی ہو اسلئے کہ اللہ کا عذاب اسکے لیے ہے جو اللہ کی نافرمانی اور اسکے رسولوں کی مخالفت کرے اور رحمت اسکے لیے ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور اسکے رسولوں کی پیروی کرے قرآن میں اکثر جگہ اللہ نے اپنی قہر اور رحمت کی صفت کا اکٹھا ذکر بیان کیا ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلم اور ترمذی اور احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس جو عذاب ہے اگر مومن اسکو جان لیں تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے [illegible] کے پاس جو ثواب ہے اگر کافر اسکو جان لیں تو کوئی جنت سے نا امید نہ ہو

سورۃ اعراف

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی آیتیں کل دو سو چھ یا دو سو پانچ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں مگر [illegible] عَنِ الْقَرْيَةِ سے تا وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ تک مدنی ہیں کوئی آیت اس میں منسوخ نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے جو مہربان رحم کرنے والا ہے

الٓمٓصٓ ۚ اسکی مراد اللہ کو معلوم ہے كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ یہ کتاب

جو تجھپر اُتاری گئی ہے پس نہو تیرے سینہ مین اُس سے کچھ تنگی تاکہ ڈراوے تو اُسکے ساتھ اور نصیحت مومنون کے لئے
ف یعنی قرآن ایک کتاب ہے جو تجھپر اس لئے اُتاری گئی ہے کہ تو اُس سے لوگون کو ڈراوے
اور مومنون کے لئے نصیحت ہے پس چاہیئے کہ تیرے دل مین اُس سے کچھ تنگی نہو ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ مجاہد اور قتادہ اور سدی سے منقول ہے کہ حَرَج سے مراد شک ہے یعنی تیرے دل مین اُسکی طرف سے
کوئی شک نہونا چاہیئے یہی مضمون دوسری جگہ اللہ نے یون فرمایا ہے کہ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ یعنی تو شک
کرنے والون مین سے ہرگز مت ہو یعنی اللہ کی طرف سے اُسکے نازل ہونے مین شک مت کر پس اگرچہ
خطاب رسول سے ہے مگر مراد اُمّت سے ہے یعنی کسی کو شک کرنا نچاہیئے یا مطلب یہ ہو کہ تیرے دل مین اُسکی
طرف سے تنگی نہونا چاہیئے یعنی اُسکے پہونچانے مین اور اور بندون کو سُنانے مین تجھے کچھ خوف نہونا چاہیئے
کافر تجھے قتل نہین کر سکتے اللہ تیرا حافظ ناصر ہے اور بعض مفسرین نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ اس کتاب سے
ڈرانے مین تیرے دل مین کچھ خوف نہونا چاہیئے اِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ
وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط پیروی کرو اُسکی جو اُتارا گیا ہے تم پر تمہارے
رب کی طرف سے اور مت پیروی کرو اپنے رب کے سوا اور دوستون کی ف یہ خطاب سب بندون
سے ہے کہ اللہ کی طرف سے جو تم پر نازل ہوا ہے اُسکی پیروی کرو اور اس مین قرآن اور حدیث دونون
شامل ہوے ہین اسلئے کہ جو مطالب حدیث مین ہین وہ بھی پیغمبر علیہ السلام پر بذریعہ وحی کے نازل ہوئے ہین
پھر اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا اور اورون کے احکام کی اطاعت مت کرو جن کو تم نے اپنی طرف سے
دوست بنا لیا ہے مراد اُس سے شیاطین ہین جو اللہ کے دین کی مخالفت سکھاتے ہین قَلِيلًا مَّا
تَذَكَّرُونَ ۝ تھوڑا ہے جو سمجھتے ہو تم ف یعنی تم اللہ کی نصیحت کو بہت کم مانتے
اور شیاطین کے وسوسے تم پر بہت غالب آتے ہین ابن کثیر نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ تم مین سمجھنے والے
تھوڑے ہین گمراہ بہت ہین وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہلاک کر دیا ہمنے انہیں تو
آیا اُن پر ہمارا عذاب رات میں جبکہ وہ دوپہر کی نیند میں تھے ف اول اللہ نے یہ حکم کیا کہ جو دین اللہ کی
طرف سے نازل ہوا ہے اُسکی پیروی کرو اور اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت مت کرو اسکے ساتھ اللہ انکو
اپنے عذاب سے ڈراتا ہے کہ جنہوں نے اللہ کے دین کو نہیں مانا اور رسولوں کی مخالفت کی اُنپر ہمنے عذاب
نازل کیا ہے چنانچہ بہت سی بستیاں ہمنے ہلاک کر دیں جن پر ہمارا عذاب یکایک آگیا بعضے اُن میں ایسے تھے
کہ اُن پر رات میں عذاب آیا جیسے قوم لوطؑ اور بعضوں پر دن میں عذاب آیا جیسے حضرت شعیبؑ کی قوم مراد یہ ہے
کہ عذاب اُن پر ایسے وقت میں آیا کہ ایسے غافل تھے کہ پہلے سے انکو کچھ خوف کسی آفت کے نازل ہونے کا نہ تھا
اسلئے کہ اگر خوف ہوتا تو آرام اور غفلت میں نہوتے فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ
بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ تو نہتا قول انکا جب آگیا اُن پر ہمارا
عذاب مگر یہی کہ اُنہوں نے کہا کہ بیشک ہم ظالم تھے ف یعنی پہلے سے وہ غفلت اور سرکشی میں رہے
جب ہمارے عذاب کو دیکھ لیا اُسوقت اپنی نافرمانی کے اقرار کے سوا اور کچھ انکا قول نتھا فَلَنَسْـَٔلَنَّ
الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ تو پوچھینگے ہم اُن سے جن کی طرف
رسول بھیجے گئے تھے اور البتہ پوچھینگے ہم رسولوں سے پھر قصہ بیان کر دینگے ہم اُنکے سامنے اور نہتے
ہم غائب ف یعنی جن امتوں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اُن سے ہم قیامت کے دن سوال کرینگے
کہ تم نے ہماری رسالت کو قبول کیا یا نہ کیا اور رسولوں سے پوچھینگے کہ تمکو اپنی امتوں کی طرف سے
کیا جواب ملا اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ رسولوں سے
یہ پوچھا جائیگا کہ اُنہوں نے اللہ کا پیغام کسطرح پہونچایا تھا یہ سوال فقط اسلئے ہونگے کہ کافروں پر حجت
تمام ہوجاوے اور اُنکو کسی عذر کا موقع باقی نہ رہے پھر اسکے بعد ہم خود اپنے علم سے اُن کے سامنے

بیان کر دینگے کہ رسولون نے ہمارا پیغام نہایت تاکید سے پہونچایا اور امتون کی طرف سے کیا جواب ہوا اور نہ تھے ہم غائب یعنی رسولون مین اور اُن کی امتون مین جو معاملہ گذرا اُس سے ہم ناواقف نہ تھے بلکہ ہم سب کو خبر تھی کوئی بات ہم سے چھپ نہین سکتی وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ اور وزن آج کے دن حق ہے ف یعنی وزن اعمال قیامت کے دن ضرور ہونے والا ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ اعمال نیک و بد کا اندازہ کیا جاوے گا کہ نیک عمل زیادہ ہین یا بد۔ اس مقام پر پہلی بحث یہ ہے کہ اللہ عالم الغیب ہے پھر اُسکو اس اندازہ اور حساب کرنے کی ضرورت کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک اللہ کو سب کچھ معلوم ہے بندون کے سب اعمال بھی اُسی کی تقدیر کی مطابق ہین اور وہ ہر ایک کی حالت کو خوب جانتا ہے مگر [illegible] وزن اعمال کی خبر دی ہے اسلئے مسلمانون کو اُس پر ایمان لانا واجب ہے گو ہماری عقل فہم مین اُسکی حکمت و مصلحت نہ آوے پس جو اس مین حکمت ہے وہ تو اللہ کو معلوم ہے مگر [illegible] انسان کی عقل کام کرتی ہے وہ یہ سمجھ مین آتا ہے کہ اس سے مقصود وکا وزن پر حجت تمام کرنا ہے تاکہ اُن کو کوئی عذر باقی نہ رہے جن کے اعمال نیک غالب ہین اُن پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے تمہاری نیکیون کو گناہون کا کفارہ بنا دیا جن کے اعمال بد غالب ہین اور پھر اللہ اپنے فضل سے اُنہین بخشدے گا اُن پر اپنا کمال فضل و رحم ظاہر کرنا ہے مومنون پر اللہ کی رحمت زیادہ تر اُسی وقت ریتیا ظاہر ہوگی جب وہ اپنے گناہون کو معلوم کرلین اور پھر اللہ کے فضل سے بخشے جاوین جو لوگ عذاب پاوینگے وہ بھی اپنے گناہون کا پلہ بھاری دیکھکر سمجھ جاوینگے کہ اُنکو عذاب دینا انصاف ہے ظلم نہین پس وزن اعمال سے یہ مقصود نہین ہے کہ اللہ کو بندون کے اعمال کی کیفیت معلوم ہو بلکہ وہ اسلئے ہے کہ بندون پر اللہ کے وعدہ اور وعید کا ایفا اور اُسکی رحمت اور عدل اور قہر کی شان ظاہر ہو جاوے دوسری بحث یہ ہے کہ یہ وزن کس طرح ہوگا اس مین دو مسلک ہین ایک یہ کہ قرآن مین میزان اور وزن اور وزن کے ہلکے بھاری ہونے کی خبر دی گئی ہے اور احادیث صحیحہ مین اسکی تفصیل اور زیادہ مذکور ہے پس آیات و احادیث کے

ف وزن اعمال کا بیان

وزن اعمال کا بیان

تسلیم کرنے سے سوائے اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ فی الواقع ایک ترازو میدان حشر مین قائم ہوگی جس سے
اعمال کا اندازہ ہوگا تمام صحابہ کا مذہب یہی تہا اور ان نصوص سے انہون نے یہی مطلب سمجہا تہا اب محدثین مین
اختلاف ہے کہ وزن کس چیز کا ہوگا ایک قول یہ ہے کہ اللہ اعمال کو جو اعراض ہین بصورت اجسام کے
بنا دیگا اور اعمال کا بصورت اجسام کے بن جانا بہت سی روایتون سے ثابت ہوا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین
ابی امامہ سے روایت ہے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قیامت کے دن دو بادل یا دو سائبان یا پرند
جانورون کی شکل بن جائینگے اور جو لوگ ان کو پڑہا کرتے تہے ان کے لئے حجت بنینگی ابن کثیر نے
لکہا ہے کہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ مومن کی قبر مین ایک خوبصورت جوان آویگا اور وہ کہیگا کہ مین تیرے
اعمال صالحہ ہون اور اس کا عکس کافر کی قبر مین ہوگا پس جیسا کہ ان روایتون سے اعمال کا اجسام بننا
ثابت ہے اسیطرح وزن کے لئے بہی اعمال اجسام بن جائینگے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ بغوی نے
ابن عباس سے اسی قول کی روایت کی ہے - دوسرا قول یہ ہے کہ نامہ اعمال کا وزن ہوگا چنانچہ
ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ اللہ ایک شخص کو میری امت مین سے قیامت کے دن تمام خلائق کے سامنے نجات دیگا اسکے
گناہون کے ننانوے دفتر ہونگے جنمین سے ہر دفتر وہان تک پہیلا ہوگا جہان تک نگاہ پہنچے پہر اللہ
اس سے کہیگا کہ کیا تو ان گناہون کا انکار کرتا ہے کیا اعمال لکہنے والے فرشتون نے تجہپر
ظلم کیا ہے وہ کہیگا کہ نہین پہر اللہ کہیگا کہ کیا اب تیرے پاس کوئی عذر باقی ہے وہ کہیگا نہین پہر اللہ
کہیگا ہان تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے پہر اللہ ایک پرچہ نکالیگا جسمین اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکہا ہوگا تو اللہ کہیگا کہ اب اپنے وزن کو دیکہو تو بندہ کہیگا
کہ اے اللہ گناہون کے ان دفترون کے مقابلہ مین اس پرچے کی کیا حقیقت ہے اللہ کہیگا کہ
بیشک تجہپر ظلم نہوگا پہر وہ گناہون کے سب دفتر ترازو کے ایک پلہ مین رکہے جاوینگے اور وہ پرچہ

ایک پلہ میں رکھا جاوے گا اور جس پلہ میں وہ پرچہ ہوگا وہی پلہ اُن دفتروں کے مقابلہ میں بھاری ہوگا اور اس قول کی موجب بھاری پلہ وہ ہوگا جسمیں اعمال زیادہ لکھے ہوں گے۔ تیسرا قول یہی ہے کہ عمل کرنے والے تلیں گے۔ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض موٹا آدمی قیامت کے دن اللہ کے سامنے آویگا جسکا وزن ایک مچھر کی پر کی برابر ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے مناقب میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ابن مسعود کی پنڈلیوں کے پتلے ہونے پر تعجب کرتے ہو قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان تینوں قولوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ سب ہی صحیح مانی جاویں کسی کے اعمال کا وزن ہوگا کسی کے نامہ اعمال کا وزن ہوگا کسی صاحب عمل کا وزن ہوگا۔ ان اقوال میں میزان کو سچ مچ ترازو مانا ہے اور وزن سے واقعی تولنا مراد لیا ہے اور قرآن و حدیث کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے اور سلف کا یہی مذہب تھا قسطلانی نے لکھا ہے کہ قول مخالف کے ظاہر ہونے سے پہلے سلف کا اسی پر اجماع تھا اسلئے کہ اللہ اس پر قادر ہے پس الفاظ کتاب و سنت کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ وزن سے تولنا اور میزان سے ترازو مراد نہیں بلکہ عدل مراد ہے اور وزن اعمال سے مراد یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ حساب ہوگا۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور دلیل اسپر یہ لکھی ہے کہ میزان سے کسی شئے کی مقدار معلوم کرنا مقصود ہوتی ہے اور ترازو سے ثواب و عذاب کی مقدار نہیں معلوم ہو سکتی اسلئے کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض قابل وزن نہیں۔ دوسرے یہ کہ اعمال معدوم ہوچکے اور اعادہ معدوم کا محال ہے۔ امام فخر الدین رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجاہد اور ضحاک اور اعمش کا بھی یہی قول ہے۔ مگر ابن کثیر وغیرہ

[illegible] ترجمہ: ہم اُن کے لئے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہ کریں گے ۱۲

متاخرین کی تفسیروں میں اس قول کی نسبت ان مفسرین کی طرف اس راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذری معتزلہ بھی وزن اعمال کے منکر ہیں اور ان کی دلیلیں وہی ہیں جو امام نے نقل کیں۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ قرآن سے معتزلہ کا قول رد ہوتا ہے پس جب ثبوت میزان اور وزن کا دلیل یقینی سے ثابت ہوا تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ ہماری عقل اسکے سمجھنے سے عاجز ہو بلکہ اسکا علم اللہ پر چھوڑنا چاہیے اور اسکی کیفیت سے بحث نہ کرنا چاہیے۔

مواقف اور اسکی شرح میں لکھا ہے کہ شریعت میں جو خبر صراط اور میزان اور حساب اور نامہ اعمال کے پڑھے جانے اور حوض اور شہادت اعضا کی مذکور ہے یہ سب حق ہے اور ان کے انکار کی کوئی دلیل نہیں اسلیے کہ ان سب امور پر اللہ تعالی قادر ہے اور مخبر صادق نے انکی خبر دی ہے اور قول مخالف کے ظاہر ہونے سے پہلے سب مسلمانوں کا اسی پر اجماع تھا اور قرآن اسی پر ناطق ہے اور حدیث کی کتابیں ان مضامین سے بھری ہوئی ہیں اور یہ مضامین بطریق تواتر کے ثابت ہوئے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

فتح البیان میں لکھا ہے کہ زجاج کا قول ہے کہ اگرچہ لغت میں وزن اور میزان عدل کے معنی میں بھی آتا ہے مگر اولی یہ ہے کہ وہی مانا جاوے جو روایات صحاح سے ذکر میزان میں ثابت ہوا ہے۔ قشیری نے لکھا ہے کہ زجاج کا قول بہت درست ہے اسلیے کہ اگر اس طرح تاویل کا سلسلہ جاری کیا جاوے تو قیامت کے دن جو صراط کی خبر مذکور ہے اس سے دین حق مراد لیں گے اور جنت و نار سے وہ راحت و رنج مراد لیں گے جو فقط روح پر ہو جسم پر نہ ہو اور شیاطین اور جنات سے بری خصلتیں مراد لینگے اور ملائکہ سے اچھی قوتیں مراد لینگے اور یہ سب مراد لینی ہرگز صحیح نہیں اسی طرح میزان میں بھی تاویل صحیح نہیں اور صدر اول میں اسی پر اجماع تھا کہ جو ظاہر قرآن سے ثابت ہوتا ہے وہی مانا جاوے اور تاویل نہ کیا جاوے اور جب منع تاویل پر انکا اجماع تھا تو ظاہر قرآن کا ماننا واجب ہوا۔ فقط [illegible]

حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ مشہور مذہب اہل سنت کا یہی ہے کہ حقیقت وزن یعنی مشہور مراد ہے
بیضاوی نے ان قولون کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعمال کے صحیفون کا
وزن ایسی ترازو مین ہوگا جسمین زبان بھی ہوگی اور دو پلّے بھی ہون گے اور تمام مخلوق اسکو دیکھتی ہوگی
علما کا قول ہے کہ جو فریق تاویل کرتا ہے اس کے ساتھ بجز استبعادات عقلیہ کے کوئی دلیل قرآن و حدیث کی
نہین اور شبہات عقلیہ مخبر صادق کی خبر کے مقابلے مین قابل لحاظ نہین ہوتے **فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** ۝ پس جو کوئی کہ بھاری ہون اوزان
اُسکے وہی نجات پانے والے ہین **ف** اوزان کے بھاری ہونے سے اعمال حسنہ کے اوزان کا
بھاری ہونا مراد ہے **وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ** ۝ اور جو کوئی کہ ہلکے ہون گے اُس کے
اوزان تو یہی لوگ ہین کہ خسارہ مین ڈالا انھون نے اپنی جانون کو اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتون سے
ظلم کرتے **ف** یعنی آیتون کے تکذیب کرتے تھے یا ان پر عمل نہین کرتے تھے - موازین موزون
کی جمع ہے مراد اس سے وہ نیکیان ہین جنکا وزن ہوگا اور چونکہ ہر نیک عمل ایک نیکی ہے اور بہت سے
نیک عمل بہت سی نیکیان اسی لئے جمع کا لفظ ذکر کیا اور بعض کا قول ہے کہ موازین میزان کی جمع ہے
وہ کہتے ہین کہ متعدد میزانین ہونگی مثلاً دل کے اعمال تولنے کی جدا میزان ہوگی ہاتھ کے اعمال تولنے کی
جدا میزان ہوگی مگر یہ قول ضعیف ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ میزان ایک ہوگی -
خفاجی نے لکھا ہے کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ وزن اعمال فقط مسلمانون کے لئے ہوگا کافرون کی نیکیان
معتبر نہون گی بلکہ حبط ہو جائین اسلئے وہ میزان مین شامل نہون گی اور کفار بغیر وزن کے جہنم مین جائین گے
اور بعض کا قول یہ ہے کہ کافرون کی نیکیون کا بھی وزن ہوگا اور اسکے عوض ان کے عذاب مین تخفیف
ہوگی جیسا کہ ابی طالب کے حق مین ثابت ہوا ہے سخاوی کا قول یہ ہے کہ معتمد یہی ہے کہ تخفیف ابی طالب

مخصوص ہی مگر قرطبی کا یہ قول ہے کہ مخصوص نہین اس آیت مین اس صورت کا ذکر نہوا جسمین نیکیون اور گناہونکا پلہ برابر ہو کسی کو ترجیح نہو اُن کی حالت اللہ کی مرضی پر موقوف ہے مگر غالب امید یہی ہے کہ اللہ اپنے فضل سے اُنکو بخشدیگا یا وہ اہل اعراف سے ہونگے **وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ**

اور بیشک جگہہ دی ہمنے تمکو زمین مین اور بنائے ہمنے تمھارے لئے اُسمین اسباب معیشت - بہت تہوڑا شکر کرتے ہو تم **ف** اللہ بندون پر اپنا فضل واحسان بیان کرتا ہے کہ ہم نے تمکو زمین مین جگہہ دی یعنی رہنے کو ٹھکانا دیا اور اُس پر قابض ومتصرف بنایا اور اُسمین تمھاری زندگی بسر کرنیکے سامان پیدا کئے یعنی کھیتی اور باغ پیدا کئے جن سے تمکو غلہ اور میوہ جات حاصل ہوتے اور لباس اور ہر قسم کی راحت کا سامان بہی زمین مین پیدا کیا کھانے کے لئے جانور پیدا کئے پانی کی نہرین جاری کردین پہر اللہ فرماتا ہے کہ تم ان نعمتون کا شکر بہت تہوڑا ادا کرتے ہو **وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ** اور بیشک پیدا کیا ہمنے تمکو پہر صورتین بنائین ہمنے تمھاری پہر ہمنے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ سجدہ کرنیوالون مین سے نہوا **ف** اول اللہ نے بندون پر اپنی یہ نعمت ظاہر کی کہ ہمنے تمکو زمین مین جگہہ دی اور اُسمین تمھارے رہنے کے لئے سامان معاش پیدا کیا اُسکے بعد اللہ اپنا یہ احسان بیان کرتا ہے کہ ہمنے تمکو مسجود ملائکہ بنایا اور جسنے تمکو سجدہ کرنے سے انکار کیا اُسکو مردود بنادیا اور اسمین یہ بہی اشارہ ہے کہ شیطان تمھارا ہمیشہ سے دشمن ہے تم ہمیشہ اُسکے دہوکون سے بچتے رہو اور اگر شیطان کا اتباع کروگے تو جہنم مین جاؤگے -

شیطان اور آدم کا قصہ اللہ نے قرآن مین سات جگہہ بیان فرمایا ہے اول سورہ بقر مین دوسرے اس سورت مین - تیسرے سورہ حجر مین - چوتھے سورہ بنی اسرائیل مین - پانچوین سورہ کہف مین

چھٹے سورۂ طٰہٰ مین۔ ساتوین سورۂ صٓ مین۔ اس آیت مین جو اللہ نے فرمایا کہ ہمنے تمکو پیدا کیا اور تمہاری
صورتین بنائین اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا اور اُسکی صورت بنائی جیسکہ اللہ نے
اُن اہل کتاب سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہمنے تم سے
عہد لیا اور تمپر کوہ طور کو اُٹھایا اور مراد یہ ہے کہ تمہارے بزرگون سے جو موسٰی کے زمانہ مین تھے عہد لیا اور
اُنپر کوہ طور کو اُٹھایا۔ چونکہ آدم علیہ السلام ابو البشر تھے اسلئے اُنکا پیدا کرنا بمنزلہ کل کے پیدا کرنے کے تھا
اسی مشابہت سے اللہ نے یہ خطاب کیا کہ ہمنے تمکو پیدا کیا دوسری جگہ اللہ نے فرمایا فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ
مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ اس سے معلوم ہوا کہ آدم کے پیدا کرنے سے پہلے فرشتون کو حکم کیا تھا
کہ جب مین آدم کو پیدا کرلون اور اُسکے بدن مین روح پھونکدون اُسوقت تم اُسکو سجدہ کیجیو پس آدم کی صورت
بنانے کے بعد جو سجدہ کرنیکو کہا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے جو تمکو حکم سنایا گیا تھا اب اُسکے ادا کرنے کا وقت
ہے۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقر مین لکھا ہے کہ قتادہ کا قول ہے کہ یہ سجدہ آدم کے لئے تھا اور اطاعت
اللہ کے حکم کی تھی اللہ نے آدم کا یہ اکرام کیا کہ اپنے ملائکہ کو اُسکے سجدہ کا حکم دیا بعض مراد اس سے
سجدہ تحیت ہے جیسے کہ حضرت یوسف کے واسطے سجدہ مذکور ہے نہ سجدہ عبادت۔ اسی قول کو امام رازی
اور ابن کثیر نے ترجیح دی ہے یہ سجدہ تحیت ہماری شریعت مین منسوخ ہوگیا اور بعض مفسرین کا قول ہے
کہ سجدہ درحقیقت اللہ کے لئے تھا اور آدم فقط قبلہ تھے اور بعض کا قول ہے کہ سجدہ سے فقط تعظیم مقصود تھی
نہ حقیقتاً سجدہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آدم کے لئے سجدہ عبادت نہ تھا۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقر مین
لکھا ہے کہ ابلیس اگرچہ عنصر ملائکہ سے پیدا نہین ہوا تھا مگر انہین مین شامل تھا اسلئے اس خطاب مین ملائکہ کے ساتھ
شریک تھا اور محمد ابن جریر نے بطریق متعددہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابلیس ملائکہ کے اُس گروہ مین سے تھا جن کو
جن کہتے تھے اور محی السنہ بغوی نے ابن عباس کے علاوہ ابن مسعود وغیرہ چند صحابہ سے بھی یہی قول
نقل کیا ہے اُن ملائکہ کو جن اسلئے کہتے تھے کہ وہ خازن جنت تھے اُسوقت ابلیس کا نام عزازیل تھا

اسمیں کوئی شک نہیں کہ ابلیس خواہ جنس ملائکہ سے ہو یا نہو مگر ان کی جماعت میں شامل تھا اور سجدہ کا حکم اس تمام جماعت کو تھا اور چونکہ اکثر اس جماعت میں ملائکہ تھے اسلئے اللہ نے صرف انہیں کا ذکر کیا مگر مقصود خطاب سے کل تھے سورۂ کہف میں اللہ نے ابلیس کی نسبت فرمایا ہے کہ کَانَ مِنَ الْجِنِّ اسی کی تفسیر میں صحابہ سے منقول ہے کہ ملائکہ کی ایک قسم ایسی بھی تھی جسکو جن کہتے تھے علما نے یہہ بھی کہا ہے کہ یہہ گروہ ملائکہ کا معصوم نہ تھا اور اسمیں توالد و تناسل بھی ہوتا تھا اسی وجہ سے ابلیس کی نسبت کہا گیا ہے کہ تمام جن اُسی کی اولاد میں ہیں جیسے تمام آدمی آدم کی اولاد ہیں - ظاہرًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح آدم ابو البشر جب تک جنت میں رہے مجمع ملائکہ میں شامل تھے اسی طرح ابلیس ابو الجن قبل آدم پیدا ہوا تھا اور صفوف ملائکہ میں شامل تھا اور اگرچہ پیدایش اُسکی نار سے تھی اور ملائکہ نور سے پیدا ہوے تھے مگر ابلیس جمیع احکام اور افعال میں ملائکہ کے ساتھ شامل تھا واللہ اعلم بالصواب قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ کہا اللہ نے کس چیز نے مجبور کیا تجھکو کہ سجدہ نہ کرے تو جبکہ حکم کیا میں نے تجھے ف یعنی جب ابلیس نے سجدہ کے حکم میں نافرمانی کی تو اللہ نے اس سے پوچھا کہ جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم کیا تو تجھکو کیا مجبوری پیش آئی کہ تو اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ کہا ابلیس نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں ف یعنی ابلیس نے اللہ کو یہہ جواب دیا کہ میں نے اس وجہ سے سجدہ نہیں کیا کہ میں آدم سے افضل ہوں اور جو افضل ہو وہ ادنیٰ کو سجدہ نہیں کرتا یہہ عذر ابلیس کا اُسکے گناہ سے بھی بدتر تھا اسلئے کہ اس عذر میں اللہ پر اعتراض کیا کہ تو نے افضل کو کیوں حکم کیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو سجدہ کرے سب سے پہلے تکبر کا طریقہ شیطان نے نکالا اور عقلی دلیل بھی اُسی نے اختراع کی خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ بنایا تو نے مجھے آگ سے اور بنایا تو نے آدم کو مٹی سے ف شیطان نے اپنی فضیلت کی دلیل یہہ بیان کی کہ اے اللہ مجھکو تو نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے بنایا آگ

مٹی سے افضل ہے جو شخص آگ سے بنے وہ اُس سے افضل ہے جو مٹی سے بنے ابلیس نے اس دلیل مین ایک تو یہ غلطی کی کہ فضیلت ثابت کرنے مین صرف عنصر کا اعتبار کیا اور یہ نہ سمجھا کہ فضیلت اُسکو ہوتی ہے جسکو اللہ فضیلت دے عنصر کا اسمین کچھ اعتبار نہین۔ دوسری غلطی ابلیس کی یہ تھی کہ اُس نے آگ کو مٹی سے افضل سمجھا حالانکہ مٹی متحمل ہے اور درختون کو جاتی ہے اور بڑہاتی ہے اور آگ مین سرعت اور خفت ہے اور جلاتی ہے اور غارت کرتی ہے پس افضل مٹی ہوئی نہ آگ اور بہت بڑی خطا ابلیس کی یہ تھی کہ اُسنے اللہ کے حکم کے مقابلہ مین اپنے قیاس سے کام لیا تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ واحدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابلیس کو اس قیاس سے اللہ کی اطاعت اولی تہی اُسنے اللہ کی نافرمانی کی اور قیاس کیا اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور قیاس کی وجہ سے وہ کافر ہوا پس جو شخص دین مین اپنی راے سے قیاس کریگا اللہ اُسکو ابلیس کے ساتھ ملادیگا ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر نے بسند صحیح اس آیت کی تفسیر مین حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ ابلیس نے قیاس کیا اور سب سے پہلے قیاس کرنے والا وہی ہے اور ابن جریر نے بسند صحیح ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اُنہون نے کہا کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور چاند سورج کو بہی فقط اپنے قیاسون سے لوگون نے معبود بنایا یہہ حالت اُس قیاس کی ہے جو اللہ کے حکم کے مقابلہ مین ہو اس سے ثابت ہوا کہ امور دین مین اتباع حکم چاہیے اپنی راے کو دخل دینا نہ چاہیے اس موقع پر یہہ بہی خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس زمانے کے بعض جہال مجتہدین کے قیاس پر طعن کرتے ہین حالانکہ مجتہدین کا قیاس ایسا قیاس نہین جو بمقابلہ حکم قرآن و حدیث کے ہو یا محض راے سے حکم کہا جا بلکہ وہ ایسا قیاس ہے کہ جس چیز کا حکم قرآن یا حدیث مین نہ ملے وہان اُس حکم کا اعتبار کرین جو اُس چیز کی کسی نظیر پر قرآن حدیث سے ثابت ہوا ہو ایسے قیاس کی اجازت قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہے

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ کہا اللہ نے نیچے اتر اس سے اسلئے کہ تجھے
یہ لائق نہیں کہ تو اس مین تکبر کرے تو نکل جا بیشک تو حقارت پانے والون مین سے ہے ف
ابلیس کے تکبر کی وجہ سے اللہ نے اُس پر عتاب کیا اور اُسکو حکم دیا کہ تو اس مقام ملکوت سے اُتر جا
یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اس مقام مین رہکر تکبر کرے تو یہان سے نکل جا اب تو حقارت پانے والون مین
شامل ہو گیا بعض کے نزدیک اُس مقام سے جنت یا آسمان مراد ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس
پہلی ہیئت سے نکالا گیا یعنی اُسکی صورت بدل دی گئی ابلیس اُس مقام سے اسلئے نکالا گیا کہ وہ مقام
متکبرین کا نہین بلکہ عاجزی کرنے والون اور مطیعون کا ہے خفاجی نے لکھا کہ بیہقی نے عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ اسکا مرتبہ بلند کرتا ہے اور
جو تکبر کرتا ہے اللہ اُسکو گرا دیتا ہے - بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت مین یہ بھی اشارہ ہے
کہ اللہ نے ابلیس محض نافرمانی کی وجہ سے نہین نکالا بلکہ تکبر کی وجہ سے نکالا قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ
اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ کہا ابلیس نے کہ مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ قبرون سے
اُٹھائے جاوین ف شیطان پر جب اللہ کا عتاب ہوا تو اُسنے قیامت تک مہلت مانگی
ایک قول یہ ہے کہ اس مہلت مانگنے سے ابلیس کا مقصود یہ تھا کہ موت سے اُسکو نجات ملجاوے
اسلئے کہ جسوقت مردے قبرون سے اُٹھینگے اُسکے بعد کسی کو موت نہوگی اور ابلیس موت سے
نجات چاہتا تھا [illegible] قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝
اللہ نے کہا بیشک تو مہلت پانے والون مین سے ہے ف ابلیس نے وقت بعث تک
مہلت مانگی تھی اللہ نے مہلت تو دی مگر اُسکی حد یوم بعث تک بیان نکی اسوجہ سے مفسرین کا
اختلاف ہے کہ اللہ نے ابلیس کی درخواست پوری پوری منظور کی یا نہ کی سورۂ حجر مین اللہ نے یون
فرمایا ہے کہ تجھکو وقت معلوم تک مہلت دی گئی وقت معلوم کی مراد یہی ہے اللہ کو معلوم ہے بندون کو معلوم

نہوں بعض مفسرین کا قول ہے کہ وقت معلوم سے صور کی پہلی آواز مراد ہے پس اللہ نے ابلیس کی درخواست
پوری پوری منظور نہ کی اُسنے وقت بعثت تک مہلت مانگی تھی اللہ نے نفخہ اولیٰ تک مہلت دی لیکن
ابلیس مرنے سے نہ بچا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت معلوم سے وقت بعثت مراد ہے اس صورت میں اُسکی
درخواست پوری پوری منظور ہوگئی اور اسی سے علما نے ثابت کیا ہے کہ اللہ کبھی کافر کی دعا بھی قبول کرتا ہے
ابلیس کی کمال بدنصیبی یہ تھی کہ اس حالت میں بھی اُس نے نادم ہوکر اپنے گناہ کی معافی کی درخواست
نہ کی بلکہ مہلت کی درخواست کی جو اُسکے لیے زیادتی عذاب کی باعث ہوئی قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ تو ابلیس نے کہا اے اللہ
اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ بنا دیا البتہ میں تیرے بندوں کی تاک میں بیٹھونگا تیرے سیدھے
رستے میں پھر آؤنگا اُن پر اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے داہنے سے اور
اُن کے بائیں سے اور نہ پاوے گا تو اُن میں اکثر کو شکر کرنے والا ف جب ابلیس کو مہلت کی
خبر لگی تب اُسنے کہا کہ تو نے جو مجھے گمراہ بنایا اسکے مقابلہ میں میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کرونگا اور اپنے
بندوں کے لیے جو تو نے دین حق کا سیدھا راستہ مقرر کیا ہے میں اُسی راستے میں اُنکے بہکانے کے لئے
گھات میں بیٹھونگا اور چاروں طرف سے اُن کو گھیر لونگا اور اکثر کو ناشکرا بنا دونگا ۔ چونکہ آدم کو سجدہ
نہ کرنے کی وجہ سے اُسپر عتاب ہوا اسلئے حضرت آدم اور اُن کی اولاد سے اسکو بیر اور دشمنی ہوئی اور
اُنہیں سے بدلا لینے کا اُسنے قصد کیا اور ابلیس نے بطور ظن غالب کے گمان کر لیا تھا کہ میرا بہکانا
اثر پذیر ہوگا اسی گمان پر اُسنے کہا کہ میں اکثر کو ناشکرا بنا دونگا اور یہ گمان ابلیس کا مطابق واقع کے ہوا
ابلیس نے جو اللہ سے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ بنایا اس سے مراد یہ تھی کہ تو نے میرے دل میں گمراہی

اللہ نے دوبارہ اُس کے نکل جانے کی اور ذلت وخواری کی اس قول سے تاکید کی پہلے حکم کے بعد اُسکو مہلت مانگنے کا موقع ملگیا اور دوسرے حکم کے ساتھ فوراً نکال دیا گیا یہ جو اللہ نے فرمایا کہ جہنم تمسے بہر دونگا اس سے ابلیس اور اُسکے اتباع مراد ہیں ۔ شیطان کی بدنصیبی اس سے بڑھکر کیا ہوگی کہ اُسکو اللہ سے اتنی باتیں کرنے کا موقع ملا مگر پہر بہی لعنت کا طوق اُسکے گلے میں پڑا حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا تو اُن کو بڑی عزت حاصل ہوئی اور اُن کا نام کلیم اللہ ہوا ابلیس سے بہی اللہ نے کلام کیا مگر اُسکو لعنت حاصل ہوئی فرق اتنا ہے کہ انبیا سے اللہ نے بطور تعظیم واکرام کے کلام کیا اور ابلیس سے بطور توہین کے کلام کیا اور بعض علما کا قول یہ بہی ہے کہ ابلیس سے یہ باتیں اللہ نے کسی فرشتے کے ذریعہ سے کی ہیں بلا واسطہ نہیں کی ہیں اسلئے کہ انبیا کے سوا اوروں سے اللہ بلا واسطہ کلام نہیں کرتا ۔ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۵ اور اے آدم رہ تو اور تیری بی بی جنت میں پس کہاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں اور پاس مت جائیو اس درخت کے کہ ہوجاؤگے تم ظالموں میں سے ف

اور آدم سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے ساتھ جنت میں رہ اور اُن دونوں کو جنت کے سب پہلوں کی اجازت دی مگر ایک درخت سے منع کیا مفصل کلام اسکی تفسیر کا سورۂ بقر میں گذر چکا ۔ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ بقر میں لکہا ہے کہ ابن اسحق کا قول ہے کہ اول اللہ نے ابلیس پر عتاب کیا اور اُسکو نکالا پہر آدم کو تمام اشیا سکہلائے اور ملائکہ کو اُنکے مقابلہ میں عاجز کیا پہر حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا پہر اُن دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم کیا اور سدی نے ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ چند صحابہ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے ابلیس کو جنت سے نکالا اور آدم کو اسمیں رہنے کا حکم کیا آدم کو تنہائی میں وحشت ہوتی تہی اُنکی جنس کا کوئی نہ تہا جس سے راحت پاتے ایک مرتبہ وہ سوئے جب آنکہ کہلی تو اُن کے

سوتے پاس ایک عورت بیٹھی تھی اللہ نے اسکو آدم کی پسلی سے پیدا کیا تھا آدم نے اس سے پوچھا تو کون ہے
اُس نے کہا کہ میں ایک عورت ہوں آدم نے پوچھا تو کس لئے پیدا ہوئی ہے تو حوا نے جواب دیا کہ میں اس لئے
پیدا ہوئی ہوں کہ تو مجھ سے راحت پاوے تب اللہ نے حکم کیا کہ تم دونوں جنت میں رہو - ابن کثیر کا قول ہے کہ
اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنت آسمان میں تھی لیکن کسی یقینی دلیل سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کونسی جنت تھی اسمین بھی
اختلاف ہے کہ وہ کونسا درخت تھا جس سے منع کیا گیا تھا یہود و نصاری بالاتفاق گیہوں کہتے ہیں اور مسلمانوں
صحابہ اور تابعین سے مختلف روایتیں منقول ہیں کہ وہ گیہوں یا انگور یا انجیر یا کوئی اور درخت تھا - اللہ نے آدم
اور حوا کو مکلف بنایا تھا اور جس حکم میں انکا امتحان تھا وہ یہی حکم تھا کہ کسی درخت کو معین کر دیا تھا کہ اسکا پھل
نہ کھائیو اور اُس کے علاوہ سب درختوں کے پھل کھانے کی اجازت دی گئی تھی اور جس درخت سے منع کیا تھا
اُسکی نسبت صاف کہدیا تھا کہ اگر اس پھل کو کھاؤ گے تو ظالم بنجاؤ گے - یعنی اپنے نفس پر ظلم کروگے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ

تو وسوسہ ڈالا اُن کے لئے شیطان نے اس واسطے کہ کھولدے اُن پر جو اُن سے چھپایا گیا تھا
اُنکی سترگاہوں سے اور کہا ابلیس نے نہیں منع کیا تمکو تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے
کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ جینے والے رہو - ف یعنی شیطان کو آدم پر حسد ہوا اور
پھر قصد کیا کہ آدم و حوا کو مبتلا کروں اور ان پر بھی اللہ کا عذاب ہو اس لئے شیطان نے ان دونوں کو بہکایا اور اسی
پھل کی رغبت دلائی جس سے اللہ نے منع کیا تھا اور اس سے شیطان کا مقصود یہ تھا کہ لباس جنت آدم و
حوا سے چھن جاوے اور وہ ننگے ہو کر وہاں سے نکلیں جب انسان کو عقل و حیا ہوتی ہے اسکو اپنا
ستر کھلنا اور ننگا ہونا سخت ناگوار ہوتا ہے پس آدم و حوا کے بہکانے سے شیطان کا مقصود یہ تھا کہ وہ جنت سے

انکی شرمگاہ [illegible] ہوجاویں اور انکے اعضا سے ستر ہو یا لباس میں چھپے ہوئے تھے اور انکی نگاہ ہو
یا سامنے [illegible] تھی وہ ان کے سامنے کھل جاویں اور اپنے آپ کو ننگا دیکھکر انکو صدمہ ہو شیطان جانتا تھا
کہ نافرمانی کرینگے تو اللہ کا عتاب ہوگا جنت سے نکالے جاوینگے لباس چھینے جاوینگے برہنہ ہوجاوینگے
اور [illegible] کا مقتضا ہے کہ اپنی ننگا [illegible] کے سامنے بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا انکے لئے سخت عذاب ہے
ان [illegible] شیطان [illegible] کیونکر پہنچا یہ معلوم نہیں ہوا اور جو کچھ قصے اسکے مشہور ہیں وہ تفسیر
سورۂ بقرہ میں [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح شیطان نے ان سے باتیں کہیں اور یہ کہا کہ اللہ نے تم کو
اس درخت کا پھل کھانے [illegible] منع کیا ہے کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھاؤگے تو فرشتے بن جاؤگے
اور ہمیشہ جنت میں رہوگے [illegible] نکالے گے اس لئے کہ اس پھل کی تاثیر یہی ہے پس اگر تم فرشتہ بننا چاہو
یا ہمیشہ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو اسکا پھل کھاؤ۔ اگرچہ حضرت آدمؑ مرتبہ میں فرشتوں سے افضل تھے
اگر فرشتوں کو یہ قوت اللہ نے دی تھی کہ دم بھر میں جہاں چاہیں پہونچ جاویں اور جس ہیئت میں چاہیں
ظاہر ہو جاویں یہ قوت حضرت آدمؑ کو حاصل نہ تھی پس شیطان نے حضرت آدمؑ کو یہ رغبت دلائی کہ اس پھل کی
تاثیر سے [illegible] ہمیشگی جنت کی حاصل ہوجاتی ہے ۔ وَقَاسَمَهُمَآ
اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ اور قسم کھائی انکے لئے کہ میں تم دونوں کے لئے
نصیحت کرنے والوں میں ہوں [illegible] ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قتادہ سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے
کہ ابلیس نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور جنت کا حال مجھکو تم سے زیادہ
معلوم ہے [illegible] میری بات مانو [illegible] کی بات بتاتا ہوں فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ
پس گرا دیا انکو ابلیس نے دھوکہ سے ف یعنی ابلیس نے انکو دھوکا دیکر مرتبہ اطاعت
سے گرا دیا حضرت آدمؑ [illegible] یہ نہ جانتے تھے کہ اللہ کی قسم بھی کوئی جھوٹی کھاتا ہے اس لئے
شیطان کا فریب [illegible] فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ط اور جب
چکھ لیا انہوں نے وہ درخت کھل گیا اُن کے لیے ستر اُن دونوں کا اور ڈھکنے لگے اپنے اوپر جنت کے
پتے ف یعنی جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو جنت کا لباس اُن دونوں کے بدن
سے اُتر گیا اور اُنکا ستر کھل گیا جو اُنکو ناگوار تھا اسلئے وہ جنت کے پتوں سے اپنا ستر ڈھکنے لگے۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ثوری نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ درخت انجیر کے
پتوں سے آدم و حوا اپنا ستر ڈھکتے تھے وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا
عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا
عَدُوٌّ مُّبِينٌ ط اور ندا کی اُن دونوں کو اُنکے رب نے کہ کیا میں نے منع نہیں کیا تھا تمکو
اس درخت سے اور کیا نہیں کہدیا تھا تم سے کہ بیشک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ف
بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ عتاب اس وجہ سے تھا کہ اللہ کے حکم کی مخالفت کیوں کی اور دشمن کی بات
سے دھوکا کیوں کھایا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آدم نے کہا
کہ اے اللہ اگر میں توبہ اور استغفار کروں تو کیا میرا گناہ معاف ہوگا اللہ نے فرمایا ہاں اس صورت میں
ہم پھر تمکو جنت میں داخل کرینگے لیکن ابلیس نے اس سے معافی نہ مانگی بلکہ مہلت مانگی اللہ نے دونوں کا
سوال پورا کیا اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آدم نے اس درخت کا پھل
کھایا تو اللہ نے پوچھا کہ تو نے اس درخت کا پھل کیوں کھایا میں نے تجھکو منع کیا تھا آدم نے کہا
کہ مجھکو حوا نے حکم کیا اللہ نے کہا کہ میں نے اسکو یہ سزا دی کہ حمل میں بھی اسکو تکلیف ہوگی اور بچہ
جننے میں بھی تکلیف ہوگی یہ سنکر حوا نے فریاد شروع کی تو کہا گیا کہ تجھ سے یہی فریاد ہوگی اور تیری
اولاد کے لیے بھی فریاد ہوگی۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ
لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ط اُن دونوں نے کہا

کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمارا رب نہ بخشش نہ کریگا اور رحم نہ کریگا البتہ ہو جاوینگے ہم خسارہ پانے والے ف یعنی یہی کلمات اللہ نے آدم کے دل میں ڈالے تھے جنکی وجہ سے انکی توبہ قبول ہوئی

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج

کہا اللہ نے نیچے جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں کر ف یہ خطاب آدم اور حوا اور ابلیس سے ہے اس لئے کہ انہیں تینوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مراد یہ ہے کہ آدم وحوا کو مقام جنت سے نیچے اترنے کا حکم ہوا ابلیس اگرچہ اس سے پہلے اتر چکا تھا مگر آدم وحوا کے ساتھ تھا پھر اسکو اس حکم میں شامل کیا اسمیں یہ اشارہ ہے کہ ابلیس جنس آدم سے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حکم آدم وحوا کیلئے جدا ہوا اور ابلیس کے لئے اس سے پہلے ہو چکا مگر اللہ نے اس حکم متفرق کی یہاں مجملاً خبر دی کہ ان تینوں کو اترنے کا حکم ہو گیا اور بعض کا قول یہ ہے کہ ابلیس آدم وحوا کو بہکانے کے لئے دوبارہ پہنچ گیا تھا اور ان دونوں کے ساتھ میں دوبارہ اسکو اترنے کا حکم ہوا اور بعض کی دشمنی بعض کے ساتھ یہ ہے کہ ہمیشہ ابلیس جنس آدم کا دشمن رہیگا یہی باہمی عداوت ابلیس اور جنس آدم کی مراد ہے

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ لینا ہے ایک وقت تک ف یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے اسوقت تک زمین میں رہو اور فائدہ حاصل کرو

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۵

اللہ نے کہا اسی میں جیوگے تم اور اسی میں مروگے اور اسی میں سے نکالے جاؤگے تم ف یعنی قیامت تک یہ زمین تمہارا گھر ہے تمہاری زندگی اور موت اسی میں ہوگی اور مرنے کے بعد قبر بھی زمین میں ہوگی اور قیامت کے دن تم زمین میں سے نکالے جاؤگے

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ط

اے آدم کی اولاد ہمنے نازل کیا تمپر ایسا لباس جو ڈھکتا ہے تمہاری شرمگاہ کو

اور زینت کا لباس **ف** اول اللہ نے آدمؑ کے قصہ میں ظاہر کر دیا ہے جیسے کہ حضرت
شیطان نے آدمؑ کو بہکا لیا وہ یہی تھی کہ انکا ستر کھولا اور لباس جو اللہ کی نعمت تھی ان سے چھینا
اور اسوقت وہ اپنی شرمگاہ پتوں سے ڈھکنے پر مجبور ہوئے اسکے بعد اللہ تعالیٰ آدمؑ پر اپنی یہ نعمت ظاہر
فرماتا ہے کہ ہمنے تمہارے لئے ہی لباس نازل کیا ہے جو تمہارے ستر کو ڈھکنے والا ہے بلکہ اس ضرورت
سے زائد لباس بھی تمکو دیا ہے جس سے تمہاری زینت ہوتی ہے اس نعمت کو بیان کرکے آخر میں اللہ
نے یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ جسطرح شیطان نے تمہارے ماں باپ یعنی آدم و حوا کو بہکا کر انکا لباس
چھنوایا جس سے انکا ستر کھلا اسیطرح شیطان تمہیں بھی نہ بہکا دے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ بلاضرورت انسان کا ستر کھلنا انسان کے لئے مصیبت ہے اور جسطرح انسان کی طبیعت میں
اللہ نے ایسی حیا ڈالدی ہے کہ بلاضرورت اسکو ستر کھولنا ناگوار ہے اسی طرح اللہ کی مرضی بھی
یہی ہے کہ انسان بلاضرورت اپنا ستر نہ کھولے اور اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو لباس کی نعمت
دی ہے اسکی قدر کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں ایسی حیا تھی کہ ترمذی میں حضرت عائشہؓ
سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ کبھی میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر پر نہیں پڑی۔
اس آیت کے شان نزول میں بخاری نے جو روایت لکھی ہے کہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ برہنہ ہو
خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم اللہ کا گناہ کرتے ہیں ان کپڑوں سے
طواف کیسے کریں اسی معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے
کہ محدثین نے اسکی تخریج کی ہے اور صحیح مسلم میں بھی ابن عباس سے منقول ہے **وَلِبَاسُ
التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ** اور لباس تقویٰ کا وہ بہتر ہے **ف** لباس تقویٰ
سے ایمان اور زہد مراد ہے یعنی لباس تقویٰ تمہارے لئے اس لباس سے بھی بہتر ہے جس سے
ستر عورت ڈھکتا ہے اور زینت ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ لباس تقویٰ

سے بھی وہی لباس مراد ہے جسکا پہلے ذکر ہوا جو ستر ڈھکنے والا ہے اور اُسکو لباس تقویٰ اسلئے کہا کہ انسان اللہ کے خوف سے اُس لباس سے اپنا ستر ڈھکتا ہے پس وہ لباس تقویٰ ہوا۔ تفسیر کبیر مین بھی لباس تقویٰ کی تفسیر مین سب سے پہلے یہی قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ لباس تقویٰ وہی لباس ہے جسکا پہلے ذکر ہوا اللہ نے دوبارہ اُسکو اسلئے ذکر کیا کہ یہ ظاہر کردے کہ وہ خیر ہے۔ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ یہ اللہ کی نشانیون مین سے ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑین **ف** بیضاوی نے لکھا ہے کہ لباس اللہ کی رحمت اور احسان کی نشانی ہے اور یہ نعمت اللہ نے دی تاکہ بندے اسکا شکر ادا کرین اور تقوے اختیار کرین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے عثمانؓ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اُسمین اُنہون نے کتون کے قتل کرنے کا حکم کیا اور کبوترون کے کھیل سے منع فرمایا اسکے بعد فرمایا کہ ان خصلتون کو اللہ کے خوف سے چھوڑو اسلئے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے کہ جو شخص کسی خصلت کو اختیار کرتا ہے ظاہر مین بھی اللہ اُسی کا لباس اُسکو پہنا دیتا ہے اگر نیک خصلت ہے تو نیکی کا لباس اور بری خصلت ہو تو برائی کا لباس پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ پڑھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے ابو العلاء شامی سے روایت کی ہے کہ ابی امامہ نے ایک مرتبہ نئے کپڑے پہنے جب وہ لباس اُن کے گلے مین پہونچا تو اُنہون نے یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی اُس اللہ کے لئے حمد ہے جس نے مجھکو ایسا لباس پہنایا جس سے مین اپنا ستر ڈھکتا ہون اور اپنی زندگی مین اُس سے زینت حاصل کرتا ہون پھر ابو امامہ نے یہ کہا کہ مین نے عمر بن خطاب سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ جو شخص نئے کپڑے پہنے اور جب وہ لباس اسکے گلے میں پہونچے اسوقت یہ پڑھے اسکے بعد پرانے کپڑے تصدق کردے تو وہ اپنی حیات میں اور مرنے کے بعد اللہ کی پناہ اور حمایت میں ہوگا اس حدیث کی ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے بھی روایت کی ہے اور نیز امام احمد نے ابی مطر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے تین درم کو ایک کرتا خریدا اور اسکو پہنتے وقت یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ یعنی حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے عطا کیا مجھکو زینت کا ایسا لباس جس سے اپنی زیبایش حاصل کرتا ہوں میں آدمیوں میں اور اس سے چھپاتا ہوں میں اپنا ستر جب حضرت علیؓ نے یہ الفاظ پڑھے تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ الفاظ اپنی طرف سے پڑھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ چیز ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ بھی یہی پڑھتے تھے یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط اے آدم کی اولاد فتنہ میں نہ ڈالے تمکو شیطان جیسے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں کہ نکال لیا تھا ان دونوں سے انکا لباس تاکہ انکو دکھادے انکی شرمگاہ **ف** اللہ نے شیطان کی عداوت آدم اور حوا کے ساتھ سمجھا دی پھر اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے کہ شیطان کہیں تمکو بھی جنت سے اسی طرح نہ نکالے جیسے تمہارے ماں باپ کو ننگا کرکے جنت سے نکالا اور وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ ان کی شرمگاہ ان کی نظر کے سامنے ہوئی مراد یہ ہے کہ تم شیطان کی پیروی مت کرو اور اس قدیمی دشمن کے دام میں مت پھنسو ورنہ جنت سے محروم ہوجاؤگے اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط بیشک دیکھتا ہے تمکو شیطان اور اسکا گروہ اسطرح کہ تم انکو نہیں دیکھتے **ف** یعنی شیطان اور اسکا گروہ تمکو دیکھتا ہے مگر تم اسکو نہیں دیکھتے پس ایسے

دشمن سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے جو تمکو دیکھے اور تم اسکو نہ دیکھ سکو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات اپنی اصلی صورت پر نظر نہیں آتے البتہ احادیث صحیحہ سے اُنکا نظر آنا ثابت ہے مگر وہ اپنی صورت میں نظر نہیں آتے غیر صورت میں نظر آتے ہے **اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝** بیشک بنایا ہمنے شیاطین کو کارگزار اُنکا جو ایمان نہیں لاتے **ف** یعنی ہم نے شیطان کو کافروں کے ساتھ مناسبت کردی اور اُنکے بہکانے پر مسلط کردیا ہے اور جو اللہ کے مقبول بندے ہیں اُنپر شیطان کو تسلط نہیں ہوتا **وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا** اور جب وہ کرتے ہیں بیحیائی کا کام تو کہتے ہیں کہ اسی پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے ہمیں حکم کیا ہے اسکا **ف** ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس حالت میں ہم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں اُسی حالت میں طواف کرتے ہیں عورتیں بھی بالکل برہنہ ہوکر طواف کرتی تھیں اور اپنے سامنے ستر کے مقام پر کوئی چیز ڈھک لیتی تھیں اسی باب میں اللہ نے یہ آیت نازل کی ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس فعل کو انہوں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا تھا اور اپنے بزرگوں کی رسم عمل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ انکے بزرگوں نے یہ فعل اللہ کے حکم کے مطابق کیا تھا۔ **قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝** تو کہہ دے کہ اللہ حکم نہیں کرتا بیحیائی کا کیا تم کہتے ہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے **ف** یعنی اللہ اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے برائیوں کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر بغیر علم کے باتیں بناتے ہو اسلئے کہ کسی دلیل سے تمکو یہ نہیں معلوم ہوا کہ اللہ نے یہ حکم کیا ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ تو کہہ کہ حکم کیا ہے مجھکو میرے رب نے عدل کا
ف عدل کے معنی ہیں کہ ہر چیز میں اعتدال کا لحاظ رکھے حد سے نہ بڑھے ہیں ننگے ہو کر طواف
کرنا حد سے بڑھنا ہے۔ یہاں عدل بمقابلہ بے حیائی کے ذکر ہے یعنی اللہ بے حیائی کا حکم نہیں کرتا بلکہ اعتدال کا حکم
کرتا ہے۔ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط اور سیدھے کرو منہ اپنے ہر نماز میں اور پرستش کرو اس کی
خالص بنا کر اسکے لئے عبادت کو ف یعنی اللہ نے مجھے عدل کا حکم کیا ہے اور یہ حکم کیا ہے
کہ ہر نماز میں اپنے منہ سیدھے کرو یعنی قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ خفاجی نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف
توجہ کرو غیر کی طرف توجہ مت کرو۔ جلالین میں لکھا ہے کہ اقامت وجہ سے اخلاص مراد ہے یعنی خلوص کے
ساتھ سجدہ ادا کرو۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے عبادت کو اپنے محل میں ٹھیک طور پر ادا کرو اور
اس سے مراد متابعت رسول ہے اور عبادت خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں
غیر کو شریک مت کرو۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ط جیسے پیدا کیا تمکو اسی طرح پلٹ کر
جاؤ گے ف یعنی جسکو مومن پیدا کیا ہے وہ مومن بنکر اللہ کے سامنے جاویگا اور جسکو کافر پیدا
کیا ہے وہ کافر بنکر جاوے گا یہی تفسیر آیت آئندہ سے مناسب ہے یا مراد یہ ہے کہ جسطرح معدوم
محض سے تم پیدا ہوئے تھے اسی طرح قبروں سے اٹھو گے یا منکرین قیامت کا رد ہے یعنی جس اللہ نے
اول بار تمکو پیدا کیا وہ دوبارہ بھی قبروں سے اٹھا سکتا ہے۔ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا
حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ط ایک فریق کو ہدایت کی اور ایک فریق پر ثابت ہو گئی
ان پر گمراہی ف یعنی دوبارہ پلٹ کر اسطرح جاؤ گے کہ ایک فریق ہدایت پا کر جاویگا اور ایک فریق گمراہ
بنکر جاویگا ہر ایک کی وہی حالت ہو گی جس حالت پر اللہ نے اسکو پیدا کیا تھا یعنی تقدیر میں جو کچھ اسکے لئے
مقدر تھا اور جسطرح اسکی طینت اور سرشت تھی اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

بیشک انہوں نے بنایا شیاطین کو دوست سوا اللہ کو اور وہ جانتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں ف

یعنی ضلالت اُن پر اس وجہ سے ثابت ہوئی کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور کج فہمی سے اس گمراہی کو انہوں نے ہدایت سمجھا

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اے بنی آدم لازم کرو اپنے لباس کو ہر نماز میں اور کھاؤ اور پیو اور حد سے مت بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو ف

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلم اور نسائی اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل عرب برہنہ ہو کر طواف کیا کرتے تھے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی زینت سے مراد لباس ہے یعنی عبادت کے وقت لباس کو لازم کرو برہنہ ہو کر عبادت مت کرو اسی آیت سے نماز میں ستر عورت کا وجوب ثابت ہوا ہے اور لباس کو جو زینت کے لفظ سے بیان کیا اسمیں یہ اشارہ ہے کہ نماز کے وقت ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اور اس مضمون کی جو حدیثیں ہیں اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت اپنی زینت کرنا مستحب ہے خصوصاً جمعہ اور عید کے دن اور خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی زینت میں شامل ہے۔ لباس میں افضل سفید رنگ کا لباس ہے چنانچہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفید لباس پہنو وہ تمہارے لیے بہتر لباس ہے اور اُسی میں اپنے مردوں کو دفن کرو۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سدی نے نقل کیا ہے کہ جو لوگ برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے وہ موسم حج میں چربی کھانا چھوڑ دیتے تھے اُن سے اللہ نے فرمایا کھاؤ اور پیو حد سے مت بڑھو۔ حد سے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لقمہ حرام کھانا دوسرے یہ کہ خواہش سے زیادہ کھانا پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ رزق حلال کو اندازہ سے کھاؤ

ستر عورت کا وجوب

سفید لباس افضل ہے

اور یہ جو بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ نے تمام طب کو نصف آیت میں یعنی كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا میں
جمع کر دیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کھاؤ اور پیو اور صدقہ دو اس طرح کہ غرور اور اسراف نہ ہو اور بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو
چاہو وہ کھاؤ اور جو چاہو وہ پہنو جبکہ دو خصلتوں سے پرہیز کرو ایک اسراف سے دوسرے غرور سے ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ ابن آدم کے لئے کسی ظرف کا بھرنا ایسا باعث شر نہیں جیسا پیٹ کا بھرنا باعث شر ہے
ابن آدم کے لئے اتنے لقمے کھا لینا کافی ہے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی ہو جاوے اور اگر زیادہ ضرورت ہو
تو ایک ثلث شکم کھانے کے لئے ایک ثلث پینے کے لئے اور ایک ثلث سانس لینے کے لئے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی ہے اپنے
بندوں کے لئے [اور کس نے حرام کی ہیں] ستھری چیزیں رزق کی ف یعنی جو لوگ حج میں لباس
اور رزق چھوڑ دیتے ہیں ان سے پوچھ کہ اللہ نے جو لباس اور جو لذیذ رزق اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا
ہے اسکو کس نے حرام کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس نے حرام نہیں کیا اور اللہ کے سوا کسی کو حرام
کر دینے کا اختیار نہیں قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ تو کہہ دے کہ وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے حیات دنیا میں [illegible]
خالص ہونے والی ہے قیامت کے دن ف یعنی لباس اور لذیذ چیزیں [illegible] اصل
مومنین کے لئے پیدا کی گئی ہیں گو [illegible] کافر بھی ان کو [illegible] حاصل ہیں اور قیامت کے دن یہ خالص
مومنین کے لئے ہوں گی اس لئے کہ کفار جنت سے محروم ہوں گے۔ اور ایک تفسیر اس آیت کی یہ بھی ہے
کہ جو لوگ حیات دنیا میں ایمان لائے قیامت کے دن زینت اور رزق انہی کے لئے خالص ہوگا۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اسی طرح مفصل بیان کرتے ہین ہم نشانیان اُن لوگون کے لیئے جو جانتے ہین۔ **ف** یعنی جسطرح اس حکم کی تفصیل ہمنے بیان کی اسی طرح ہم جانتے ہین اُن لوگون کے لیئے ہر حکم کی تفصیل بیان کرتے ہین جاننے والون سے وہ لوگ مراد ہین جنکی سمجھ درست ہے اور وہ دلائل پر غور کرکے حق کو سمجھ لیتے ہین قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ تو کہدے کہ بیشک حرام کیا ہے میرے رب نے بیحیائی کی باتون کو جو اُنمین سے ظاہر ہون اور جو چھپی ہون اور گناہ کو اور سرکشی کو جو ناحق ہو اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہین اُتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ باتین کہو جو تم نہین جانتے **ف** پہلی آیت مین یہ بیان ہوا تھا کہ کافرون نے وہ چیزین حرام کرلین ہین جو اللہ نے حرام نہین کین اُسکے مقابلہ مین اللہ اس آیت مین اُن چیزون کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اللہ نے حرام کی ہین۔ فواحش سے مراد کبیرہ گناہ ہین۔ ظاہر سے وہ جو علانیہ سب کے سامنے کیئے جائین باطن سے مراد وہ ہین جو چھپا کر کیئے جائین بعض کا قول یہ ہے کہ فواحش سے وہ گناہ مراد ہین جو اعضا ستر سے متعلق ہون جیسے زنا اور ستر کھولنا۔ اثم سے ہر گناہ مراد ہے چونکہ فواحش کی نہی کا زیادہ اہتمام تھا اور پہلے اس کلام مین برہنگی کی برائی کا ذکر تھا اسلیئے فواحش کی نہی اول تخصیص کے ساتھ بیان کردی اور ظاہر و باطن کی تفصیل سے اُسکی اور زیادہ تاکید کردی پھر اُسکے بعد اثم کے لفظ سے ہر گناہ کی حرمت بیان کی اسمین بھی فواحش کی حرمت کی تاکید ہوگئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اثم اُس گناہ کو کہتے ہین جسکا اثر فقط اپنی ذات پر ہو اور بغاوت اُس گناہ کو کہتے ہین جسکا اثر دوسرون پر پہونچے جیسے ظلم وغیرہ۔ حرام چیزون مین اللہ نے شرک کو بھی ذکر کیا۔ شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد

رکھتا کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے چنانچہ کفار کو حج میں لباس
پہننے کو اور چکنائی کی نسبت بعض لوگوں کے کہنے سے حرام سمجھ لیا تھا اور اس امر پر غور نہیں کیا تھا کہ اللہ
نے انکو جنکے قول پر انہوں نے اعتماد کیا تھا حلال حرام کرنے کا کیا اختیار دیا ہے اسی لیے اللہ نے
فرمایا کہ یہ بھی حرام ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسے شخص کو شریک کرو جسکے شریک کرنے پر اللہ نے
کوئی دلیل نہیں اتاری یعنی کسی چیز کے حلال کرنے یا حرام کرنے کا حکم ان لوگوں کو سمجھ لو جن کو اللہ نے
اس حکم کا اختیار نہیں دیا اور چونکہ انکا یہ کہنا کہ اللہ نے ہمکو ایسا حکم کیا۔ یہ محض بے دلیل تھا اس لئے
قابل اعتبار نہ رہا اور مدار حلت و حرمت کا صرف باپ دادا کی تقلید پر ٹھہرا اور یہ شرک ہوا اسلئے کہ ان کے
باپ دادا کو اللہ نے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں دیا تھا اور پھر اسکو بھی اللہ نے حرام بتا دیا کہ اللہ
کیطرف ایسی حکموں کی نسبت کرو جنکو تم کسی دلیل سے نہیں جانتے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اسلئے کہ اللہ کا حکم
رسول کے حکم سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ حکم کسی رسول کے بیان سے معلوم نہیں ہوا تھا وَلِكُلِّ
أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً
وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ اور ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے پھر جب آتا ہے
وقت انکا نہ تاخیر کرتے ہیں ایک ساعت نہ تقدیم کرتے ہیں ف یعنی ہر قوم کی شوکت اور
قوت ایک وقت معین تک ہوتی ہے جو اللہ نے مقرر کی ہے جب وہ وقت آجاتا ہے فوراً اس قوم کی
شوکت ٹوٹ جاتی ہے ایک ساعت کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی پس جسطرح کفار کی پہلی قومیں اپنے وقت
مقرر پر پہونچ کر تمام ہو گئیں اسی طرح کفار مکہ کا بھی زور ٹوٹنے والا ہے۔ خفاجی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا
ہے کہ لِكُلِّ أُمَّةٍ سے لِكُلِّ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَّةِ مراد ہے یعنی امت میں سے ہر شخص کے لئے ایک وقت مقرر
ہے اور وہ وقت اسکی زندگی کا زمانہ ہے جب موت کا وقت آتا تو ایک دم کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی
اس آیت میں کافروں کو اللہ نے سمجھا دیا کہ تم یہ مت سمجھو کہ ہمیشہ تمکو اللہ کے عذاب سے اسی طرح

مہلت نہ ہوگی بلکہ مہلت ایک وقت مقرر تک ہے جب وہ وقت آیا فوراً اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاوینگے اور پھر جو شبہ ہوتا تھا کہ اگر یہ امور اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں تو فوراً عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا اسکا جواب بھی اسی آیت سے ظاہر ہو گیا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اے آدم کی اولاد اگر آویں تم میں رسول جو تم میں سے ہوں بیان کریں تم پر آیتیں میری تو جو کوئی پرہیزگاری اور نیکی کرے تو ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے **ف** یہ وہ مضمون ہے جو اللہ نے امم سابقہ کو سنا دیا تھا اسی کو اللہ بطور حکایت نقل کرتا ہے یعنی ہم نے پہلے امتوں کو سنا دیا تھا کہ اگر ہمارے رسول تمہیں آویں جو تم میں سے ہوں اور ہماری آیتیں تمہارے سامنے بیان کریں تو جو کوئی تقویٰ اور صلاح اختیار کرے گا یعنی انکی اطاعت قبول کریگا اور ان کے امر و نہی پر عمل کریگا ان پر قیامت کے دن نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ رنج میں پڑیں گے حاصل آیت کا یہ ہوا کہ اگر تم میں ہمارے رسول آویں تو تم انکی اطاعت کیجیو اسی سے نجات ہے ۔ شرط کے ساتھ اسلیئے فرمایا کہ ظاہر ہو جاوے کہ رسولوں کا بھیجنا اللہ پر واجب نہیں اور اسکو اختیار ہے کہ رسول بھیجے یا نہ بھیجے پس وہ بمقتضاے رحمت اگر بھیجے تو تم پر احسان اور فضل ہے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو لوگ جھٹلاوینگے ہماری آیتوں کو اور تکبر کرینگے ان سے وہ دوزخ والے ہیں وہی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے **ف** اس آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے کفار منکرین ہیں نہ فساق مومنین فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ط کون بڑھکر ظالم ہے اس سے جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی

آیتون کو ف بہتان باندھنے سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ کا حکم نہو اُسکو اللہ کا حکم بتایا یا جو اللہ
نے حکم دیا ہے اُسکو جھٹلایا أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ
وہی لوگ ہین کہ پہونچتا ہے اُنکو نصیب اُنکا کتاب مین سے ف کتاب سے مراد لوح محفوظ
یعنی تقدیر ہے - یعنی جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہین اور اُسکی آیتون کو جھٹلاتے ہین جب تک اُن کی
مُہلت کا زمانہ ہے اُسوقت تک جتنا رزق اور سامان عیش اُن کی قسمت مین ہوتا ہے اُنکو پہونچتا ہے
پھر جب موت آتی ہے تو عذاب مین مبتلا ہو جاتے ہین یا مراد یہ ہے کہ اللہ جو اپنی کتاب مین لکھ چکا
ہے کہ مین نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب دونگا اسی وعدہ کی بموجب اُنکو اپنا نصیب حاصل ہوتا ہے
یعنی افترا اور تکذیب کے عذاب مین مبتلا ہوتے ہین حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
یہان تک کہ جب آوینگے اُن کے پاس ہمارے فرشتے جو جان قبض کرینگے کہینگے کہان ہین وہ کہ تم
اُنھین پکارتے تھے اللہ کے سوا قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ
أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ کہین گے وہ کہ غائب ہو گئے
ہم سے اور اقرار کرینگے اپنے نفسون پر کہ وہ بیشک کافر تھے ف یعنی کفار فرشتون کے جواب مین
کہین گے کہ جنکو ہم پکارتے تھے وہ آج ہم سے چھوٹ گئے اور اُس روز عذاب الٰہی کو دیکھکر اُن پر حقیقت
کھلے گی اور اقرار کرینگے کہ وہ بیشک کافر تھے قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ
مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ کہیگا (اللہ) داخل
ہو جاؤ قومون مین جو گذر چکی ہین تم سے پہلے جن اور انس سے دوزخ مین ف یہ بیان قیامت
کے دن کا ہے اُس دن اللہ اُن سے کہیگا کہ تم سے پہلے جو کفار جن و انس گذرے ہین اور دوزخ کے
عذاب مین مبتلا ہین اُنھین مین تم بھی شامل ہو جاؤ — كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ

أُخْتَهَا جو داخل ہوگی قوم لعنت کریگی ساتھ والی کو ف یعنی جب ایک زمانہ کے کفار داخل ہونگے وہ اپنی ساتھ والی قوم پر (یعنی اُن کفار پر جنکی پیروی کرکے وہ کفر مین مبتلا ہوئے) لعنت کرینگے حَتّٰى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۵ یہانتک کہ جب جمع ہوجاوینگے دوزخ مین سب تو کہینگے اُن کے پچھلے اپنے پہلون کے لئے اے رب ہمارے انہون نے ہی ہمکو گمراہ کیا تو ان کو آگ کا دونا عذاب دے ف یعنی اُنکو دو وجہ سے مستحق عذاب بنا کیونکہ ایک اس وجہ سے کہ وہ خود گمراہ تھے دوسرے اسوجہ سے کہ انہون نے ہمکو گمراہ کیا قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُونَ ۵ کہیگا اللہ ہر ایک کے لئے دونا ہے اور لیکن تم نہین جانتے ف یعنی متاخرین تابعین جب متقدمین متبوعین کے لئے دوسرے عذاب کی درخواست کرینگے تو اللہ کہیگا کہ متقدمین اور متاخرین سب کے لئے دونا عذاب ہے مگر تمکو خبر نہین کہ کس کس پر کتنا عذاب ہے متقدمین اسوجہ سے دوسرے عذاب کے مستحق ہین کہ خود وہ بھی گمراہ ہوئے اور اپنے بعد آنے والون کو بھی گمراہ کیا اور متاخرین اسوجہ سے دوسرے عذاب کے مستحق ہین کہ گمراہ ہوئے اور بغیر سوچے سمجھے اور بے دلیل گمراہون کی تقلید کی وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۵ اور کہینگے پہلے اُنمین کے اپنے پچھلون سے اب نہین ہے تمکو ہمپر کوئی بزرگی تو چکھو عذاب عوض مین اُسکے جو تم کرتے تھے ف یعنی جب اللہ یہ کہیگا کہ سب کے لئے دونا عذاب ہے اُسوقت کفار متقدمین اپنے متاخرین سے مخاطب ہوکر کہینگے کہ تمکو ہمپر کوئی فضیلت نہین کہ ہمارے مقابلہ مین تمپر عذاب کم ہو ہماری طرح تم بھی دوسرے عذاب کے مستحق ہو اور ہم تم دونو

استحقاق عذاب میں برابر ہیں اب اپنے اعمال کا بدلا پاؤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۵ بیشک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکذیب کی نہ کھلینگے اُن کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہونگے وہ جنت میں یہانتک کہ داخل ہو جاوے اونٹ سوئی کے ناکے میں اور اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم مجرموں کو **ف** یعنی جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلینگے۔ اسکی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اُن کی دعاؤں اور اُن کے اعمال اور اُن کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلینگے جسطرح مومنین کی دعاؤں اور اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور ملائکہ اُن کو لیتے ہیں خفاجی نے لکھا ہے کہ آسمان کے لئے دروازے ہونا اور اُن کا نیک دعاؤں اور نیک اعمال اور نیک روحوں کے لیے کھلنا نصوص قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اسلئے اسمیں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر اور ابوداؤد اور نسائی اور امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاجر کے روح قبض ہونے کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ اُسکو فرشتے آسمان کی طرف لیجاتے ہیں جب کسی ملائکہ کے گروہ پر گذرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کسکی روح خبیث ہے عذاب کے فرشتے اُسکا وہ نام لیتے ہیں جو دنیا میں سب سے زیادہ توہین کا نام تھا جب آسمان تک پہونچتے ہیں تو اُسکے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں پس اُسکے لئے دروازہ نہیں کھولاجاتا ہے پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ الآیہ خفاجی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے برکت اور رحمت کا نازل ہونا مراد ہے لیکن اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلنے سے مراد یہ ہے کہ اُن پر برکت اور رحمت نازل نہوگی

پھر اللہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہو جاوے یعنی جس طرح
اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اسی طرح کافروں کا جنت میں داخل ہونا محال ہے مطلب یہ
ہے کہ ہرگز داخل نہوں گے پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم مجرموں پر اسی طرح سخت عذاب کرتے ہیں لَهُمْ مِّنْ
جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط اُن کے لئے جہنم کے فرش ہیں اور
اور اُن کے اوپر بالاپوش ہیں ف یعنی اُن کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر بھی آگ ہوگی
وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم ظالموں کو ف
یعنی ایسے عذاب الیم میں اُنکو مبتلا کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر بقدر اسکی وسعت
کے وہی اہل جنت ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ف یعنی جن لوگوں نے نیک عمل کئے وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ایمان اور عمل صالح
ذکر کے ساتھ ہی اللہ نے فرمایا کہ اللہ کسی نفس کو اُسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتا یہ جملہ معترضہ درمیان میں اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے مذکور ہوا
ایمان لانا اور عمل صالح کرنا کوئی مشکل کام نہیں بلکہ یہ ایسے کام ہیں جو انسان سے آسانی کے ساتھ ہو سکتے
ہیں بااینہمہ اگر انسان جنت کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے تو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے وَنَزَعْنَا
مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
اور نکال دیں گے ہم جو اُن کے سینوں میں ہوگی ناخوشی جاری ہوں گی اُن کے نیچے نہریں
ف یعنی اُن کے دلوں میں جو ایک دوسرے سے کینے ہونگے وہ دور ہو جاویں گے
اور سب آپسمیں دوست ہوں گے ابن کثیر نے سدی سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے
کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے دروازہ کے پاس ایک درخت ملے گا جسکی
جڑ میں دو چشمے جاری ہوں گے انمیں سے ایک کا پانی پئیں گے تو اسکے پیتے ہی اُن کے دلوں میں جو ایک

پھر اللہ فرماتا ہے کہ اس سورت میں تیرے پاس حق آیا یعنی ایسی روشن دلیلیں آئیں جو حق کو ثابت کرتی ہیں حق سے مراد اللہ کی توحید اور محمد کی نبوت اور حشر و نشر و حساب اور جنت و نار وغیرہ ضروریات دین ہیں جنکی مشرکین تکذیب کرتے تھے اور اس سورت میں نصیحت کی باتیں مذکور ہوئیں اور ایسے قصے بیان ہوئے جو مومنوں کے یاد رکھنے کی قابل ہیں اگرچہ تمام قرآن میں اسی قسم کی باتیں ہیں مگر اس سورت کی تخصیص اس لئے کی کہ بعض قصے اس سورت میں ایک جگہ مذکور ہوئے ہیں کسی اور سورت میں جمع نہیں ہوئے۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ اور کہدے اون سے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طور پر عمل کرتے رہو ہم بھی عمل کرتے ہیں اور تم بھی منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں **ف** اے محمد تو کافروں سے کہدے کہ اگر تم میری ہدایت نہیں مانتے تو مت مانو اور اپنی سرکشی میں مبتلا رہو اور جیسا تمہاری سمجھ میں آتا ہے ویسے عمل کرتے رہو ہم بھی اپنی سمجھ کی موافق عمل کرتے ہیں تم بھی اپنے اعمال کے نتیجے کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں آخر معلوم ہو جائیگا کہ زمانہ کی گردش کسپر آتی ہے یا اللہ کا عذاب تم پر آتا ہے جیسا اگلوں پر آیا تھا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور اللہ کے لئے ہے علم غیب آسمانوں کا اور زمین کا اور اوسی کی طرف پھر جاتے ہیں سب کام پس اوسی کی عبادت کر اور اوسی پر توکل کر اور تیرا رب اون کے اعمال سے غافل نہیں ہے **ف** یعنی آسمانوں میں اور زمینوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اون سب کا علم اللہ سے مختص ہے کوئی چیز یا کوئی بھید کیسا ہی مخفی ہو اوسپر ظاہر ہو جاتا ہے پس اے محمد جو کفار تیرے ساتھ سرکشی کرتے ہیں اون کا حال بھی اللہ کو خوب معلوم ہے اور وہ اون کے ایک ایک عمل کی خبر ہے اور آخرت میں تمام معاملات اللہ کے سامنے پیش ہونے والے ہیں تو نے جسطرح اون کو ہدایت کی اور اونھوں نے

جسطرح تیرے ساتھ سرکشی کی یہ معاملہ بھی اللہ کے سامنے پیش ہونے والا ہے وہ تجھکو اجر عظیم دیگا اور سرکشون کو سخت سزا دیگا پس تو کافرون کی سرکشی کی کچھ پروا مت کر اور اللہ کی عبادت کر اور اوسی پر توکل کر وہی تجھکو کافی ہے اور جب اللہ تیرا مددگار ہوگا تو تیرے مخالف اگرچہ بے انتہا ہون تجھکو کچھ مضرت نہین پہونچا سکتے عبادت کا ذکر توکل سے پہلے اس لئے ہوا کہ توکل اوسیکو فائدہ دیتا ہے جو اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ پھر اللہ اپنے پیغمبر کی تسکین کے لئے فرماتا ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہین ہے

سورۂ یوسف یہہ سورت مکی ہے اور اوسمین ایکسو گیارہ [111] آیتین اور بارہ [12] رکوع ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓرٰ قف اس کی مراد اللہ کو معلوم ہے اور جو بحث حروف مقطعات قرآنی کی ہے وہ اول مذکور ہو چکی۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ یہ آیتین ہین واضح کتاب کی۔ ف واضح کتاب سے قرآن مراد ہے یعنی یہ آیتین جو ہم نے تجھپر نازل کین ہین قرآن کی آیتین ہین۔ واضح کتاب قرآن کو اس لئے کہا کہ جو مطالب ضروری ہین وہ اوسمین بہت وضاحت کے ساتھ مذکور ہین۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ ہمنے اوتارا اوس کتاب کو قرآن عربی بناکر تاکہ تم سمجھو۔ ف یعنی اس کتاب کو ہمنے قرآن عربی بناکر اس لئے نازل کیا کہ تمہاری زبان عربی ہے تم اسکو اچھی طرح سمجھو۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ ہم قصہ ذکر کرتے ہین تجھسے بہت اچھے بیان مین اسطرح کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور اگرچہ تو

اس سے پہلے بیخبروں میں سے تھا **ف** یعنی ہم اس قرآن کی وحی بھیجکر جو بہتر قصہ تجھسے بیان کرتے ہیں ہمارا طرز بیان بہت اچھا ہے طرز بیان کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں قصہ ایسی حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے سمجھنے والے کو نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ یہ قصہ جو ہم بذریعہ وحی تیرے سامنے بیان کرتے ہیں یہ قصہ سب قصوں میں احسن ہے۔ **اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۞** جبکہ یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا میں نے اونکو دیکھا کہ مجھکو سجدہ کرتے ہیں۔

ف یہ جو اللہ نے فرمایا تھا کہ اے محمدؐ ہم تیرے سامنے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے جو اللہ نے بیان کرنا شروع کیا حضرت یوسفؑ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے اور وہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ یہ بڑی فضیلت حضرت یوسف علیہ السلام کی تھی کہ وہ خود بھی نبی تھے اور ان کے باپ دادا پردادا بھی نبی تھے۔ بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحٰق ابن ابراہیم ہیں حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند آسمان سے اترے اور انہوں نے یوسف کو سجدہ کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ خواب دیکھا تھا اوسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر سات برس کی تھی بعض کا قول ہے کہ دس برس کی تھی بعض کا قول ہے کہ سترہ برس کی تھی۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ انبیا کی خواب وحی ہوتی ہے۔ اس خواب میں گیارہ ستارے حضرت یوسفؑ کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج اور چاند حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ اور ماں ہیں۔ اس خواب کی تعبیر چالیس برس کے بعد ظاہر ہوئی بعض کا قول ہے کہ چاند سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ مراد ہیں نہ ماں اس لئے کہ حضرت یوسفؑ کی ماں تو بچپن میں اور ظہور تعبیر کے وقت مصر میں نہیں گئیں تھیں۔ سچی خواب ایک مجمل الہام ہوتا ہے جو ملائکہ حالت نوم میں انسان کے

فائدہ ۱

دل مین ڈالتے ہین اور اس جہان کی تفصیل سمجھ لیا اور سنا آپ نے بہت۔ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اگر انسان
خواب مین ایسی حالت دیکھے جسکو پسند کرتا ہے تو اسکو دوستون کے سامنے بیان کرے اور اگر ایسی حالت دیکھے
جسکو ناپسند کرتا ہے تو اوسکے سبب اٹھکر کھڑا ہو کروٹ بدل لے اور بائین طرف کو تین مرتبہ تھتکار دے
اور اللہ سے دعا مانگے کہ اوس کے شر سے بچاوے اور کسی سے اوس خواب کو بیان نہ کرے تو یہ وہ خواب کوئی
مضرت نہ پہونچا دے گی۔ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ
فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ۝ (باپ نے کہا کہ اے میرے بیٹے اس خواب کو اپنے بھائیون سے مت بیان کیجیو
وہ تیرے لیے کوئی دغا سوچین گے۔ بیشک شیطان انسان کے لیے ظاہر دشمن ہے۔ ف
حضرت یعقوبؑ اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے کہ اللہ یوسف کو اور سب بھائیون پر عزت دے گا اس لیے
اون کو یہ خوف پیدا ہوا کہ یوسف کے بھائی حسد کر کے اون کو مضرت نہ پہونچاوین اور اون کے
قتل کی کوئی تدبیر نہ کرین اس لیے کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اوسنے آدمؑ اور حواؑ سے دشمنی کر کے
اون کو جنت سے نکلوا دیا۔ اسی لیے [illegible] اون دونون نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ اس خواب کو اپنے
بھائیون کے سامنے مت بیان کیجیو کیا عجب ہے کہ وہ بھی اس کی تعبیر سمجھ جاوین اور شیطان اون کے
دل مین حسد ڈالے۔ یہ جو کہا حضرت یعقوبؑ کی نہایت صحیح تھی چنانچہ چند روز کے بعد اس کا ظہور ہو گیا اسی
قصے سے علما نے نتیجہ نکالا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ انسان اپنی نعمت حاصل ہو جانے سے پہلے چھپا دے
وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ
مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اور اسیطرح ۸
بزرگ کریگا تجھکو تیرا رب اور سکھا دے گا تجھکو حقیقت حدیثون کی اور پوری کریگا اپنی نعمت تجھ پر اور اولاد یعقوبؑ

جیسے کہ اللہ نے نعمت پوری کی اس سے پہلے تیرے دو بزرگون ابراہیم اور اسحق پر بیشک تیرا رب
جاننے والا حکمت والا ہے۔ **ف** حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ سے کہا کہ جسطرح اللہ نے اس
خواب سے تیری بزرگی ظاہر کی ہے اسی طرح اللہ تجھکو بزرگی دیگا یعنی تو اپنے سب بھائیون کا سردار ہوگا
اور یہ سب تیرے سامنے ذلیل اور عاجز بنینگے اور اللہ تجھکو حدیثون کی تاویل سکھاویگا۔ حدیثون سے
اکثر کے نزدیک خواب کے واقعات مراد ہین اس لیئے کہ حدیث کہتے بات کو ہین اور خواب کے
واقعات بھی درحقیقت باتین ہوتی ہین سچی خوابین فرشتون کی باتین ہین اور جھوٹی خوابین شیطان کی
باتین ہین۔ چنانچہ اللہ نے تعبیر خواب مین حضرت یوسفؑ کو بہت بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔ یا حدیثون سے مراد
کتب الہی کی عبارتین اور انبیائے سابقین کی حدیثین ہین۔ یعنی تو اللہ کی کتابون اور انبیا کی حدیثون کا
مطلب بہت اچھی طرح سمجھیگا اور اللہ تجھپر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت پوری کریگا یعنی تجھکو اور اولاد
یعقوب کو نبوت دیگا یا دین و دنیا کی بزرگی دیگا جیسا کہ اللہ نے اس سے پہلے تیرے پردادا
ابراہیمؑ اور تیرے دادا اسحقؑ کو نبوت یا بزرگی دی تھی اللہ خوب جانتا ہے کہ نبوت اور بزرگی دینے کی لائق
کون ہے اوس کے سب کام حکمت کے ساتھ ہوتے ہین یعنی وہ نبوت اور بزرگی اوسی کو دیتا ہے جس کے
نفس کو سب برائیون سے پاک بناتا ہے یعنی تو اور تیرا خاندان ہی قابل ہے کہ اللہ اون کو یہ بزرگیان دے
اس آیت مین جو یہ مذکور ہوا کہ اللہ اولاد یعقوبؑ پر اپنی نعمت کامل کریگا اس سے بعض علما نے یہ ثابت
کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے سب بھائی نبی تھے اس لیئے کہ وہ بھی اولاد یعقوبؑ تھے اور کامل نعمت سے
نبوت مراد ہے اور پھر اوس نعمت کو جو ابراہیمؑ اور اسحقؑ کی نعمت سے تشبیہ دی اس سے نبوت کے معنی
اور ظاہر ہوگئے۔ قطع نظر اس کے حضرت یوسفؑ نے جو خواب دیکھا تھا اوسمین ستارون سے اون کے
بھائی مراد تھے اور چونکہ ستارے نورانی ہوتے ہین اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ اون مین نبوت کا نور تھا
اب اگر یہ شبہہ ہو کہ اونھون نے حضرت یوسفؑ پر ایسا ظلم کیا جو شان نبوت کے خلاف تھا تو اس کا جواب

تفسیر کبیر مین یہ لکھا ہے کہ یہ امر اون سے قبل نبوت واقع ہوا۔ اس موقع پر ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم تھا کہ حضرت یوسفؑ کو نبوت اور بہت سی بزرگیان ملین گی اور وہ سب بھائیون کے سردار ہون گے پھر اون کو حضرت یوسفؑ کی ہلاکت کا خوف اور بھیڑیے کے کھا جانے کا شبہہ کیون ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جو حضرت یوسفؑ کو بشارتین دین یہ بطور علم یقین نہ تھین بلکہ ظن غالب یقین اور قرائن موجودہ کے لحاظ سے اونہون نے یہ نتیجے ثابت کیے تھے لیکن بمقتضاے بشریت اور نہایت شفقت دوستی کے خیالات بھی پیدا ہوئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آخر مین حضرت یوسفؑ کو یہ مراتب ملین گے مگر یہ احتمال تو باقی تھا کہ شاید اوس سے پہلے اون پر بعض مصیبتین آوین پس ہلاکت کا خیال اون کو نہ تھا بلکہ حضرت یوسفؑ کی مصیبتوں کا احتمال تھا اور اون کے فراق کا رنج تھا مگر آخر تک وہ اون کے ملنے کی امید بھی رکھتے تھے لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ۝ بیشک تھین یوسفؑ اور اوس کے بھائیون مین نشانیان پوچھنے والون کے لیے ف یعنی جو لوگ یوسف کا قصہ پوچھتے ہین اون کے لیے یوسف اور اون کے بھائیون کے معاملے مین بہت سی عبرت اور نصیحت کی باتین ہین بعض اون مین سے یہ ہین کہ بزرگی کا مرتبہ انسان کو اپنی کوشش سے حاصل نہین ہوتا بلکہ محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ جسکو نعمت دینا چاہے کسی کی یہ مجال نہین کہ اوسکو روک دے اور اللہ جسکی محافظت کرے اوسکو کوئی ہلاک نہین کر سکتا۔ شیطان بڑے بڑے بزرگون اور نبی زادون کو بہکا لیتا ہے۔ حسد کرنے والا ذلیل اور ناکام ہوتا ہے۔ صبر کے انجام مین بہتری ہوتی ہے۔ فتح البیان مین قرطبی کا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بارہ بھائی تھے اول روبیل اور وہ سب مین بڑے تھے۔ دوسرے شمعون۔ تیسرے لاوی۔ چوتھے یہودا۔ پانچوین زبولون۔ چھٹے یشجر یہ سب ایک ماسے تھے اور ان کی ماکا نام لیّا[1] تھا جو حضرت یعقوبؑ کی ماموں

[1] بعض کا قول ہے کہ خالہ کی بیٹی تھی ۱۲

کی بیٹی تھی۔ ساتوین دان۔ آٹھوین نفتونا۔ نوین جاد۔ دسوین اشیر یہ چار ان بہائی دو باندیون کے بطن سے تھے۔ لیّا کے مرنے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اوس کی بہن راحیل سے نکاح کیا اوس سے یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ یہ کل بارہ ۱۲ شخص حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے اور انہین بارہ کی اولاد مین بارہ خاندان بنی اسرائیل کے ہوئے۔ حضرت یوسفؑ کے حقیقی بہائی فقط بنیامین تھے باقی دس سوتیلے بہائی تھے۔ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ۙ۔ جبکہ اونہون نے کہا کہ البتہ یوسف اور اوس کا بہائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم ایک زبردست جماعت ہین۔ بیشک ہمارا باپ ظاہر غلطی مین ہے۔ ف یعنی یوسفؑ کے دس سوتیلے بہائیون نے یہ کہا کہ ہمارے باپ یعقوبؑ کو یوسف اور اوس کے حقیقی بہائی بنیامین سے جتنی محبت ہے اوسقدر ہم سے نہین حالانکہ وہ تو ابہی بچے ہین کسی کام کی لایق نہین نہ وہ کھیتی کرسکتے ہین نہ جانورون کے چرانے اور پانی پلانے کا کام کرسکتے ہین نہ دشمنون سے جنگ کی لایق ہین اور ہم دس بہائی زبردست جماعت ہین سب کام بہت اچہی طرح کرسکتے ہین۔ پس زیادہ محبت کی لایق ہم سب تہے ہمارا باپ بڑی غلطی مین ہے جو محبت مین ہم جوانون پر چہوٹے بچون کو ترجیح دیتا ہے۔ شاید حضرت یعقوبؑ کو ان دونون سے زیادہ محبت اسلئے تہی کہ ان دونون کی ماں اون کو صغیرسن چہوڑکر مرگئی تہی قطع نظر اس کے حضرت یعقوب اون دونون بچون مین دینداری اور عقلمندی کی علامتین پاتے تہے اس کے سوا یہ ایک معمولی بات ہے کہ چہوٹی اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ امر مقتضائے طبیعت ہوتا ہے انسان کے اختیار کو اسمین دخل نہین ہوتا۔ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ مار ڈالو یوسف کو یا ڈالدو اوسکو کسی زمین مین کہ خالص ہوجاوے تمہارے لیئے توجہ تمہارے باپ کی اور بن جائیو تم اوس کے بعد نیک گروہ ف

یوسف کے بہائیون نے یہ مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کردو یا کہین دور کسی ملک مین پہونچادو کہ پہر یہان
نہ پہونچ سکے جب اسطرح سے یوسف جدا ہوجاے گا تو آیندہ تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے خالص
ہوجاے گی پہر تم اس گناہ سے توبہ کرکے نیک بن جائیو۔ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا
يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ
إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ اون مین سے ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو
اور اوسے کوئین کی گہرائی مین ڈالدو تاکہ کوئی مسافر اوسکو اوٹہا لے اگر تم کرنے والے ہو۔ ف
یوسف کے دس سوتیلے بہائیون مین سے تو کل کا مشورہ یہ تہا کہ مار ڈالو یا کسی دور زمین مین پہینکدو مگر ایک کو
کسیقدر رحم آیا اور اوسنے قتل کرنے یا کسی دور ملک مین پہونچادینے سے منع کیا بلکہ یہ راے دی کہ اگر تم ہی
کرنے والے ہو یعنی یوسف کو باپ سے جدا کرنے والے ہو۔ یا مراد یہ ہے کہ سب مشورہ پر عمل کرنے والے ہو تو
یوسف کو کنوئین کی گہرائی مین ڈالدو کوئی مسافر جب کنوئین سے پانی بہرے گا اور اوسے معلوم ہوگا کہ کنوئین
مین کوئی لڑکا گر پڑا ہے تو ضرور نکال لیگا اور اپنے ساتھ لیجاے گا اس صورت مین تمہارا مطلب بہی
ہوجاے گا اس لئے کہ یوسف اپنے باپ سے جدا ہوجاے گا اور یوسف کی جان بہی بچ جاے گی اور جو
شخص اوسکو لیجاے گا اوسکی پرورش بہی کرے گا۔ قرآن مین یہ مذکور نہین کہ یہہ کہنے والا کون سا بہائی
تہا۔ ابن کثیر رح نے لکہا ہے کہ قتادہ اور محمد بن اسحق کا قول ہے کہ وہ روبیل تہا۔ اور سدی کا قول ہے
کہ یہودا تہا اور مجاہد کا قول ہے کہ شمعون تہا اسی مشورہ پر سب کا اتفاق ہوگیا اس لئے کہ یہ راے کسیقدر
شفقت کی تہی۔ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ
لَنَاصِحُونَ ۝ اونہون نے کہا کہ اے ہمارے باپ تجہ مین یہ کیا بات ہے کہ تو یوسف کے
معاملے مین ہم پر اعتبار نہین کرتا حالانکہ ہم اوس کے خیرخواہ ہین۔ ف اب وہ اس فکر مین ہوئے
کہ کسیطرح یوسف کو اپنے ساتھ جنگل کو لیجاوین اسی غرض سے اونہون نے باپ سے ایسی فریب کی گفتگو

شروع کی کہ گویا وہ یوسف پر بڑے مہربان ہین اور بمقتضائے محبت اون کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ یوسف کو جنگل کی سیر کرادین تاکہ اوس کا دل بہلے۔ اس قول سے یہی معلوم ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے سے یوسف کے معاملے مین اون پر اعتبار نہین کرتے تھے بلکہ یہ خوف رکھتے تھے کہ کہین وہ یوسف کو مضرت نہ پہونچاوین۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ بہیجدے اوسکو کل ہمارے ساتھ کہاوے اور کہیلے اور بیشک ہم اوس کی حفاظت کرینگے۔ ف یعنی ہم جو اونٹ چرانے کے لئے کل جنگل کو جاوین تو یوسف کو بہی ہمارے ساتھ بہیجدے وہان وہ جنگل کے میوے کہاوے گا اور کہیلے گا اور تو کچھ خوف مت کر اس لئے کہ ہم اوس کی حفاظت کرنے کو موجود ہین۔ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (یعقوب نے) کہا مجھ کو گوارا نہین ہے یہ امر کہ تم اوس کو لیجاؤ اور مجھکو خوف ہے کہ اوسکو بہیڑیا کہا جاوے اور تم اوس سے بے خبر ہو۔ ف حضرت یعقوب کو چونکہ یوسف کی جدائی شاق تھی اسلیئے اونہون نے کہا کہ مجھکو یہ گوارا نہین کہ تم یوسف کو لیجاؤ اور مجھکو یہ خوف ہے کہ شاید اوسکو بہیڑیا لیجاوے اور تم اوسوقت دوسری طرف اپنے کامون مین مشغول ہو تمکو خبر بھی نہو قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ اونہون نے کہا کہ اگر اوسکو بہیڑیا کہاوے حالانکہ ہم ایک جماعت ہین تو بیشک ہم خسارہ پانے والے ہین ف یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم دس آدمیون کی جماعت یوسف کی محافظ ہو اور پہر اوسکو بہیڑیا کہا جاوے اگر ایسا ہو کہ ہم دس مضبوط آدمیون سے ایک بچے کی حفاظت نہو سکے تو ہم بڑے خسارہ پانے والے ہین یعنی ہم بڑے عاجز ہین ہم سے کچھ بھی نہین ہو سکتا۔ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ پہر جب لیگئے اوسکو اور اونہون نے اتفاق کر لیا کہ یوسف کو کنوئین کی گہرائی مین ڈالدین (تو اونہون نے یہی کیا) ف یعنی آخر کو

اتنی بحث کے بعد حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کو اون کے ساتھ کر دیا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جسوقت حضرت یعقوبؑ نے یہ ارادہ کیا تو اول یوسفؑ کو چھاتی سے لگایا اور بوسہ دیا اور دعا کی جب وہ چلے تو جب تک حضرت یعقوبؑ کی نگاہ کے سامنے رہے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ لیگئے اور جب اونکی نگاہ سے پوشیدہ ہوگئے تو اونھوں نے یوسفؑ کو ایذا دینا اور جھڑکنا اور مارنا شروع کیا جب اوس کنوئین پر لائے جسمیں وہ ڈالا جانیکو تھا اور یوسفؑ کو رسی سے باندھکر کنوئین میں لٹکانا چاہا تو اوسوقت یوسفؑ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی بھائی کی پناہ لیتے تھے تو وہ جھڑکتا تھا اور طمانچے مارتا تھا اور اگر یوسفؑ کنوئین کا کنارہ پکڑتے تھے تو اون کے ہاتھوں پر لکڑیاں مارتے تھے جب وہ کنوئین کی آدھی گہرائی میں پہونچے تو رسی کاٹ دی جب یوسفؑ کنوئین کے اندر گرے تو کنوئین کے وسط میں ایک پتھر تھا اوسپر چڑھکر کھڑے ہوگئے۔ **وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ٥** اور وحی بھیجی ہم نے یوسفؑ کی طرف کہ البتہ تو اون کو آگاہ کریگا اون کے اس کام پر اور وہ نہیں خبر رکھتے تھے۔ **ف** یعنی اوس مصیبت کے وقت میں اللہ نے یوسفؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تو رنجیدہ مت ہو ہم تجھکو اس آفت سے نکالینگے اور تیری مدد کرینگے اور مرتبہ عالی عطا فرماوینگے اور ایک وقت وہ آویگا کہ تو اون کی اس حرکت پر اون کو آگاہ کریگا۔ جب اللہ نے یوسفؑ کے پاس وحی بھیجی تو یوسفؑ کے بھائیوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی یا مراد یہ ہے کہ تو ایسی حالت میں اون کو متنبہ کریگا کہ وہ تجھکو پہچانتے بھی نہونگے کہ تو یوسف ہے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یوسفؑ کے بھائی مصر میں یوسفؑ کے پاس گئے تو یوسفؑ نے اون کو پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہیں پہچانتے تھے اوسوقت یوسفؑ نے پیالہ کا برتن منگاکر اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اوسمیں چٹکی مارکر بجایا اور اون سے یہ کہا کہ یہ برتن مجھسے یہ کہتا ہے کہ تمہارا کوئی علاتی بھائی تھا اوسکو تم نے جنگل میں لیجاکر کنوئین میں ڈالدیا۔ پھر یوسفؑ نے دوبارہ اوس برتن کو چٹکی سے بجایا اور اون سے کہا کہ یہ برتن کہہ

کرتا ہے کہ تم نے اپنے باپ سے جا کر یہ کہدیا کہ اوسکو بھیڑیا کھا گیا اور اوسکے کرتہ میں جھوٹا خون لگا کر باپ کو دکھا دیا یہ سنکر یوسف ؑ کے بھائی نہایت حیران ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تعجب ہے کہ اس برتن نے ہمارے تمام حالات کی خبر کر دی - پھر ابن عباس ؓ نے کہا کہ یہ جو اللہ نے کہا ہے کہ تو اون کے اس فعل پر اون کو آگاہ کر دیگا اور اون کو خبر نہوگی اسکا یہی مطلب ہے - جسوقت حضرت یوسف ؑ کو کنوئین مین ڈالا اوسوقت اون پر یہ مصیبت آئی کہ اون کو ایذا دینے کے لئے دس ظالم جوانون نے اتفاق کیا جن کے دل مین ذرا درد اور رحم نہ تھا حالانکہ یوسف ؑ کو اون سے مہربانی کی امید تھی اور یوسف ایسے ناز پرورده تھے کہ اوسوقت تک اونھون نے کسی کی جھڑکی سنی بھی نہ تھی - اور جبکہ ایسی حالت مین وہ کنوئین کی گہرائی مین پہونچ گئے تو جو صدمہ اون پر طاری ہوگا وہ بیان نہین ہو سکتا اور قیمت زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی - پس یہ اللہ کی کیسی بڑی رحمت تھی کہ اوس آفت مین اون کو سلامت رکھا اور اوس مصیبت مین اون کی تسکین کے لئے وحی بھیجی اوس آفت کے ہجوم مین اس وحی سے اون کو بہت بڑی تسلی ہو گئی ہوگی - بعض علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وحی بھیجنے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نبوت بچپنے مین بھی مل سکتی ہے - وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ؕ اور وہ آئے اپنے باپ کے پاس رات کو روتے ہوئے - قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ؕ اونھون نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہم گئے تھے دوڑتے ہوئے اور چھوڑ گئے تھے یوسف کو اپنے سامان کے پاس تو اوسکو بھیڑیا کھا گیا اور تو ہم پر یقین کرنے والا نہین اور اگرچہ ہم سچے ہون - ف یوسف ؑ کو کنوئین مین ڈالنے کے بعد وہ سب شام کو روتے ہوئے باپ کے پاس پہونچے اور کہا کہ اے باپ ہم نے یوسف کو اسباب کے پاس بٹھا دیا تھا اور ہم آپس مین دوڑتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کسمین دوڑنے کی قوت زیادہ ہے اور کون آگے نکلتا ہے

جب ہم واپس آئے تو یہ معلوم ہوا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا مگر ہم جانتے ہین کہ اگر ہم سچے ہی بولین تو تجھکو ایسا
وہم ہے کہ ہماری بات پر تو یقین نہ کریگا۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ
اور لائے اوس کے کرتہ پر خون جھوٹا ۔ ف یعنی اونہون نے یوسفؑ کے کرتہ پر جو کنوئین مین
ڈالتے وقت اون کے بدن سے اُتار لیا تھا کسی جانور کا خون ڈال لیا اور وہ باپ کو دکھا دیا کہ یہ یوسف کا
خون ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی سے اون کا جھوٹ کھل گیا کہ کرتا سلامت تھا کسی جگہ سے پھٹا نتھا
اور اگر بھیڑیے نے یوسف کو کھایا ہوتا تو کرتا بہت کرکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوتا۔ پس اوس کرتے کو سلامت دیکھکر
حضرت یعقوبؑ نے سمجھ لیا کہ ان کا بیان صحیح نہین بلکہ کوئی فریب ہے۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ
اوس نے کہا بلکہ بنادی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسون نے کوئی بات۔ پس صبر بہتر ہے اور اللہ
سے مدد مطلوب ہے اوس پر جو تم بیان کرتے ہو ف یعنی حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو ایسا
نہین ہوا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو یہ جھوٹی بات ہے جو تمہارے دلون نے تمہارے لئے بنادی ہے تم نے
یوسف کے ساتھ کوئی دغا کی اور تم سب نے متفق ہو کر مجھسے بیان کرنے کے لئے یہ جھوٹی بات اپنے دل سے
جوڑ کر بنالی ہے۔ پس میرے لئے یہی بہتر ہے کہ مین صبر کرون اور تمہارے جھوٹے بیان پر مین اللہ سے
مدد مانگتا ہون وہ تمہارا جھوٹ ظاہر کردیگا اور مجھکو پھر یوسف سے ملادیگا۔ وَجَآءَتْ
سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى
هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۵
اور آیا ایک قافلہ تو بھیجا اونہون نے اپنے سقے کو پھر ڈالا اوس نے اپنا ڈول کہا خوشخبری ہے یہ لڑکا ہے
اور چھپا لیا اوسکو مال جانکر اور اللہ جاننے والا ہے اون کے کام کو ف اب اللہ یوسفؑ کی غلامی کا
طریقہ بتاتا ہے کہ یوسفؑ اوس کنوئین سے کسطرح نکلے اوس کی صورت یہ ہوئی کہ سوداگرون کا ایک قافلہ

اوس کنوئین کے قریب ٹھہرا مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قافلہ ملک شام سے مصر کو جاتا تھا اور وہ لوگ راستہ بہولکر اوس کنوئین کے قریب پہونچ گئے تھے ورنہ وہ کنواں راستہ سے بہت دور تھا اور مسافر کا گذر وہاں کم ہوتا تھا۔ اہل قافلہ نے اوس شخص کو جو پانی لانے کے کام پر تھا پانی کے لئے بہیجا جب اوسنے پانی بہرنے کے لئے کنوئین مین ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ رسّی پکڑکے اوسمین لٹک گئے جب اوسنے ڈول کھینچا اور یوسفؑ کو دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور بے اختیار پکار اوٹھا کہ بڑی خوشی کی بات ہے یہ ایک لڑکا نکل آیا۔ زیادہ خوشی اسوجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسفؑ بہت خوبصورت تھے اور اونہون نے یہ حال سب سے چہپایا یعنی جو دو تین شخص آپکے کنوئین کے قریب تھے اور پانی لانے کے لئے آئے تھے اونہین کو خبر ہوئی دوسرون سے یہ مضمون چہپایا کہ یہ لڑکا کنوئین مین سے نکلا ہے اور وجہ اس چہپانے کی یہ تھی کہ اونہون نے یوسفؑ کو مال تجارت سمجھ لیا اور یہ قصد کر لیا کہ اوس کو غلام بناکر بیچین گے۔ پس اون کو یہ خیال ہوا کہ اگر سب کو یہ خبر ہوجاوے گی کہ یہ لڑکا کنوئین مین سے نکلا ہے تو سب اس مین شریک ہوجائین گے۔ اسلئے اونہون نے دوسرے قافلہ والون سے یہ حال کہا مگر جو کچہ اونہون نے کیا یعنی یوسف کو غلام بنایا اوسکو اللہ خوب جانتا تھا کہ یوسف ہرگز غلام نتھے مگر اللہ نے یہ سامان یوسفؑ کی رہائی اور اون کے مصر مین پہونچ جانے کا مہیا کر دیا۔ یا مراد یہ ہے کہ اللہ جانتا تھا جو کچہ وہ کرینگے یعنی کسطرح یوسفؑ کو مصر مین لیجاکر بیچین گے اور پہر اوس کا نتیجہ کیا ہوگا بعض مفسرین کا قول ہے کہ پانی بہرنے والے نے جو یوسفؑ کو دیکھکر یٰبُشْرٰی کہا درحقیقت بشریٰ ایک شخص کا نام تہا جسکو اوس نے پکارا کہ اے بشریٰ یہ لڑکا ہے مگر اس قول کو مفسرین نے بہت ضعیف کہا ہے۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ اور بیچ ڈالا یوسف کو بدلے ناقص قیمت چند درم کے اور تہے اوس مین بے رغبتی کرنے والے۔ ف مفسرین نے لکہا ہے کہ حضرت یوسفؑ

کے بہائی تیسرے دن خبر لینے آئے تو یوسفؑ کو کنوئین مین نہ پایا آخر اوس قافلہ مین یوسفؑ کا پتا ملا اوسوقت اون لوگون سے کہا کہ یہ ہمارا غلام بہاگ آیا ہے تب ان دونون نے مول لینا چاہا یوسفؑ کے بہائیون نے کم قیمت پر یعنی چند درہمون پر یوسفؑ کو بیچ ڈالا اور اسمین بہی اون کو بے رغبتی تہی یعنی اس قیمت کی بہی بہت پروا نہ تہی اگر وہ بغیر قیمت کے بہی لینا چاہتے تو دیدیتے - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بیس درہم کو بیچا تہا اور عکرمہ اور عوفی کا قول ہے کہ ہر بہائی کے حصہ مین دو دو درہم آئے تہے - بعض کا قول یہہ بہی ہے کہ بائیس درہم کو بیچا تہا - مجاہدؒ کا قول ہے کہ پہر وہ دور تک اوس قافلہ کے ساتھ گئے اور یہ تاکید کرتے تہے کہ اس غلام کو مضبوط باندہ لو ورنہ بہاگ جاویگا اس مین بہاگنے کی عادت ہے - حضرت یوسفؑ نے شاید اس عرصہ مین اپنا قصہ اہل قافلہ سے بیان نہین کیا ممکن ہے کہ اون کو یہہ خوف ہو کہ اگر بہائی سن لینگے تو مار ڈالینگے - بعض مفسرین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ بہائیون نے یوسفؑ کو عبرانی زبان مین دہمکایا تہا کہ اگر تو کہیگا تو ہم تجہکو مار ڈالینگے اور وہ قافلہ والے عبرانی زبان نہین سمجہتے تہے - قطع نظر اسکے اختلاف زبان کی وجہ سے یوسفؑ اون سے کچہ نہین کہہ سکتے تہے جب وہ اہل قافلہ یوسفؑ کو مصر مین لیکر پہونچے وہان یوسفؑ کو بیچ ڈالا - **وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا** ط اور کہا جس نے یوسفؑ کو مول لیا تہا اہل مصر مین سے اپنی بی بی سے عزت کے ساتہ رکہو اوس کا مرتبہ شاید وہ ہمکو نفع دے یا بنالین ہم اوسکو بیٹا

ف ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ یوسفؑ کو اوس قافلہ والون سے جس نے مصر مین مول لیا تہا وہ عزیز مصر تہا - یہہ لقب مصر کے وزیر کا ہوتا تہا - ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اوس کا نام قطفیر تہا - اور ابن اسحق کا قول ہے کہ اوس کا نام اطفیر بن روحیب تہا - مصر کے خزانے اوسی کے قبضہ مین تہے اور اوس زمانہ مین مصر کے بادشاہ کا نام ریان بن ولید تہا جو قوم عمالقہ سے تہا عزیز مصر کی

بی بی کا نام راعیل بنت رعاییل تہا - اور بعض کا قول ہے کہ اوس کا نام زلیخا تہا - ابن اسحٰق نے دوسرا قول ابن عباس رض کا یہ لکھا ہے کہ یوسف ع کو جس نے مول لیا تہا اوس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنقا بن مدیان ابن ابراہیم تہا پہر اوس نے یوسف ع کو عزیز مصر کے ہاتہ بیچا - اس مین بہی مفسرین کا اختلاف ہے کہ کس قیمت کو بیچا - پہر ایک قول یہ ہے کہ بیس ۲۰ دینار کو بیچا - دوسرا قول یہ ہے کہ بہت سے لوگ خریدار تہے اس لیئے سب نے قیمت بڑہائی اور آخر مشک اور عنبر اور حریر - اور چاندی - اور سونا - اور موتی اور جواہرات سے کئی بار اون کو وزن کیا گیا اور وہ اونکی قیمت مین دیا گیا کل وزن اون کا چار سو ۴۰۰ رطل تہا - واللہ اعلم - ایک روایت یہ ہے کہ جب عزیز نے اون کو خریدا تہا تو اون کی عمر سترہ ۱۷ برس کی تہی - تیرہ ۱۳ برس عزیز کے گہر رہے - اور جب ریان بادشاہ نے اون کو وزیر بنایا تو اوسوقت اون کی عمر تینتیس ۳۳ برس کی تہی اور جب اون کا انتقال ہوا تو اون کی عمر ایکسو بیس ۱۲۰ برس کی تہی - اب اللہ فرماتا ہے کہ عزیز مصر نے اپنی بی بی سے کہا کہ یوسف کو اچہی طرح خاطر و تواضع کے ساتہ رکہو یا تو ہم کو یہ فائدہ دیگا یعنی کار و بار کا انتظام اوس کی سپرد کر دینگے تو حسن تدبیر سے انجام دیگا جس سے ہمارے مال و متاع کو ترقی ہوگی یا ہم اوسکو بیٹا بنا لین گے اسلیئے کہ عزیز مصر کے کوئی اولاد نہ تہی - یہ خیال عزیز مصر کو اسوجہ سے پیدا ہوا کہ اوسنے قیافہ سے معلوم کر لیا تہا کہ یوسف بڑے عقلمند اور صاحب تدبیر آدمی ہون گے اسیوجہ سے علما نے لکہا ہے کہ سب آدمیون مین زیادہ صاحب فراست تین آدمی ہین - ایک عزیز مصر کہ اوس نے یوسف کو دیکہکر معلوم کر لیا کہ یہ بڑے کام کے آدمی ہین - دوسرے حضرت شعیب ع کی بیٹی کہ اوسنے موسیٰ کو دیکہکر معلوم کر لیا کہ یہ بڑے دیانت اور کارگذار ہین اور اپنے باپ سے کہا کہ ان کو اپنے کامون کے واسطے نوکر رکہہ لو - تیسرے ابوبکر صدیق رض جنہون نے اپنے بعد خلافت کے لیئے عمر رض کو منتخب کیا - وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا

لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور اسی طرح عزت دی ہمنے یوسف کو زمین مین اور اسلئے کہ سکھاوین ہم اوسکو تعبیر خوابون کی - اور اللہ اپنے کام پر قادر ہے اور لیکن اکثر آدمی ناواقف ہین - ف یعنی جسطرح یوسف ہم نے کنوئین سے نجات دی اور عزیز مصر کے دل مین اوس کی محبت ڈالدی اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین مصر مین مرتبہ عالی دیا اسکے آگے اتنا محذوف ہے کہ تاکہ مصر مین انصاف کے ساتھ حکومت کرے اور اسلئے کہ ہم اون کو علم تعبیر سکھاوین - اب اللہ فرماتا ہے کہ اللہ اپنے کام پر قادر ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کوئی اوسکے کام کو روک نہین سکتا یوسف کے بھائیون نے یوسف کے قتل کی تدبیر کی مگر اللہ نے یوسف کو ایسے مرتبہ عالی پر پہونچا دیا کہ انھین ظالم بھائیون کو یوسف کے سامنے سجدہ کرنا پڑا لیکن اکثر آدمی شرک مین مبتلا ہین اور اللہ کی قدرت سے غافل ہین یا مراد یہ ہے کہ اکثر آدمی اللہ کے کامون کی حکمت اور مصلحت کو نہین سمجھتے اسلئے کہ بعضے کام بظاہر ناگوار ہوتے ہین لیکن اون کے نتیجے مین بڑی خوبی ظاہر ہوتی ہے جیسے یوسف کا باپ سے جدا کرنا اگرچہ بظاہر مصیبت تہا لیکن اوس کے نتیجے مین بڑے فائدے ہوے - وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ اور جب وہ پہونچا اپنی جوانی کو تو ہم نے اوسکو حکومت اور علم دیا اور اسیطرح جزا دیتے ہین ہم نیکی کرنے والون کو ف یعنی جب یوسفؑ جوان ہوئے اور اون کی عقل کامل ہوئی تو ہم نے اونکو حکم اور علم دیا - حکم سے یا تو حکمت یعنی عقلمندی مراد ہے یا نبوت مراد ہے اور علم سے علم تعبیر اور جمیع مسائل دین مراد ہین - پہر اللہ فرماتا ہے کہ جو نیکی کرنے والے ہین اون کو ہم اسی طرح اون کی نیکی کا اجر دیتے ہین اور مرتبہ عالی عطا فرماتے ہین - مفسرین کا اختلاف ہے کہ لفظ اَشُدّ سے کونسی عمر مراد ہے - ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ تینتیس ۳۳ برس - ضحاک کا قول ہے بیس برس

امام مالکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ اشُد سے وقت بلوغ مراد ہے ۔ واللہ اعلم ۔ وَرَاوَدَتْهُ
الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ
هَيْتَ لَكَ ۚ اور پھسلایا یوسف کو اوس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے اونکی
ذات سے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا آؤ میں حاضر ہوں تمہارے لئے ف یعنی عزیز مصر کی بی بی
زلیخا نے یوسف کی خواہش کی اور دروازے بند کرکے یوسف کو اپنی طرف بلایا یہ وہی عورت تھی جسکو
عزیز مصر نے تاکید کی تھی کہ یوسف کو تعظیم کے ساتھ رکھو چونکہ یوسف حد سے زیادہ حسین تھے اسلئے
وہ اون کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سات دروازے بند کرکے زلیخا نے
خلوت کی تھی۔ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ
لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ یوسف نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بیشک وہ میرا
سردار ہے اوس نے میرا مقام اچھا بنایا ہے اور بیشک نجات نہیں پاتے ظلم کرنے والے ۔
ف یوسف نے زلیخا کی خواہش اور طلب کا یہ جواب دیا کہ میں اس کام سے اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں اس لئے کہ عزیز جو تیرا شوہر ہے وہ میرا سردار ہے اور محسن ہے اوس نے مجھکو اچھی طرح سے
رکھا ہے میں اوس کے ناموس میں خیانت نہ کروں گا اور زنا کرنا ظلم ہے اللہ ظالموں کو نجات
نہیں دیتا میں ہرگز اس ظلم میں مبتلا نہ ہونگا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا
لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ
وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝ اور بیشک اوس عورت نے
قصد کیا یوسف کا اور یوسف نے قصد کیا اوس کا اور اگر نہ دیکھی ہوتی یوسف نے اپنے رب
کی دلیل (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا) اسی طرح (اوسے بچایا ہم نے) تاکہ روک دیں ہم اوس سے
برائی اور گناہ ۔ بیشک وہ ہمارے اون بندوں میں سے ہے جو خالص کئے گئے ہیں ۔

ف یعنی زلیخا نے یوسف کا قصد کیا اور اوسکو خلوت میں زنا کی رغبت دلائی اور یوسف نے بھی
اوسکا قصد کیا یعنی بمقتضائے بشریت یوسف کے نفس میں بھی اوس کی خواہش پیدا ہوئی وہ ایسی خواہش
تھی کہ ہر مرد کے دل میں ایسے موقع پر بمقتضائے رجولیت پیدا ہوتی ہے اور چونکہ وہ اختیار سے باہر ہے
اسلئے گناہوں میں شمار نہیں ہوتی البتہ یہ بات گناہ ہے کہ انسان اوس خواہش نفس کی مطابق اپنے اختیار سے
کوئی فعل ظاہر کرے اور یہ امر حضرت یوسفؑ سے ہرگز واقع نہیں ہوا۔ اون کے قصد سے فقط خواہش
نفس مراد ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا ہے کہ صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ یہ حکم کرتا ہے کہ میرا بندہ جب
کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اوسکی نیکی لکھ لو اور اگر اوس نیکی پر عمل بھی کرے تو دس نیکیاں لکھ لو اور گناہ کا
ارادہ کرے اور عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھ لو اس لئے کہ اوس نے اوس گناہ کو میرے خوف سے
چھوڑا اور اگر اوسپر عمل کرے تو فقط ایک گناہ لکھو۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ یوسف جو اس گناہ سے
بچے اوسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ کی دلیل انہوں نے دیکھ لی یعنی یہ ہوا کہ اون کو یاد آگیا کہ زنا اللہ کا
گناہ ہے اور موجب اوس کی ناراضی کا ہے اگر یہ دلیل اون کو یاد نہ آجاوے تو وہ گناہ میں مبتلا ہوجاتے
اب اللہ فرماتا ہے کہ اس لئے ہم نے گناہ سے یوسف کی محافظت کی تاکہ برائی اور فحش اوس سے
دور کردیں اور معصیت کا عیب اوس پر نہ لگے بیشک وہ اون بندوں میں سے تھا جن کو ہم نے
اپنے واسطے خالص کرلیا ہے۔ اس امر میں کہ اللہ کی دلیل دیکھنے سے کیا مراد ہے مفسرین کا
بڑا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یوسفؑ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت نظر آئی کہ وہ اپنی
اونگلی دانتوں میں دبائے تھے۔ دوسرے یہ کہ اون کو یہ خیال بندھ گیا کہ عزیز مصر سامنے سے چلا آتا
ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یوسفؑ نے جو اوپر کو نظر اوٹھائی تو دیوار پر یہ لکھا نظر آیا کہ زنا سے بچو وہ گناہ ہے
ابن جریر رحمہ کا قول ہے کہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اوسوقت کوئی ایسی دلیل اللہ نے یوسف پر ظاہر کردی کہ وہ

گناہ سے بچ گئے اور تقوے پر ثابت قدم رہے خواہ وہ دلیل کوئی ان صورتوں مین سے ہو جو مفسرین کے اقوال ہین یا فقط اللہ کا خوف دل مین پیدا ہوا ہو واللہ اعلم ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ اور دوڑے وہ دونون دروازے کی طرف اور پھاڑ لیا (زلیخا نے) یوسف کا کرتا پیچھے سے اور دونو نے پایا زلیخا کے شوہر کو دروازے کے پاس **ف** یعنی یوسف اوس بلا سے نجات پانیکے لیئے دروازے کی طرف بھاگے اور زلیخا اون کو پکڑنے کے لیئے پیچھے دوڑی اور یوسف کا پچھلا دامن پکڑ کر اونکو کھینچتی تھی کہ وہ دامن پھٹ گیا اور یوسف بھر بھاگے اور زلیخا پیچھے تھی آخر جب وہ دونو دروازے کے پاس پہنچے تو وہان عزیز مصر موجود تھا ۔ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ زلیخا نے کہا کہ نہین ہے سزا اوس کی جس نے تیری بی بی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا مگر قید یا دکھ دینے والا عذاب **ف** جب زلیخا نے عزیز مصر کو دیکھ لیا تو اپنا عیب چھپانیکے لیئے یوسف پر تہمت لگانیکا ارادہ کیا اور عزیز مصر سے مخاطب ہو کر یون کہا کہ جو کوئی تیری بی بی کے ساتھ برائی کا قصد کرے اوسکی سزا قید کرنے یا خوب مارنیکے سوا اور کوئی نہین ہے ۔ مطلب یہہ ہوا کہ یوسف نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اب اوسکی سزا یہی ہے کہ وہ قید ہو یا اوسکو خوب مارا جاوے ۔ مارنے سے پہلے قید کا ذکر کیا اسلیئے کہ مقصود یہی تھا کہ یوسف مار سے بچ جاوے اور قید سے بھی اوس کا مطلب یہ تھا کہ ایک دو دن کے لیئے میری حراست مین قید ہون ۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ یوسف نے کہا اسی نے مجھکو پھسلایا تھا اپنی ذات کی محافظت سے اور زلیخا کے گھر والون مین سے ایک گواہ نے

گواہی دی کہ اگر یوسف کا کرتا سامنے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹھا بولنے والوں میں ہے اور اگر اوس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ف جب یوسف مجبور ہوئے اور زلیخا نے اونپر تہمت لگائی تو چار و ناچار اونکو بھی سچا حال ظاہر کرنا پڑا تاکہ اوس الزام سے بچیں اونھوں نے صاف کہا کہ اسی نے اپنی طرف سے خواہش کی اور مجھکو اپنی ذات کی محافظت یعنی قید نفس سے نکالنا چاہتی تھی اگرچہ یوسف کے اس بیان کی تصدیق پر بہت سے قرائن موجود تھے۔ اول یہ کہ سب نے دیکھ لیا کہ یوسف آگے آگے بھاگے تھے حالانکہ اگر وہ زلیخا کے طالب ہوتے تو آگے زلیخا ہوتی اور پیچھے یوسف ہوتے۔ دوسرے یہ کہ زلیخا نے اوس روز عمدہ لباس پہنا تھا اور سنگھار کیا تھا۔ یہ بھی دلیل اسی بات کی ہے کہ یہ فتنہ اوسی کی طرف سے تھا۔ تیسرے یہ کہ ایک مدت تک یوسف اوس گھر میں رہے تھے اور اون کی پارسائی اور نیک چلنی سب کو بخوبی معلوم تھی اس لئے اون کی طرف ایسی بدی کا گمان نہیں ہو سکتا۔ چوتھے یہ کہ یوسف بظاہر زلیخا کے غلام تھے اور غلام کو یہ جرأت کب ہوتی ہے کہ اپنے مالک پر ایسے حملہ کا قصد کرے اگرچہ یہ سب دلائل حضرت یوسف کی برات کے موجود تھے مگر اس سے بڑھکر اللہ نے حضرت یوسف کی مدد یہ کی کہ ایک گواہ بھی اون کے کلام کی تصدیق کے لئے موجود ہو گیا۔ قرآن سے اتنا ثابت ہوا کہ وہ گواہ زلیخا کے گھر والوں میں سے تھا۔ مفسرین سلف کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جوان آدمی تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ تھا جو اللہ کی قدرت سے بطور خرق عادت گویا ہو گیا۔ بعض حدیثوں میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔ گواہ نے یہ کہا کہ اگر یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اسلئے کہ اگر مرد حملہ کرے گا تو اوس کا منھ عورت کی طرف ہوگا اور عورت کے ہاتھ میں سامنے کا دامن آوے گا اور اگر یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف سچے ہیں اسلئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ یوسف راغب نہ تھے بلکہ اوس سے بھاگتے تھے اور زلیخا نے دوڑ کر پیچھے سے اون کا دامن پکڑا جو پھٹ گیا۔ فَلَمَّا رَاٰ

اون کی غیبت کرنے کا حال سُنا تو اون کو دعوت کا پیغام بھیجا اور تیار کی اون کے لئے تکیہ دار مسند اور دیا اونمین
سے ہر ایک کو چاکو اور کہا کہ اے یوسف اِن کے سامنے آجا۔ **ف** درحقیقت زیادہ تر اس کا چرچا
اُمرا اور شاہی خاندان کی عورتون مین ہوا تھا جب زلیخا نے یہ سُنا کہ وہ عورتین زلیخا کے پیچھے اوس پر عیب
لگاتی ہین اور طعن کرتی ہین تو اوس نے یہ قصد کیا کہ کسیطرح وہ بھی یوسف کی صورت دیکھ لین جب وہ یوسف کا
حسن وجمال دیکھ لین گی تب وہ مجھکو اس حرکت پر معذور سمجھین گے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ابن اسحق
کا یہ قول ہے کہ اون عورتون کو یوسف کے حسن کی خبر پہنچی تہی اور وہ اوسکے دیکھنے کی مشتاق تہین اسی
وجہ سے اونہون نے زلیخا کا تذکرہ شروع کیا تاکہ یہ خبر سُنکر زلیخا اونہین بُلا دے اور یوسف کی صورت
دکھا دے چنانچہ زلیخا نے اون عورتون کی دعوت کی اور سامان دعوت مین بہت تکلف کیا ایسی مسندین
بچھائین جن پر بہت سے تکیے لگائے گئے تھے اور کھانے کے سامان مین ایسے پھل بہی رکھے تھے جو چاکو سے
کاٹے جاوین جیسے لیمو وغیرہ اسی وجہ سے ہر ایک کو ایک چاکو دیا اوسکے بعد زلیخا نے کہا کہ اے یوسف ذرا
تو اِن کے سامنے تو آجا حضرت یوسف چونکہ اوس کے حکم سے مجبور تھے اور اوسکی مخالفت مین فتنہ کا خوف تہا
اسلئے اون کو اوس کے حکم کی مطابق باہر آنا پڑا۔ **فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ**
وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ پھر جب اون
عورتون نے یوسف کو دیکھا تو بڑی شان والا پایا اوسکو اور کاٹ لئے اونہون نے اپنے ہاتھ اور
اونہون نے کہا معاذ اللہ نہین ہے یہ بشر نہین ہے یہ مگر بزرگ فرشتہ۔ **ف** یعنی جب اون عورتون
نے یوسفؑ کو دیکھا تو اوسکو بڑی شان والا پایا یعنی حسن وجمال مین اون کی شان بہت بڑی معلوم ہوئی
اور بزرگی بہی اون کے چہرہ سے ظاہر ہوئی اور یوسفؑ کو دیکھ کر وہ ایسی حیران اور بدحواس ہوگئین کہ چاکو سے
لیمو کے بدلے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے اور اون کو خبر نہوئی اور کہنے لگین کہ حاش للہ۔ ابن کثیرؒ نے
لکھا ہے کہ مجاہدؒ کا قول ہے کہ حاش للہ کے معنی معاذ اللہ ہین۔ اور بعض کا قول ہے کہ اسکے معنے

اللہ کی پاکی بیان کرنے کے ہین جیسے سبحان اللہ۔ حاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ اونہون نے نہایت تعجب اور
حیرت کی حالت مین کہا کہ اللہ کی پناہ یہ کیسا نظر سوز حسن ہے یا سبحان اللہ کیا خوبصورتی ہے
یہ آدمی نہین یعنی یہ شخص جسکے دیکھنے کی تاب نہین بشری پوست پڑا ہوا ہے یہ نہین ہے مگر بزرگ فرشتہ
یعنی ایسا جمال جو حد بشری سے خارج ہو اور ایسی پارسائی اور نیک طینتی انسان مین نہین ہوسکتی بلکہ یہ ایک
بزرگ فرشتہ ہے جب اون ملامت کرنے والی عورتون کی خود یہ حالت ہوگئی تو اونہون نے زلیخا کو معذور
سمجہا بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ جن عورتون نے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے تھے وہ انیس ۱۹ تہین۔
قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ زلیخا نے کہا یہی ہے وہ جسپر تم مجہکو ملامت کرتی تہین
ف یعنی وہ غلام کنعانی جسکے عشق کا تم مجہپر طعن کرتی تہین وہ یہی ہے جسکو دیکہہ کر تم نے اپنے
ہاتھ کاٹ لیے تم نے بغیر اسکے دیکہے مجہپر طعن کیا تہا اور اگر پہلے سے تم نے اسکی صورت دیکہی ہوتی
تو مجہے معذور سمجہتین اور طعن نکرتین اسکی صورت ہی ایسی لاثانی ہے جسکو دیکہکر انسان بے اختیار ہو جاوے۔
وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ اور بیشک پہسلایا مین نے اوسکو
اوسکی ذات کی محافظت سے تو اوسنے پارسائی اختیار کی **ف** جب اون عورتون نے
زلیخا کی معذوری کا اقرار کرلیا اور اوسکی ہمدرد اور خیرخواہ بنگئین تو زلیخا سے اپنا عشق ضبط نہوا اور جو خیالات
اوسکے دل مین جوش کر رہے تہے وہ اوسنے اون عورتون کے سامنے بیان کئے اور اون کو اپنا
ہمراز بنایا یہ ایک معمولی بات ہے کہ عاشقون سے اپنے درد دل کا ضبط نہین ہوتا پس اوسنے کہا
کہ بیشک مین اس کے عشق مین مبتلا ہوکر اوسکی طالب ہوئی اور مین نے چاہا کہ اوسکو اپنی طرف متوجہ
کردون مگر اوسنے تقوے اختیار کیا اور میری بات نمانی۔ **وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ
وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ؕ** اور بیشک اگر اوسنے نکیا وہ کام جسکا مین اوسکو حکم کرتی ہون
تو البتہ قید کیا جاوے گا اور ہوجاوے گا منجملہ ذلیلون کے **ف** یعنی اگر اوسنے اب بہی میری

ہے اور جس کام کا مین حکم کرتی ہون اوسکو قبول نکیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس جلن مین جو مجکو اون کی غیبت کر دون گی اور اب جو عزت کے مرتبہ پر ہے اس مرتبہ سے گرجاے گا اور ذلیل ہوجاے گا۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝

(یوسف نے) کہا کہ اے رب قید مجھے زیادہ پسند ہے اوس گناہ سے جسکی طرف (یہ عورتین) مجھے ترغیب دیتی ہین اور اگر تو اون کے مکر کو مجھسے دور نکر دے گا تو مین میل کر جاؤن گا مین اون کی طرف اور ہو جاؤن گا مین جاہلون مین سے ـــ **فـ** وہ سب عورتین جب زلیخا کی ہمدرد اور ہمراز بن گئین تو اون سب نے ملکر یوسف سے زلیخا کی سفارش کی اور یہ ترغیب دی کہ اگر تو زلیخا کی خواہش پوری کریگا تو تجھکو بڑا عیش و آرام ملیگا اور اگر تو اوسکی مخالفت کرے گا تو قید ہو جاوے گا اور مرتبہ ذلیل مین پہنچ جاوے گا مگر حضرت یوسف ایسے متقی تھے کہ اون کو اس گناہ سے سخت نفرت تھی اس لئے اون عورتون کی یہ باتین سنکر اونہون نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ جس گناہ کی یہ عورتین مجھکو ترغیب دیتی ہین اوس سے مجھکو قید بہتر ہے اور اگر تو میری مدد نکرے گا اور اون کے مکر کو مجھسے دور نکرے گا تو مین بمقتضاے بشریت اس بلا مین مبتلا ہو جاؤن گا اور جاہلون مین شامل ہو جاؤن گا پس تو میری مدد کر اور ان کے قابو سے مجھکو نکال دے ایسی حالت مین حضرت یوسف نے جو اللہ سے مدد مانگی کہ اس گناہ سے مجھکو بچا دے یہ حضرت یوسف کے کمال اتقا اور نہایت خوف الہی کا مرتبہ تھا کہ ایسے عیش و آرام کو چھوڑکر جسکی طرف نفس خواہ مخواہ راغب ہوتا ہے قید کی مصیبت گوارا کرنے تھے اور اس گناہ سے اون کو ایسی نفرت تھی کہ اوسکے مقابل مین قید کو پسند کرتے تھے۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

تو قبول کی یوسف کی دعا اوسکے رب نے اور دور کر دیا اون سے اون کا مکر بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

ف یعنی اللہ نے یوسفؑ کی دعا قبول کر لی اور ایسا سامان کر دیا کہ یوسف اون سے جدا ہو گئے
بیشک اللہ اپنے بندون کی دعا کا سننے والا ہے اور اون کی حالت جاننے والا ہے۔ بعض مفسرین
نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ اوس بلا سے چھوٹنے کی دعا مانگتے قید کا ذکر نہ کرتے
اور چونکہ اونہون نے قید کو بھی دعا مین شامل کیا اس لیے اللہ نے پوری دعا قبول کر لی اور وہ قید مین
بھیجے گئے ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ
حَتّٰى حِيْنٍ ؏ پھر تجویز ہوئی اون کی بعد اس کے کہ دیکھ لین نشانیان کہ قید کر دین یوسف کو ایک مدت تک
ف یعنی عزیز اور اوسکے گھر والون نے اگرچہ یوسفؑ کی برأت کی نشانیان دیکھ لین اور اون کی بیگناہی
کے دلائل اون پر ظاہر ہو گئے مثلاً گواہ کی گواہی دینا اور یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہونا وغیرہ مگر پھر بھی اون کی رائے
یہ قرار پائی کہ بہتر یہی ہے کہ یوسف کو چند روز کے لئے قید کر دیا جاوے اسکی وجہ یہ تھی کہ زلیخا جب بالکل ناکام
ہوئی اور یوسفؑ نے کسی طرح اوسکا کہنا نہ مانا تو اوس نے اس ضد مین آ کر یوسف کے قید کرانے کی تدبیر کی
اور عزیز مصر کو بہکایا کہ اگر یوسف کو اوسکے جرم کی سزا نہ دی جاوے گی تو سب کو میری بدچلنی کا یقین ہو جاویگا
جسمین تمہاری بھی بدنامی ہے اسلئے ضرور ہے کہ چند روز کے لئے یوسف کو قید مین بھیجدیا جاوے اس سے
زلیخا کا مقصود یہ تھا کہ قید کی مصیبت مین پھنسکر شاید یوسف میری خواہش قبول کر لیگا اوسوقت مین
پھر عزیز مصر سے سفارش کر کے اوسکو قید سے چھڑا لون گی عزیز مصر نے بھی زلیخا کی اس رائے کو مصلحت سمجھا
اسلئے کہ اس تدبیر سے زلیخا کی بدنامی کسیقدر کم ہوتی تھی علاوہ اس کے بڑی مصلحت اسمین یہ تھی کہ یوسف
زلیخا سے جدا ہو جائینگے اور عزیز مصر یہ جانتا تھا کہ اگر یہ دونو ایک گھر مین رہینگے تو کچھ فتنہ اوٹھے گا
اسلئے عزیز مصر نے یوسف کو قید مین بھیجدیا۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ
اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ
فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّآ نَرٰىكَ

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اور داخل ہوئے یوسف کے ساتھ قید خانے مین دو جوان ایک نے کہا کہ مین
خواب مین اپنے آپ کو دیکھتا ہون کہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہون اور دوسرے نے کہا کہ مین خواب مین
اپنے آپکو دیکھتا ہون کہ میرے سر پر روٹیان ہین اور اون مین سے پرندے جانور کھا رہے ہین -
(اے یوسف) تو ہمین اسکی تعبیر بتادے ہم تجھکو نیکی کرنے والا جانتے ہین - **ف** حسب اتفاق
جب یوسف قید خانے مین گئے تو دو جوان اور بھی قید خانے مین داخل کیے گئے — ابن کثیر رح
نے لکھا ہے کہ قتادہ رح کا یہ قول ہے کہ ایک اون مین بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا روٹی پکانیوالا ابن اسحٰق کا
قول ہے کہ جو شخص ساقی تھا یعنی بادشاہ کو شراب پلانے کا کام اوسکے متعلق تھا اوسکا نام مجبار تھا اور
دوسرے شخص کا نام مجلث تھا - سدی کا قول ہے کہ اون کے قید کرنے کی یہ وجہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کو
یہ شبہ ہوا تھا کہ وہ دونو بادشاہ کو روٹی اور شراب مین زہر دینے کا ارادہ رکھتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام
جب قید خانے مین پہنچے تو چندروز مین تمام قیدیون کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بڑے سچے اور امین اور بہت
اچھی خصلت والے اور عابد و زاہد ہین اور خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتے ہین اون کی عادت تھی
کہ سب قیدیون کے ساتھ احسان کرتے تھے مریضون کی خدمت کرتے تھے اور تمام حقوق صحبت ادا
کرتے تھے جب یہ دونون جوان قید ہوئے تو چندروز مین ان دونون کو بھی حضرت یوسف سے بڑی
محبت ہوگئی اون دونون نے ایک مرتبہ حضرت یوسف سے کہا کہ واللہ ہم دونون تم سے بڑی محبت رکھتے ہین
حضرت یوسف نے جواب دیا کہ اسوقت تک مجھسے جس نے محبت کی ہے اوس کے سبب سے مجھ پر
مصیبت ضرور آئی ہے - میرے باپ نے مجھسے محبت کی تھی اوسکی وجہ سے مجھکو ایذا پہنچی زلیخا نے مجھسے
محبت کی تھی اوسکی وجہ سے بھی مین نے بڑا صدمہ اوٹھایا اون دونون نے کہا کہ ہم اپنے دل سے مجبور ہین اور تمہاری محبت کو اپنے دل سے
نکال نہین سکتے پھر اون دونون نے ایک ایک خواب دیکھا جو ساقی تھا اوس نے یہ خواب دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے
جو روٹی پکانیوالا تھا یہ خواب دیکھا کہ میرے سر پر روٹیون کا خوان ہے اور جانور اون روٹیون کو توڑ توڑ کر کھاتے ہین ان دونون نے

حضرت یوسفؑ سے اپنی اپنی خواب کی تعبیر پوچھی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ اون دونوں نے فی الواقع
خواب دیکھا تھا مگر ابن جریر نے عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت کی ہے کہ اون دونوں نے درحقیقت کوئی خواب نہیں دیکھا تھا بلکہ جھوٹے
خواب بنا کر حضرت یوسفؑ کا امتحان کیا تھا کہ کیا تعبیر دیتے ہیں قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ
قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ
لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ یوسف نے کہا کہ نہ آویگا
تمہارے پاس کھانا جو تمکو دیا جاتا ہے مگر میں تمہیں بتا دونگا اسکی تعبیر اوس سے پہلے کہ اس
خواب کا اثر تم پر آوے یہ اون چیزون سے ہے جو اللہ نے مجھے سکھائی ہیں میں نے اون لوگوں کا
دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے وہ منکر ہیں۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ
آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ اور پیروی کی میں نے اپنے
دادوں کے مذہب کی جو ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب تھے ف حضرت یوسف علیہ السلام
نے فوراً اون کی خواب کی تعبیر بیان کی بلکہ اون کو مطمئن کر دیا کہ قبل اس کے کہ تمہارا معمولی کھانا جو قیدخانہ میں
لایا جاتا ہے تمہارے پاس آوے میں اس خواب کی تعبیر تمسے بیان کر دونگا اور جو اثر ان خوابون کا تم دونوں پر
پہنچنے والا ہے اوس سے پہلے ان خوابون کی تعبیر تمکو معلوم ہو جاوے گی یہ کہکر حضرت یوسفؑ نے یہ تمہید
شروع کی کہ تعبیر کا علم مجھکو اللہ نے سکھایا ہے یعنی میں اپنے گمان اور قیاس سے خواب کی تعبیر نہیں بیان کرتا
بلکہ اللہ کی طرف سے مجھکو الہام ہوتا ہے اور یہ فضل اللہ کا مجھپر اسوجہ سے ہے کہ میں نے اون لوگوں کا دین
چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے منکر ہیں اور میں نے ابراہیم اور اسحاق
اور یعقوب اپنے بزرگوں کا دین اختیار کیا ہے جس میں اللہ کی توحید اور قیامت کی تصدیق کا حکم ہے۔
مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کا سچا دین اختیار کرتا ہے اللہ اوس سے راضی ہوتا ہے اور اوسپر اللہ کا
کرم اور فضل نازل ہوتا ہے اور اس بیان میں حضرت یوسفؑ نے اپنی نبوت بھی اون پر ظاہر کر دی

یعنی یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ نے بذریعہ وحی کے علم تعبیر سکھایا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے سے پہلے جو حضرت یوسف نے یہ تمہید شروع کی اس سے اونکا یہ مقصود تھا کہ دینی کام دنیاوی کام پر مقدم ہونا چاہیے اسلئے تعبیر بیان کرنے سے پہلے اونہون نے عقاید حقہ کی تعلیم مقدم سمجھی اور یہی وقت ایسا تھا کہ وہ حضرت یوسف کے بیان کو متوجہ ہو کر سنتے اسلئے کہ اسکے بعد اون سے اپنی خوابون کی تعبیر سننے کے آرزومند تھے پس ایسے وقت مین خواہ مخواہ حضرت یوسف کی طرف متوجہ ہونگے اور تعبیر سُن لینے کے بعد پھر اونہین کوئی غرض حضرت یوسف سے متعلق نہ تھی اسکے علاوہ بڑی ضرورت تعلیم عقاید حقہ کو مقدم کرنے کی یہ تھی کہ اوس تعبیر کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا کہ وہ قیدی جو روٹی پکانے والا تھا مارا جاوے گا پس چونکہ موت اوسکی بہت قریب تھی اسلئے حضرت یوسف کو زیادہ کوشش اس امر کی تھی کہ اول اوسکو ایمان سکھاوین تاکہ کہین ایسا نہو کہ کفر پر مرجاوے انہین وجوہ سے حضرت یوسف نے بیان تعبیر کو تھوڑی دیر ملتوی کر کے اول ایک مؤثر تقریر مین اللہ کی توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی خوبیان اون کے سامنے بیان کین۔ مَا كَانَ لَنَآ أَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ نہین جایز ہے ہمارے لئے کہ ہم شریک کرین اللہ کے ساتھ کسی چیز کو یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور سب آدمیون پر اور لیکن اکثر آدمی شکر نہین کرتے **ف** یعنی ہم جو گروہ انبیا ہین ہمارے لئے یہ جایز نہین کہ اللہ کی صفات مین کسیکو اوسکے ساتھ شریک سمجھین یا عبادت مین کسی کو اوسکے ساتھ شریک کرین یہ جو فرمایا کہ کسی چیز کا شریک کرنا جایز نہین اسمین ہر چیز کے شریک کرنے کی نفی ہو گئی پس جسطرح پتھر اور پانی اور آگ کا پوجنا شرک ہے اسیطرح ملائکہ اور انبیا اور ارواح صالحین کا پوجنا بھی شرک ہے اسلئے کہ ہر چیز مین سب شامل ہین پھر حضرت یوسف فرماتے ہین کہ یہ اللہ کا ہم گروہ انبیا پر فضل ہے جو اوسنے بطور وحی اور الہام کے

نوچ نوچ کر جانور کہاتے ہین اوسکے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مجرم قرار پاکر سولی دیا جائیگا اور قتل کے بعد جانور اوسکے سر کا بہیجا نوچ نوچ کر کہاوینگے - یہ معاملہ جسکو تم نے پوچہا تقدیر الہی مین اسی طور مقرر ہوچکا ہے جو مین نے بیان کیا - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ ابن مسعودؓ اور مجاہدؒ اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے کہ جب اون دونو نے تعبیر سنی تو یہ کہا کہ درحقیقت ہمنے کوئی خواب نہین دیکہا تہا بلکہ اپنی طرف سے جہوٹی خواب بناکر تم سے تعبیر پوچہی تہی تو حضرت یوسفؑ نے جواب دیا کہ جو کچہہ مین نے بیان کردیا یہ ضرور واقع ہوگا - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی جہوٹی خواب بنادے اور اوس کی تعبیر پاوے تو وہ تعبیر اوس پر لازم ہوجاتی ہے امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبتک خواب کی تعبیر نہین دی گئی وہ مثل ایک پرند کے ہوتی ہے لیکن جب اوسکی تعبیر بیان کردی جاتی ہے تو وہ واقع ہوجاتی ہے اور مسند ابی یعلی مین انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خواب کی صحیح تعبیر وہ ہے جو پہلا تعبیر دینے والا بیان کردے - وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۝ اور کہا اوس سے جسکی نسبت یہ گمان کیا تہا کہ اون دونون مین وہ نجات پانے والا ہے کہ ذکر کیجیو میرا اپنے بادشاہ کے پاس تو بہلادیا اوس کو شیطان نے کہ وہ اپنے بادشاہ کو اوسکی یاد دلاتا تو رہا (یوسف) قید مین چند سال - ف یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنی تعبیر مین ساقی کو یہ سمجہا تہا کہ وہ قید سے چہوٹے گا اور پہر بادشاہ کی خدمت مین پہونچیگا اوس سے یوسفؑ نے یہ کہا تہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ ایک بیگناہ شخص قیدخانہ مین مقید ہے لیکن جب وہ چہوٹا اور اپنی خدمت پر پہونچا تو شیطان نے اوس کے دل مین ایسے وسوسے ڈالے کہ وہ بادشاہ کے سامنے یوسفؑ کا ذکر کرنا بہول گیا اور یوسفؑ کئی برس قید مین رہے - بضع کا لفظ عربی مین تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے - ابن کثیرؒ نے لکہا ہے کہ وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ مصیبت مین سات برس رہے

اور حضرت یوسفؑ بھی قید میں سات برس رہے اور بخت نصر بادشاہ نے بنی اسرائیل کو سات برس تک سخت ایذا دی۔ حضرت یوسف نے جو اوس شخص سے کہا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کیجیو اس سے ظاہر ہو گیا کہ انسان اگر اللہ پر توکل کر کے اپنے کاموں میں ظاہری اسباب کی طرف توجہ کرے تو منع نہیں بلکہ سنت انبیا ہے۔ ابن جریر کی تفسیر میں ایک روایت یہ لکھی ہوئی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے غیر اللہ سے مدد مانگی اس کے عتاب میں وہ اتنی طویل مدت قید رہے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے دو راوی اوس کے مجروح ہیں اور اس قسم کی روایتیں حضرت یوسف کے معاملے میں جو نبی معصوم تھے مقبول نہیں ہو سکتیں۔ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۝ اور بادشاہ نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں سات بیل موٹے کہا سے جاتے ہیں اون کو سات بیل دُبلے اور سات خوشے سبز اور دوسرے خشک اے سردارو جواب دو میری خواب کا اگر تم ہو خواب کی تعبیر کہنے والے۔ **ف** حسب اتفاق ایک مرتبہ مصر کے بادشاہ ریان نے یہ خواب دیکھا کہ سات موٹے بیل ہیں اور سات دُبلے ہیں لیکن دُبلے بیل موٹے بیلوں کو کہا سے جاتے ہیں اور اسیطرح ناج کے دانوں کے سات سبز خوشے اور سات خشک ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پوری خواب یوں تھی کہ سات خشک خوشے سبز خوشوں پر اسطرح لپٹ گئے کہ سبز خوشے اون میں بالکل چھپ گئے اور خشک خوشے غالب آ گئے بادشاہ نے اپنے سرداروں کے سامنے یہ خواب بیان کیا اور اون سے کہا کہ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو تو اس خواب کی تعبیر کہو۔ اللہ کو جب منظور ہوا کہ حضرت یوسف قید سے رہائی پاویں تو اوسوقت بمقتضائے مشیت الٰہی بادشاہ مصر کو یہ خواب نظر آیا اور یہی خواب حضرت یوسف کی رہائی کا باعث ہوا اس خواب میں

بادشاہ نے یہ دیکھا کہ ناقص اور ضعیف چیزین کامل اور قوی چیزون پر غالب ہوئی جاتی ہین تو اوسنے اتنا سمجھ لیا
کہ بیشک کوئی شر آنیوالا ہے لیکن وہ اس امر کا مشتاق تھا کہ کوئی تعبیر دینے والا اس خواب کے حالات پر
غور کرکے زیادہ تفصیل اس شر کی معلوم کرے اور اس خیال سے اونکو تکلیف کر دیا تھا اور اوسکے قلب کو
تسکین نہین ہوتی تھی۔ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ
بِعَالِمِينَ ۝ اونہون نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہین اور ہم پریشان خوابون کی تعبیر نہین جانتے۔
ف امراے بادشاہی جو حاضر تھے وہ اس کی تعبیر سمجھنے سے عاجز ہو گئے تھے اور اونہون نے بادشاہ کو
تسکین دینے کے لئے یہ کہدیا کہ یہ پریشان خیالات ہین یعنی ایسے خواب نہین جو لائق تعبیر ہو بلکہ کبھی پریشان
خیالات خواب مین نظر آجایا کرتے ہین جنکی کچھ تعبیر نہین ہوتی یہ اوسی قسم کی خواب ہے چنانچہ اونہون نے
کہا کہ ہم پریشان خوابون کی تعبیر نہین جانتے مگر اس دفع الوقتی سے بادشاہ کی تسکین نہوئی اور اوسکا
اضطراب اور قلق دمبدم بڑھتا رہا۔ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۝ اور کہا اوس شخص نے جو اون دونون (قیدیون) مین
سے رہائی پائی تھی اور یاد کیا اوس نے (یوسف کو) ایک مدت کے بعد مین تم لوگونکو خبر دونگا اسکی تعبیر
مجھے بھیجدو۔ ف بادشاہ کا ساقی جس نے یوسف کی تعبیر کے مطابق قید سے رہائی پائی تھی اور جسکا
ساتھی قتل ہوا تھا اور یوسف نے اوس سے کہدیا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کیجیو اور وہ اس بات کو
بالکل بھول گیا تھا اب ایک مدت کے بعد بادشاہ کی خواب پر اوسکو یوسف یاد آئے اور بادشاہ کو بیقرار
دیکھکر اوس نے تمام قصہ یوسف کا بیان کیا اور یہ کہا کہ اگر تم مجھکو یوسف کے پاس تک جانے کی اجازت دو
تو مین اوس سے اس خواب کی تعبیر پوچھ آؤن اور تمھین بتا دون چنانچہ بادشاہ سے اجازت حاصل کر
وہ قیدخانے مین یوسف کے پاس سات برس یا بارہ برس کے بعد پہونچا اور بادشاہ کی خواب کا قصہ
اون سے بیان کیا۔ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرٰتٍ

سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اے یوسف اے بڑے سچے جواب دے ہمکو اس (خواب) میں کہ سات موٹے بیل ہیں کہاتے جاتے ہیں اونکو سات دُبلے بیل اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے خشک تاکہ میں واپس جاؤں ان آدمیون میں شاید اون کو معلوم ہوجاوے (تمہاری بزرگی) ف یعنی اوسنے یوسف کے سامنے بادشاہ کی پوری خواب بیان کرکے یہ کہا کہ تم اسکی تعبیر بتادو تاکہ میں اون لوگوں میں یعنی بادشاہ اور اوسکے درباروالون میں واپس جاؤں اور کیا عجب ہے کہ اس تعبیر کو سنکر تمہاری بزرگی اون کو معلوم ہوجاوے اور تم قید سے رہائی پاؤ اور تمہاری قدر ہو۔ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ یوسف نے کہا کھیتی کروگے تم سات برس عادت کی مطابق پھر جیسا کاٹو چھوڑدو ناج کو اوسکے خوشے میں مگر تھوڑا اوسمیں سے جو کہاؤ تم ف یوسف نے کہا کہ سات برس تک فصل بہت اچھی ہوگی اور پیدا وار زیادہ پیدا ہوگی اتنا کلام یہاں سے محذوف ہے اور قرینہ مقام سے سمجھا جاتا ہے یہ تعبیر موٹے بیلوں کی تہی اسکے بعد یوسف نے اونکو نصیحت کی کہ ان سات برس میں کہیتی معمول کی مطابق خوب محنت سے بونا چاہیے تاکہ غلہ بہت سا جمع ہوجاوے مگر غلہ کے خرچ کرنے میں ایسا اہتمام کرنا چاہیے کہ فقط اوسیقدر غلہ خوشوں میں سے جدا کریں جتنا ہرسال خرچ ہو باقی اوسی طرح خوشوں میں محفوظ رہنے دیں اور غلہ کا ذخیرہ رکہیں ذخیرہ کا غلہ خوشوں میں محفوظ رکہنے اور جدا نکرنے میں ایک مصلحت یہ تہی کہ جبتک ناج خوشوں میں رہتا ہے کیڑا اوس میں کم اثر کرتا ہے دوسری مصلحت یہ تہی کہ غلہ کے ساتھ وہ خوشے بہی محفوظ رہیں گے جو مویشی کا چارہ ہوجاوینگے۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ پھر اوینگے اسکے بعد سات برس سخت کہالیں گے جو پہلے سے ذخیرہ رکہا ہے تم نے

اون سالون کے لیئے مگر تہوڑا جو تم بچالو۔ **ف** یعنی سات برس اچہی پیداوار کے جب گذر لینگے اوسکے بعد سات برس ایسے سخت آوینگے کہ کچہہ پیداوار نہوگی اور اون سات برس مین یہی ذخیرہ کام آویگا جو تمنے پہلے سے رکہا ہے سب لوگ اس تمام غلہ کو صرف کر لینگے اور فقط اوسی قدر غلہ اس ذخیرہ مین سے بچیگا جسکو تم احتیاط کرکے بچالو یعنی اگر معمولی طور پر خرچ کروگے تو کچہہ نہ بچیگا اور اگر کفایت اور احتیاط سے خرچ کروگے اور تلف نہونے دوگے تو تہوڑا بچ رہیگا یہ تعبیر خواب کے آخری حصہ کی تہی۔ **ثُمَّ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ ٱلنَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ** پہر آویگا اسکے بعد ایسا سال جسمین فریاد سُنی جاویگی آدمیون کی اور اوسی سال مین نچوڑوگے تم **ف** یعنی جب یہ سات برس قحط کے گذر چکینگے تو پہر ایسا سال آویگا کہ اوسمین اللہ مخلوق کی فریاد سُن لیگا اور دریاے نیل مین پانی بہت آویگا کہیتی کثرت سے پیدا ہوگی سات برس کے بعد ایک سال ایسا ہوگا جسمین انگور پیدا ہونگے اور تم اون کا شیرہ نچوڑوگے اس آٹہوین سال کا حال حضرت یوسف عم نے یا تو وحی سے معلوم کیا تہا یا اسطرح قیاس کیا کہ قحط کے سات برس خواب کی تعبیر سے معلوم ہوئے تہے اس سے یہ سمجہا جاتا ہے کہ آٹہوان برس قحط کا نہوگا۔ مفسرین نے لکہا ہے کہ نچوڑنے کے معنی مین ہر قسم کا تیل نکالنا اور گنے کا رس نکالکر شکر بنانا اور دودہ دوہنا بہی شامل ہے بادشاہ کے ساقی نے یوسف کی زبان سے یہ تعبیر سُنکر بادشاہ کے پاس آکر بیان کی۔ **وَقَالَ ٱلْمَلِكُ ٱئْتُونِي بِهِۦ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُ ٱلرَّسُولُ قَالَ ٱرْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ ٱلنِّسْوَةِ ٱلَّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝** اور بادشاہ نے کہا کہ اوسکو میرے پاس لاؤ تو جب آیا یوسف کے پاس قاصد (یوسف نے) کہا واپس جا اپنے بادشاہ کے پاس اور اوس سے سوال کر کہ کیا ماجرا ہے اون عورتون کا جنہون نے اپنے ہاتہ کاٹے تہے بیشک میرا رب اون کے مکر کو جاننے والا ہے۔

ف بادشاہ مصر نے یوسفؑ کی تعبیر پسند کی اور یہ بات اوس کے ذہن نشین ہوگئی کہ اس خواب
کی صحیح تعبیر یہی ہے اور اسی سے حضرت یوسف کی بزرگی بھی سمجھ گیا اور اوس نے حکم دیا کہ یوسف کو
میرے پاس لاؤ جب بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف کی رہائی کا مژدہ لایا اور بادشاہ کی طلب کا پیغام
سنانے کے لیے قیدخانہ مین پہونچا تو حضرت یوسف نے اوس قاصد سے کہا کہ مین ابھی تیرے ساتھ
نہین جاتا تو بادشاہ کے پاس واپس جا اور یہ پوچھ کہ جن عورتون نے ہاتھ کاٹے تھے اون کا قصہ کیا
تھا حضرت یوسف نے یون کہا کہ بادشاہ سے یہ کہو کہ یہ تحقیق کرے کہ ہاتھ کاٹنے والی عورتون کا قصہ
کیا تھا ایسا کہنے مین بادشاہ پر یہ الزام لگانا تھا کہ اوس کے ملک مین اتنا بڑا قصہ ہوا اور بادشاہ کو
خبر بھی نہین قطع نظر اس کے علاوہ بادشاہ سے تحقیقات کی درخواست کرنا گویا زلیخا اور اون عورتون پر
دعوے دایر کرنا تھا اور حضرت یوسفؑ کو اس معاملہ مین مدعی بننا بہت سی مصلحتون کے خلاف تھا
اسلئے حضرت یوسف نے بادشاہ کے قاصد سے فقط اتنا کہدیا کہ بادشاہ سے پوچھ کہ اون عورتون کا قصہ
کیا تھا اس سوال سے مقصود یہ تھا کہ اتنا سنکر بادشاہ خودبخود اس قصہ کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوجاے
گا۔ حضرت یوسفؑ کو تحقیقات کی درخواست کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی چنانچہ یہی ہوا پھر حضرت یوسفؑ نے
یہ بھی کہدیا کہ میرا رب اون کے فریب دینے کے تدبیرون کو جو اونہون نے کین تہین خوب جانتا ہے۔
یہ فقرہ بادشاہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کی طرف اور زیادہ متوجہ کرنے والا تھا اور تحقیقات سے پہلے
عورتون کی مکاری ظاہر کردینا مصلحت تھی اور چونکہ خواب کی تعبیر سنکر بادشاہ حضرت یوسف کی فضیلت کا
معتقد ہوچکا تھا اسلئے یہ امید غالب تھی کہ وہ حضرت یوسف کے بیان کو جھوٹ نہ سمجھیگا اور اون کے
کہنے سے اون کی بیگناہی اور عورتون کی فریب دہی یقین کرلیگا اون عورتون کے مکر سے یہ مراد ہے
کہ اونہون نے یوسفؑ کو یہ ترغیب دی تھی کہ زلیخا کا کہنا مان لے اور زلیخا کی اس خواہش کی بھی اونہون نے تائید کی تھی کہ اگر یوسف
اس خواہش پر راضی نہو تو اوس کو قیدخانہ مین بھجوا دو۔ حضرت یوسفؑ نے اوس وقت ہاتھ کاٹنے والی

علاوہ ازین اون سے گیند کا ذکر کیا زلیخا کا کچھ ذکر نہ کیا اسکی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ عزیز مصر کی بی بی تھی اور اوسکا پاس و
لحاظ حضرت یوسف کو اسوقت تک باقی تھا۔ حضرت یوسف نے یہ قصہ اسوجہ سے چھیڑا کہ اون کی رہائی سے پہلے
یہ سب کو معلوم ہو جاوے کہ وہ بیگناہ ہین اور ناحق قید کئے گئے تھے ورنہ اگر اون پر گناہ کا شبہہ باقی رہتا تو
آئندہ اون کی نگاہوں میں اون کی وقعت کم ہوتی اور یہ امر شان نبوت کے بھی خلاف تھا اسلئے کہ جس شخص کی نسبت
کچھ برائی کا بھی خیال لگا ہوتا ہے اوسکی ہدایت کم اثر کرتی ہے قطع نظر اسکے ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس قصہ کی خبر
کو نہ پہنچی ہو [illegible] بدگمانی کا باعث ہو [illegible] جب حضرت یوسف بادشاہ کے مقرب بنتے تو دوسرے امرا کو حسد ہوتا
اور وہ ضرور اوس قصہ کو پیش کرتے اور بے طوری کے ساتھ ظاہر کرتے یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے دل میں بھی
یوسف کی طرف سے کوئی شبہہ نہ رہے اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت یوسف اول اپنی بیگناہی ثابت
کرنے میں کوشش کرین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اوس حالت میں اگر یوسف کی جگہ میں ہوتا تو جب بادشاہ کا آدمی قید خانے میں بادشاہ کا بلاوا
لیکر آیا تھا فوراً اوسکے ساتھ ہو لیتا اور کوئی عذر نہ کرتا اور عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مجھکو یوسف کے صبر اور بزرگی پر تعجب ہے اللہ اون کے لئے مغفرت کرے جبکہ بادشاہ کی خواب
کی تعبیر اون سے پوچھی گئی تو انہوں نے بڑا صبر کیا اور بغیر کسی شرط کے تعبیر بتادی اگر اون کی جگہ میں ہوتا تو
اول قید سے اپنی رہائی کی شرط کر لیتا پھر تعبیر بتاتا اور مجھکو یوسف کے اوس صبر اور بزرگی پر تعجب ہے جسوقت
بادشاہ کا قاصد اون کے بلانے کو آیا اگر یوسف کی جگہ میں ہوتا تو فوراً قید سے باہر نکلنے کے لئے دروازہ کی طرف
بڑھتا لیکن یوسف نے عذر کیا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ
قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوٓءٍ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ
حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝
کہا (بادشاہ نے) اے عورتو کیا قصہ تمہارا تھا جبکہ تم نے بہکایا تھا یوسف کو اپنے نفس کی مراد لینے سے اونہوں نے کہا

اللہ کی قسم ہمکو اوسمین کوئی برائی معلوم نہین ہوئی عزیز مصر کی بی بی نے کہا اب کھل گئی سچی بات مین نے پھسلایا تھا
اوسکو اوس کی نفس کی حفاظت سے اور بیشک وہ سچ بولنے والون مین سے ہے - ف بادشاہ نے
زلیخا کو اور اون سب عورتون کو بلایا جنہون نے ہاتھ کاٹے تھے اور اون سے تمام قصہ پوچھا اون سب عورتون نے
قسم کھا کر کہا کہ یوسفؑ بیگناہ ہے ہمین اوس کا کوئی گناہ معلوم نہین ہوا تب زلیخا نے بھی کہا کہ اب سچی بات کھل گئی
اسلیئے مین بھی حق کو نہین چھپا سکتی بیشک مین نے ہی یوسف کو اپنی طرف رغبت دلائی تھی اور یوسف نے
کسیطرح میری خواہش قبول نہین کی وہ بیگناہ ہے اور سچا ہے - ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ
أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝ یہ اسلیئے
ہے کہ (عزیز مصر) جان لے کہ مین نے اوسکے پیچھے اوسکی خیانت نہین کی اور بیشک اللہ نہین سرسبز کرتا خیانت
کرنے والون کے فریب کو ف زلیخا نے کہا کہ مین نے یہ اقرار اسلیئے کیا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جاوے
کہ مین نے اوسکے پیچھے اوسکی ناموس مین خیانت نہین کی یعنی فقط اسی قدر معاملہ واقع ہوا کہ یوسف کو مین نے اپنی طرف
ترغیب دی اور وہ اپنی پارسائی کی وجہ سے میری خواہش پر راضی نہوا اسوجہ سے میری پارسائی بھی سلامت
رہی اور عزیز مصر کی خیانت تک نوبت نہین پہونچی یا مراد یہ ہے کہ یوسف معلوم کرلے کہ مین نے اوسکے پیچھے اوسکی
خیانت نہین کی یعنی جھوٹی تہمت نہین لگائی بلکہ حق کا اقرار کرلیا اور اوس کے ساتھ اوس نے خیانت کی برائی بھی
بیان کردی کہ اللہ خیانت کرنے والون کو اون کے فریب مین کامیابی نہین دیتا یعنی خیانت کا انجام پشیمانی اور
ذلت ہوتی ہے - ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے یہی معنی مناسب ہین اسلیئے کہ پہلے سے
زلیخا کی تقریر بیان ہو رہی ہے پس یہ جملہ بھی اوسی کی تقریر مین شامل ہے ماوردی نے بھی اپنی تفسیر مین یہی
لکھا ہے اور امام ابو العباس ابن تیمیہ نے خاص اسی معنی کو ترجیح دینے کے لیئے ایک رسالہ لکھا ہے
مگر ابن جریر اور ابن ابی حاتم کا قول یہ ہے کہ یہ قول زلیخا کا نہین بلکہ یوسفؑ کا ہے یعنی جب اس قصہ کی
تحقیق اور یوسف کی بیگناہی ثابت ہونے کے بعد دوبارہ بادشاہ نے یوسفؑ کو طلب کیا تو اوسوقت

یوسف نے کہا کہ مین نے اول اپنی بیگناہی اسواسطے ثابت کرائی کہ عزیز مصر کو معلوم ہوجاوے کہ مین نے اوسکے پیچھے اوس کی خیانت نہین کی۔
وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور نہین بری کرتی ہون مین اپنے نفس کو بیشک نفس حکم کرنے والا ہے برائی کا مگر جب رحم کرے میرا رب بیشک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔
ف جسطرح پہلی آیت کے معنی مین یہ اختلاف ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہے یا یوسفؑ کا اسی طرح اس آیت مین بھی اختلاف ہے۔ ابن کثیرؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہے یعنی زلیخا نے آخر کو یہی کہا کہ اگرچہ میری پارسائی قایم رہی مگر یہ حفاظت عصمت یوسفؑ کی پارسائی کی وجہ سے ہوئی مین اپنے نفس کو برائی سے پاک نہین بتاتی بیشک مین نے گناہ کا قصد کیا اور یوسفؑ کو گناہ کی رغبت دلائی اور بیشک نفس انسان کو گناہ کا حکم کرتا ہے اسلیے کہ نفس کو لذات کی طرف رغبت بہت ہوتی ہے اور انسان کو اوسی طرف مائل کرتا ہے مگر جب اللہ رحم کرتا ہے تو انسان نفس کے فریب سے بچتا ہے بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے یعنی اگر انسان نفس کا کہنا نامانے تو جو وسوسے نفس نے ڈالے تھے اون کو اللہ اپنے رحم سے بخشدیتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قول حضرت یوسفؑ کا یعنی حضرت یوسفؑ نے یہ کہا کہ مین جو گناہ سے بچا اسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے مجھپر رحم کیا اور مین نے نفس کا کہنا نمانا ورنہ مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا بمقتضاے بشریت میرا نفس بھی میرے دل مین گناہ کے وسوسے ڈالتا تھا۔ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ مین اوس کو اپنی ذات کے واسطے خالص کرون کا جب بادشاہ نے یوسف سے باتین کین تو کہا کہ بیشک تو آج ہمارے پاس عزت والا امین ہے۔ ف بادشاہ کے

نزدیک جب یوسف کی بیگناہی بخوبی ثابت ہوگئی تو اوس نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس بلالاؤ مین
اوسکو اپنے خاص مصاحبون مین شامل کرونگا اور جب یوسف بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ نے
حضرت یوسفؑ سے باتین کین تو انکی فضیلت اور زیادہ ظاہر ہوئی اور بادشاہ نے کہا کہ تو آج ہمارے نزدیک
عزت دار امانتدار ہے یعنی ہم تجھکو ذی عزت اور امین جانتے ہین یعنی تو اس قابل ہے کہ کوئی بڑا
کام سلطنت کا تیرے سپرد کیا جاوے ۔ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ
عَلِيمٌ ۝ (یوسفؑ) نے کہا مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر مین حفاظت کرنے والا جاننے والا ہون

ف جب بادشاہ مصر نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہم تجھکو صاحب عزت اور امین جانتے ہین اس سے
حضرت یوسفؑ کو یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ کوئی کام اون کو سپرد کرنے والا ہے تو اوس وقت حضرت
یوسفؑ نے یہ درخواست کی کہ مجھکو مصر کے خزانون کا مہتمم بنا دے ۔ خزانے سے مراد وہ مکان ہے
جسمین غلہ اور ہر قسم کی جنس محفوظ رکھی جاتی تھی یہ درخواست حضرت یوسف نے اس لئے کی کہ یہ معلوم ہو چکا
تھا کہ سات برس عمدہ پیداوار کے اور سات برس قحط کے آنے والے ہین اور عمدہ سالون کی پیداوار کو
قحط کے سالون مین صرف کرنے کے لئے محفوظ رکھنے کی سخت ضرورت ہے اور اس کام کا جسقدر ہوش
حضرت یوسف کو تھا کسی اور کو نہین ہو سکتا تھا اسلئے کہ یہ مضمون خواب کی تعبیر سے فقط حضرت یوسف نے
معلوم کیا تھا اور پورا یقین اس آگے آنے والے حال کا فقط حضرت یوسفؑ کو اور اون کے بعد بادشاہ مصر کو
ہوگا اسلئے کہ اوس نے خواب دیکھی تھی پس اگر غلہ کا ذخیرہ بڑے اہتمام سے جمع نکیا جاوے تو قحط
کے زمانہ مین مخلوق کو بڑی تکلیف ہو حضرت یوسف اپنی ذات مین اس کام کی لیاقت بھی اعلی درجہ کی رکھتے
تھے بادشاہ بھی اون کو امین جان چکا تھا پس حضرت یوسف نے اوسی کام کے حاصل کرنے کی کوشش کی
جس پر تمام رعایاے مصر کی آسائش اور رفع تکلیف موقوف تھی اور ایسی ضرورت کے وقت مین اپنی
طرف سے اس کام کی درخواست عبث نہ تھی بلکہ ضروری تھی بادشاہ کو حضرت یوسفؑ کا امین ہونا معلوم